بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

دوسری شادی

سوال وجواب کے آئینے میں

سوال ان کے جواب ہمارے

مفتی محمد یحییٰ بن عبد الحفیظ قاسمی

ناشر

مکتبہ نعیمہ

جملہ حقوق بحق مرتب محفوظ ہیں

نام کتاب	:	دوسری شادی سوال و جواب کے آئینے میں سوال ان کے جواب ہمارے
مرتب	:	مفتی محمد یحییٰ بن عبدالحفیظ قاسمی
کمپوزنگ	:	رحمانی گرافکس،9270708963
صفحات	:	290
اشاعت	:	پہلا ایڈیشن2025ء
قیمت	:	
ناشر	:	مکتبہ نعیمہ ، ممبئ
ملنے کے پتہ	:	ادارۂ صدیق ڈابھیل 9664918503 مکتبہ نعیمہ ممبئ 9819886832

نمبر	عناوین	صفحہ
۱	انتساب	۱۲
۲	تقریظ	۱۳
۳	پیشِ لفظ	۱۸
۴	مقدمہ	۲۱
۵	بیوی پر بیوی بننا قرن اول میں	۲۳
۶	سوال: کیا کسی کی دوسری بیوی بننا گناہ اور موجب سزا عمل ہے؟	۲۳
۷	واقعہ ①: مظلوم خاتون	۲۳
۸	واقعہ ②: ایک اور مظلومہ و بے بس خاتون	۲۶
۹	واقعہ ③: ہوشیاری کم عیاری زیادہ؛ ایک جھوٹی پریم کہانی	۲۷
۱۰	واقعہ ④: بدنامیاں	۳۰
۱۱	واقعہ ⑤: دودھ لیتے آنا	۳۱
۱۲	واقعہ ⑥: ایک اور قاری صاحب	۳۲
۱۳	واقعہ ⑦: مجبوریاں	۳۳
۱۴	واقعہ ⑧: یہ کیسا انتقام ہے	۳۵
۱۵	واقعہ ⑨ : کمزور شخص جھوٹے وعدے	۳۶
۱۶	واقعہ ⑩: تیری بیوی نے مجھ کو رلا دیا	۳۷
۱۷	واقعہ ⑪: حلال نسبت	۴۲
۱۸	واقعہ ⑫ : ناتمام خواب اور موٹر سائیکل کی کہانی	۴۳
۱۹	واقعہ ⑬: ایک مفتی صاحب کا واقعہ	۴۴

نمبر	عناوین	صفحہ
۲۰	واقعہ ⑭ : لاف زنی ولن ترانی	۴۵
۲۱	واقعہ ⑮: دوسہیلیاں لکھنوی و دکنی	۴۶
۲۲	واقعہ ⑯ : کمزور عورت عادت سے مجبور	۴۷
۲۳	واقعہ ⑰ : آخری واقعہ	۴۹
۲۴	آمدم برسر مطلب:	۵۱
۲۵	بعض ہمت افزا، حوصلہ بخش واقعات: واقعہ ①:	۵۵
۲۶	واقعہ ② :	۵۶
۲۷	واقعہ ③:	۵۶
۲۸	واقعہ ④:	۵۶
۲۹	واقعہ ⑤	۵۷
۳۰	واقعہ ⑥: ایک پروفیسر صاحب کے قلم سے	۵۸
۳۱	سوال: اپنی یا اپنی سوکن کی طلاق کا مطالبہ کرنا؟	۶۱
۳۲	واقعہ ① :	۶۴
۳۳	ایک اور خاتون کا واقعہ ②:	۶۵
۳۴	واقعہ ③:	۶۷
۳۵	ایک اور خان صاحبہ کا واقعہ ④:	۶۷
۳۶	تعدد ازدواج (وَ اِثۡمُهُمَاۤ اَكۡبَرُ مِنۡ نَّفۡعِهِمَا؟)	۶۸
۳۷	تعددِ ازدواج اکابر علماء کے اقوال کی روشنی میں	۷۲
۳۸	حضرت مولانا ادریس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ	۷۲

نمبر	عناوین	صفحہ
۳۹	شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم	۷۳
۴۰	حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ	۷۳
۴۱	حضرت مولانا الیاس گھمن صاحب مدظلہ	۷۶
۴۲	مولانا مفتی خالد سیف اللہ رحمانی دامت برکاتہم	۷۶
۴۳	مولانا پیر ذوالفقار نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ	۷۶
۴۴	مفتی طارق مسعود صاحب مدظلہ	۷۷
۴۵	حضرت سید نظام الدین (جنرل سکریٹری مسلم پرسنل لابورڈ)	۷۷
۴۶	مولانا نور الحق صاحب رحمانی	۷۸
۴۷	مشہور انگریز صاحبِ قلم جارج برناڈ شاہ	۷۸
۴۸	سید حامد علی	۷۹
۴۹	شیخ عبداللہ مراغی	۷۹
۵۰	فتوی سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز (حفظہ اللہ) فی تعدد الزوجات	۷۹
۵۱	سوال: کیا نکاح میں اصل حکم تعددِ ازدواج ہے یا ایک بیوی پر اکتفا کرنا؟	۸۱
۵۲	سوال: کیا اسلام میں تعددِ زوجات (ایک سے زائد نکاح) جائز ہے یا سنت ہے؟	۸۱
۵۳	معترض کے چند سوالات اور اس کے جوابات:	۸۲
۵۴	سوال: کیا تعددِ ازدواج میں خواتین کے ارتداد کے بحران کا حل ہے؟	۹۸
۵۵	تعددِ ازدواج ایک شرعی اجازت یا وقت کی ضرورت	۹۹
۵۶	تعددِ ازدواج کی ضرورت اور جواز کی وجوہات	۱۰۰

نمبر	عناوین	صفحہ
۵۷	مردوں کی وجوہات	۱۰۲
۵۸	عورتوں کی وجوہات	۱۰۲
۵۹	سوال: پوری دنیا میں چند زوجی کا رواج ختم ہو کر یک زوجی کا چلن کیسے ہوا؟	۱۰۵
٦۰	سوال: دوسرا نکاح اور مسئلۂ اجازت؛ کیا دوسرے نکاح کے لیے پہلی بیوی سے اجازت لینا ضروری ہے؟	۱۰۹
٦۱	ایک نصیحت عورت کو بھی	۱۱۲
٦۲	پہلی بیوی کی تکلیف کا احساس	۱۱۳
٦۳	سوال: کیا دوسرا نکاح پہلی بیوی کے علم میں لائے بغیر کرنا دھوکا ہے؟	۱۱۴
٦۴	سوال: کیا پہلی بیوی کو باخبر رکھ کر دوسرا نکاح فی زماننا ممکن ہے؟	۱۱۷
٦۵	جواب: نکاحِ ثانی کے بعد تینوں فریق کا شرعی، اخلاقی اور عملی لائحۂ عمل:	۱۲۰
٦٦	نکاحِ ثانی کے موقع پر پہلی بیوی کے لیے شرعی، اخلاقی اور عملی لائحۂ عمل:	۱۲۰
٦۷	نکاح ثانی کے موقع پر شوہر کے لیے شرعی، اخلاقی اور عملی لائحۂ عمل:	۱۲٦
٦۹	نکاح ثانی کے موقع پر دوسری بیوی کے لیے شرعی، اخلاقی اور عملی لائحۂ عمل:	۱۳۱
۷۰	نکاح ثانی کے موقع پر اقرباو احباب کے لیے شرعی، اخلاقی، فکری اور عملی لائحۂ عمل:	۱۳۵
۷۱	چند بیوی والوں کے لیے چند نبوی راہِ عمل	۱۳۸
۷۲	ازواج مطہرات کے سلسلے میں ایک ضروری تنبیہ:	۱۴۱
۷۳	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ایک دوسرے کے بارے میں دلی جذبات:	۱۴۳
۷۴	دو سوکنوں کی لڑائی میں شوہر کیا کرے؟	۱۴۴
۷۵	اگر بیوی کو اس کی سوکن سے ایذاء پہنچے تو اس کی دلداری کرنا:	۱۴۵

نمبر	عناوین	صفحہ
۷۶	کسی ایک بیوی کی دلداری ایک حد تک ہونی چاہئے	۱۴۶
۷۷	نبی کریم ﷺ کی حلم و بردباری کا ایک اور واقعہ:	۱۴۷
۷۸	بیمار بیوی کی خبر گیری اور تیمار داری کرنا:	۱۴۸
۷۹	اپنی بیویوں کی فکر کرنا، ان کے دل کو خوشی اور سرور سے بھر دینا اور چمکارنا اور دلاسا دینا:	۱۴۹
۸۰	چند بیویاں آپس میں اور اپنے شوہر کے ساتھ کس طرح رہیں؟	۱۵۰
۸۱	شوہر کا راز فاش کرنا غضب ڈھا سکتا ہے:	۱۵۰
۸۲	اپنے شوہر کی دوسری شادی کرانا:	۱۵۱
۸۳	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی عزت کرنا:	۱۵۲
۸۴	ناراض شوہر کو راضی کرنے کے لیے اپنی باری اپنی سوکن کو ہبہ کرنا:	۱۵۲
۸۵	حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا حضرت عائشہ وحضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو وفات کے وقت بلا کر اپنے معاملات صاف کرنا:	۱۵۳
۸۶	حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کا آپسی دوستانہ اور باہم رشک کرنا:	۱۵۳
۸۷	ازواج مطہرات کا اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دینے کا بے مثال واقعہ:	۱۵۵
۸۸	سوال: مرد دوسرا نکاح کیوں کرے؟ اس کی کیا نیات اور مقاصد ہونے چاہیے؟	۱۵۶
۸۹	(۱) حضور ﷺ کا پہلا نکاح حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے:	۱۵۶
۹۰	(۲) حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح خانگی ضرورت سے کیا:	۱۵۷
۹۱	حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا واقعہ:	۱۵۸
۹۲	(۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کی مصلحت:	۱۵۹
۹۳	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نصفِ دین کی حامل:	۱۶۰

نمبر	عناوین	صفحہ
۹۴	حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا واقعہ:	۱۶۱
۹۵	(۴) حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح لے پالک کی رسم ختم کرنے کے لئے کیا ہے:	۱۶۲
۹۶	حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کا واقعہ:	۱۶۳
۹۷	(۵) حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ملکی (سیاسی) مصلحت سے کیا ہے:	۱۶۳
۹۸	حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کا واقعہ:	۱۶۶
۹۹	(۶) حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے بھی نکاح ملکی مصلحت سے کیا ہے:	۱۶۶
۱۰۰	حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کا واقعہ:	۱۶۷
۱۰۱	(۷) حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دلجوئی کے لئے کیا ہے۔ اور ان کے نکاح کا واقعہ:	۱۶۷
۱۰۲	(۸) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بھی نکاح شخصی مصلحت سے کیا ہے:	۱۶۹
۱۰۳	حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کا واقعہ:	۱۶۹
۱۰۴	(۹) حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنے کی مصلحت:	۱۷۱
۱۰۵	حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا واقعہ:	۱۷۱
۱۰۶	(۱۰) حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا واقعہ اور مصلحت:	۱۷۲
۱۰۷	(۱۱) حضرت زینب اُم المساکین رضی اللہ عنہا سے نکاح اور اس کی مصلحت:	۱۷۲
۱۰۸	سوال: کیا یہ بات قابل ملامت ہے کہ کوئی شخص ایک سے زائد عورتوں سے لطف اندوزی کے لیے دوسرا نکاح کرے؟	۱۷۳
۱۰۹	تین عمل خیر وبرکت کا اور مال میں اضافہ کا سبب ہیں	۱۷۵
۱۱۰	دوسرا نکاح کنواری سے کرنا:	۱۷۷
۱۱۱	عدل کا معنی اور اس کے اقسام و احکام:	۱۷۹

نمبر	عناوین	صفحہ
۱۱۲	تعدد ازدواج اور عدل کی آیات توضیح و تشریح:	۱۸۷
۱۱۳	تعدد ازدواج مردوں کی واقعی ضرورت ہے:	۱۸۸
۱۱۴	چار سے زیادہ عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں:	۱۸۹
۱۱۵	ایک سے زیادہ نکاح کا جواز انصاف کی شرط کے ساتھ ہے:	۱۹۰
۱۱۶	سوال: دوسری شادی کا خواہش مند شخص پہلے ہی سے کیا طریق کار اختیار کرے؟	۱۹۴
۱۱۷	سوال: کیا تعدد ازواج پہلی بیوی کی خامی یا کمی کا نتیجہ ہے؟	۱۹۸
۱۱۸	سوال:تعدد ازدواج کی راہ میں رکاوٹیں کیا ہیں؟	۱۹۸
۱۱۹	سوال: ہمارے دور اور ہمارے دیار میں اکثر دوسری شادی کامیاب کیوں نہیں ہوتی؟	۲۰۱
۱۲۰	خلفائے راشدین اور تعدد ازواج	۲۰۶
۱۲۱	ایک ہی شادی کرنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم !!	۲۰۹
۱۲۲	حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ:	۲۱۰
۱۲۳	اورنگزیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کی چار بیویاں پانچ بیٹے اور پانچ بیٹیاں تھیں:	۲۱۲
۱۲۴	سوال: مرد کی طرح عورت کو چار شادیوں کی اجازت کیوں نہیں؟	۲۱۲
۱۲۵	سوال: دوسرے نکاح کی اجازت کس کے لیے ہے؟	۲۱۵
۱۲۶	دو بیویوں کے حقوق اور عدل و انصاف سے متعلق ۱۳۱/ بنیادی مسائل	۲۱۶
۱۲۷	والدین اگر دوسرے نکاح سے منع کریں تو کیا حکم ہے؟	۲۲۳
۱۲۸	والدین کے کہنے پر دوسری بیوی کو طلاق دینے کا حکم؟	۲۲۴

نمبر	عناوین	صفحہ
۱۲۹	کیا دوسرا نکاح خفیہ طور پر کرنا صحیح ہے؟	۲۲۶
۱۳۰	ایک بیوی کا دوسری بیوی کو طلاق دینے کا مطالبہ کرنے کا حکم:	۲۲۷
۱۳۱	سوکن کو جلانے کے لئے جھوٹ بولنے کا حکم:	۲۲۷
۱۳۲	دوسرا نکاح کر کے عدل نہ کرنے والے شخص کا حکم:	۲۲۷
۱۳۳	دوسری شادی پر پہلی بیوی کی ناراضگی کا حکم:	۲۲۸
۱۳۴	دوسری شادی کی وجہ سے دینی کام میں رکاوٹ:	۲۲۸
۱۳۵	دوسری شادی: از قلم: داعی قرآن مولانا محمد اسلم شیخوپوری	۲۲۹
۱۳۶	ہمارے مولانا اور دوسری شادی	۲۳۷
۱۳۷	بیویوں کے پینترے	۲۴۰
۱۳۸	جذباتی بلیک میلنگ:	۲۴۶
۱۳۹	آپ کو قصور وار ٹھہرا کر قابو کرنا:	۲۴۶
۱۴۰	ذاتی قربانیوں کا حوالہ دینا:	۲۴۷
۱۴۱	منحصر ہونے کا دعویٰ:	۲۴۷
۱۴۲	دھمکیوں کا حربہ:	۲۴۷
۱۴۳	محبت کو ہتھیار بنانا:	۲۴۷
۱۴۴	آپ کو آپ کی طاقت سے الگ کرنا:	۲۴۸
۱۴۵	حربوں کا علاج	۲۴۹
۱۴۶	قرآنی اصلاحی طریقے:	۲۵۲
۱۴۷	دوسری شادی کے بعد بیویوں کے حربے	۲۵۳

نمبر	عناوین	صفحہ
۱۴۸	پہلی بیوی کے حربے	۲۵۴
۱۴۹	دوسرے نکاح کے بعد دوسری/ تیسری/ چوتھی بیوی کے حربے	۲۵۶
۱۵۰	عورت اپنی ہوشیاری اور چالاکی کا صحیح جگہ استعمال کرے	۲۶۵
۱۵۱	واقعہ (۱):	۲۶۶
۱۵۲	واقعہ (۲):	۲۶۶
۱۵۳	عورت کی چالاکی سے ہوشیار	۲۶۷
۱۵۴	واقعہ (۳):	۲۶۸
۱۵۵	(۴) پہلے زمانے کا واقعہ ہے:	۲۶۸
۱۵۶	واقعہ (۵):	۲۶۹
۱۵۷	دو بیوی والوں کے لیے آگاہی:	۲۷۰
۱۵۸	بیویوں سے چالاکی	۲۷۰
۱۵۹	کچھ واقعات	۲۷۱
۱۶۰	متفرقات: چند متفرق باتیں اور مضامین	۲۷۷
۱۶۱	دوسری شادی کے بارے میں دانش مندوں کے مزاحیہ اور سنجیدہ اقوال:	۲۷۷
۱۶۲	دو واقعے کون صحیح کون غلط؟	۲۸۰
۱۶۳	دو بچے دو کہانیاں	۲۸۴
۱۶۴	کیا اب بھی وہ وقت نہیں آیا ہے؟	۲۸۴
۱۶۵	ریپیڈو کا کرشمہ اور بستہ تکیہ	۲۸۶
۱۶۶	جب طبیب معالج ہی قتیل مہالک ہو جائے	۲۸۸

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

انتساب

ناتواں بندہ دل کی گہرائی سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے اپنے اس مجموعۂ تحریر کو اپنی ''والدہ مرحومہ'' کے نام کرتا ہے، جن کی بچیوں پر سوکنیں آئیں لیکن انھوں نے کبھی تعدد ازدواج پر یا اپنے دامادوں کے دوسرا نکاح کر لینے پر کوئی حرفِ غلط نہیں اٹھایا۔ اور جب ان کے خود کے بیٹے نے دوسرا نکاح کرلیا تو یہ بات سن لینے کے بعد کہ ''باریاں اللہ تعالیٰ کا حکم اور لازمی حق ہے'' سرافگندنی کا مظاہرہ کیا۔

اور یہ کتاب میں اپنے محسن استاذ ''حضرت مولانا رشید احمد صاحب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ'' کی طرف منسوب کرتا ہوں، جن کی ایک مرتبہ کہی ہوئی بات سے متاثر ہوکر بندے کے دل میں اس راہ کا مسافر بننے کی تمنا موجزن ہوگئی اور جو یہ دعا (وَزَوَّجَكَ اللّٰهُ ثَانِيَةً خَيْرًا مِنَ الْأُولَى) دے کر جہان باقی کی طرف کوچ کر گئے، جہاں عقد ثانی کی ان کی ذاتی تمنا؛ كَذٰلِكَ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ. (سورۂ جاثیہ:۵۴) کے بموجب ان شاءاللہ پوری ہوگی۔

اسی طرح میں اپنی یہ کاوش ہر اس کے نام کرتا ہوں جس نے تعددِ ازدواج کے حق میں کچھ لکھا ہو یا کچھ کہا ہو۔

محمد یحیی بن عبد الحفیظ قاسمی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تقریظ

(مولانا) محمد ابو بکر الانصاری الجلاحی الخزرجی الندوی

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي جَعَلَ لِلرِّجَالِ الزَّوْجَةَ لِيَسْكُنُوا إِلَيْهَا، وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا مَوَدَّةً وَرَحْمَةً، وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى سَيِّدِ الْأَنْبِيَاءِ مُحَمَّدٍ الَّذِي جَعَلَ الزَّوَاجَ هَيِّنًا وَسَهْلًا، أَمَّا بَعْدُ!

انگریزوں کے جاری کئے ہوئے تعلیمی نظام میں دس سے زیادہ زہر پنہاں ہیں، جس میں سے ایک بے حیائی ہے، آج کی دنیا میں اس بات پر زور دیا جارہا ہے کہ اسکول میں درجہ ششم سے جنسی تعلیم (Sex Education) دی جائے۔ اس خیال کے پیچھے یہ سازش ہے کہ نوجوانوں میں بے حیائی کے زہر کو مزید پر اثر بنایا جائے، جس سے اسکولی طلباء میں فحاشی، بداخلاقی اور بے راہ روی وغیرہ کا شیوع ہو، جو بعد میں جنسی بیماری اور ذہنی کشمکش کا سبب بنے، عبادت اور نیک کاموں میں دل نہ لگے، جلد شادی پر پابندی اس کے لئے کریلا اور نیم چڑھا کا مصداق ہے۔

ہمارے دیس میں عام طور پر پچاس کی عمر کے بعد لوگ بیویوں سے صحبت کرنے سے اجتناب کرتے ہیں کہ بچے بڑے ہو گئے ہیں، اب شرم آتی ہے لیکن جنسی خواہش کو تسکین نہ ملنے کی وجہ سے چڑ چڑا پن، غصہ اور بد خیالی کا شکار ہوتے ہیں۔

بمبئی میں ایک سرکاری رٹائرڈ شخص جن کی عمر ساٹھ کے اوپر تھی، مجھ سے کہنے لگے کہ میرا دل نماز میں نہیں لگتا، نماز میں گندے خیال آتے ہیں، میں نے پوچھا کہ آپ کی اہلیہ موجود ہیں، کہنے لگے: جی ہاں تو میں نے پوچھا کہ آپ صحبت کرتے ہیں، انھوں نے جواب دیا: اب اس عمر میں کہاں صحبت؟ میں نے کہا: صحبت کیجئے۔ چند روز بعد ملاقات ہوئی تو میرا شکریہ ادا کیا اور کہا: آپ نے بہت اچھا علاج بتایا، اب نماز میں گندے خیال بالکل نہیں آتے ہیں۔

صحت مند افراد کی جنسی تسکین ایک بیوی سے نہیں ہوتی جس کی وجہ سے شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا کی طرف مائل ہوتے ہیں ان کے لئے تعلیم قرآن کے مطابق کم از کم دو شادی کرنا چاہئے، قرآن میں اللہ رب العزت نے نکاح کا حکم مثنٰی (دو) سے شروع کیا ہے، اس لئے کثرت

ازدواج کو عام کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

کثرتِ ازدواج کا ایک حیاتیاتی پہلو بھی ہے جس پر اسلامی نقطہ نظر کے علاوہ خالص سیکولر تناظر میں طبی ماہرین اور حکمائے جنس نے بھی اپنے تجربات مشاہدات اور مطالعات کو پیش کیا ہے جو سراسر اسلامی موقف کی تقویت کا باعث ہیں۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ مرد کی جسمانی ساخت عورت سے مختلف اور مضبوط ہے۔

مرد حسن کی گرویدگی کا آسانی سے شکار ہو جاتے ہیں وہ ایک پیکرِ جمیل سے متاثر ہو کر پھر اسے حاصل کرنے اور اس سے اپنی جنسی پیاس بجھانے کے لیے بے قرار رہتے ہیں۔

مردوں میں ایک قدرتی کیمیکل "پی ای اے (Phenylethylamine) کے نام سے موجود ہے۔ اس قدرتی کیمیکل کے باعث مرد عورتوں کی نسبت زیادہ رومانویت کا شکار ہوتے ہیں اور اپنی مخالف جنس سے بہر نوع وابستگی کی شدید خواہش میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

مردوں میں جو اجزاء جنسی خواہشات کو بڑھاتے ہیں ان میں ایک حیاتیاتی کیمیاوی مادہ فوطیرون ہے جو ان میں عورتوں کی نسبت دس سے بیس فیصد زیادہ ہوتا ہے۔ یہ مادہ جنسی خواہشات کو بڑھانے اور برقرار رکھنے کا موجب ہے۔ یہی حیاتیاتی عنصر بسا اوقات مردوں کو جنسی تسکین کے ایک سے زائد ذرائع کو اختیار کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ اسلام جنسی تسکین کے ناپاک ذرائع کو اختیار کرنے کی نسبت انہیں تعددِ ازدواج کے فطری چینل (راستے) کو اختیار کرنے کی اجازت دیتا ہے۔

مردوں کے اعضاء کی ساخت ایسی ہے کہ عورتوں کی نسبت ان کے قویٰ میں ایک قوت، جوش اور جذبہ کی فراوانی ہوتی ہے جو صرف کسی ایک ہی جسم کے ساتھ وابستہ رہنے میں بعض اوقات تسکین محسوس نہیں کرتا۔

عورت اپنی ساخت طبیعت اور فطری وظائف (حیض و نفاس اور بچوں کی پیدائش) کے باعث کمزور رہتی ہے اور بعض اوقات وہ مرد کی جائز تسکین کا سامان فراہم نہیں کر سکتی یا بعض حالات میں وہ ایسی صورتوں میں موجود یا مبتلا ہوتی ہیں کہ مرد ان سے جنسی تعلقات استوار نہیں کر سکتا۔ وضع حمل سے کچھ پہلے اور کچھ بعد کے اوقات اسی نوعیت سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایسی صورتوں میں مرد کی جنسی تسکین کیلئے جائز راستہ تعددِ ازدواج ہی کا باقی رہ جاتا ہے۔

عورتیں کچھ بچوں کو جنم دینے کے بعد اپنی ساخت اور صحت میں وہ معیار اور کشش کھو دیتی ہیں، جس کے باعث مرد ان کے ساتھ رجوع میں وہ ذوق و شوق محسوس نہیں کرتا لہذا وہ اپنی جائز جنسی تسکین کیلئے کسی نئے وجود کا متلاشی ہوتا ہے۔ اسلام اس صورت میں بھی کسی مسلمان کو جائز راستوں کے ذریعے سے تسکین حاصل کرنے کے علاوہ کسی دوسری بد اخلاقی کی اجازت نہیں دیتا۔ ایسی صورت میں تعددِ ازدواج ہی ایک واحد شرعی اور اخلاقی راستہ باقی رہ جاتا ہے۔

تاریخی اعتبار سے افراد اور معاشروں کا جائزہ لیں تو مرد ہر دور میں ذہنی اور نفسیاتی سطح پر ایک سے زیادہ عورتوں سے تعلق کا خواہاں رہا ہے۔ ایک سے زیادہ نکاح اس کی طبیعت کا مطالبہ رہا ہے۔ حتیٰ کہ انبیاء علیہم السلام جو براہ راست اللہ تعالیٰ کی تربیت میں ہوتے ہیں،ان کے ہاں بھی ایک سے زیادہ نکاح کی مثالیں ملتی ہیں۔

غیر آسمانی مذاہب میں بھی کثرتِ ازدواج کی مثالیں ملتی ہیں۔ اسلامی اور غیر اسلامی لٹریچر میں تعددِ ازدواج کی یہ مثالیں واضح کرتی ہیں کہ تعددِ ازدواج کو ایک ضرورت کے طور پر تسلیم کرلیا جائے۔

بعض حالات میں بانجھ اور عقیم عورتیں اپنی طبی اور جسمانی کمزوری کے باعث اولاد پیدا کرنے سے شدید خواہش کے باوجود قاصر رہتی ہیں۔ ایسی صورت میں وہ خود یا ان کے شوہر ایک نئے نکاح کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔ ایسی صورت میں بعض خواتین اپنے شوہر کو دوسرے نکاح کی اجازت دیتی ہیں تا کہ وہ کم از کم اپنے شوہر کے حرم میں بقیہ زندگی کے دن عافیت سے گزار سکیں۔

بسا اوقات تعددِ ازدواج ایک تمدنی ضرورت کے طور پر سامنے آتا ہے۔ دنیا کے مختلف زمانوں اور مختلف حصوں میں بعض اوقات مردوں کی تعداد عورتوں سے کم ہو جاتی ہے۔ اگر عورتوں کی اس فطری کثرت کو تعددِ ازدواج کے ذریعے سے حل نہ کیا جائے تو خود اس بات کا اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اس سے کیسی انار کی بد اخلاقی بے حیائی اور ضعفِ تمدن کے اسباب پیدا ہوں گے۔

اقوام وملل اور ممالک کے درمیان باہمی خانہ جنگیاں اور حرب و ضرب کے معرکے دونوں طرف کے جوان سورماؤں کو مقتل کی زینت بنا دیتے ہیں جس کے باعث مصروفِ جنگ ملکوں میں مردوں کی نسبت عورتوں کی تعداد میں اضافہ ہو جاتا ہے اس صورتِ حال سے نپٹنے کا واحد ذریعہ

تعددِ ازدواج ہے۔ بصورت دیگر معاشرے میں جو فساد پیدا ہوتا ہے اس کا علاج کسی دوسرے طریقے سے ممکن نہیں ہے۔جنگی مقتولین کے علاوہ کچھ لوگ اس قدر شدید زخمی یا اپاہج ہو جاتے ہیں کہ وہ عورتوں کے فطری وظائف ادا کرنے کے لائق نہیں رہتے۔ قدیم زمانے میں عورتوں کی اس بڑھی ہوئی تعداد کا ایک غیر مہذب حل یہ نکالا جاتا تھا کہ ملوک و سلاطین ان میں سے دوشیزاؤں کی ایک بڑی تعداد کو اپنے حرم اور محلات میں کنیزوں اور باندیوں کی شکل میں ظالمانہ طریقے سے باندھ رکھتے تھے۔

اب ان تمام مذکورہ صورتوں کا ایک نظر جائزہ لیں اور پھر یہ فیصلہ کریں کہ آیا قرین انصاف صورت یہ ہے کہ عورتوں کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جائے کہ وہ معاشرے میں گندگی اور ناپاکی پھیلاتی رہیں یا پھر اسلامی شریعت نے مردوں کو چار کی حد تک انصاف اور عدل کے ساتھ نکاح کرنے کی جو اجازت دی ہے اس کو اختیار کیا جائے جو اس مسئلے کی ایک جائز اور فطری صورت ہے۔ (بحوالہ شادی سے شادیوں تک)

ان سب حقائق کے باوجود مغرب اور مغربیت زدہ لوگوں کی طرف سے تعدد ازدواج کو موضوعِ سخن بنایا جاتا رہتا ہے اور اس کو عورتوں کے حق میں ظلم تصور کیا جاتا ہے، بہت سے اسلام دشمنوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ اے مسلمان عورتوں تم کسی سناتنی مرد سے نکاح کرو تمہاری کوئی سوکن نہیں لائی جائے گی۔

دراصل تعدد ازدواج پر ہذیان گوئی حضور ﷺ کی شخصیت پر اعتراضات کی ایک ہیئت ہے جو ملحدین کی آنکھوں میں کھٹک رہی ہے۔ جبکہ تاریخی قرائن کے مطالعہ سے یہ بات منکشف ہوتی ہے کہ تعدد ازدواج کا رواج اسلام سے بہت پہلے سے زمانہ قدیم میں ہر دور میں رہا ہے۔ چنانچہ انسائیکلوپیڈیا آف بریٹانیکا کے مطابق مشہور ماہر لسانیات جارج مرڈاک کی ۱۹۴۹ء کی رپورٹ کے مطابق ۵۵۴/ قوموں میں سے ۴۱۵/ میں تعدد ازدواج پایا جاتا ہے۔

اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں بھی اہلِ عرب بنا کسی قید و شرط کے تعددِ ازدواج پر کثرت سے عمل کرتے تھے۔ اور ہندو دھرم میں بھی ایک لمبے عرصہ تک رہا۔ ایک بات جان لینا چاہیے کہ جس معاشرے میں تعدد ازدواج کو معیوب سمجھا جاتا ہو، وہ کوئی اور معاشرہ ہو تو ہو اسلامی معاشرہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔ اسلام نے انسانی فطرت کے تقاضوں کے مطابق ہی شریعت کو اس پر نافذ کیا

ہے۔ اور ایک اہم بات جان لینا چاہیے کہ تعدد ازدواج کا مقصد جوانی کی تکمیل یا عورتوں کا بدلنا نہیں ہے۔ بلکہ متعدد ضرورتوں اور پریشانیوں کا ضروری حل ہے۔

اسی حل اور اہمیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اور اس کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے ہمارے رفیق حضرت مفتی محمد یحییٰ بن عبد الحفیظ قاسمی صاحب نے یہ کتاب ''دوسری شادی سوال و جواب کے آئینے میں'' تصنیف کی ہے۔ اب تک آں جناب کی بہت سی تصانیف آپ حضرات کے مطالعہ سے گزری ہوں گی۔ لیکن یہ کتاب آج کے دور میں اپنی ایک خاص اہمیت رکھتی ہے۔ ہمارے ملک ہندوستان میں اس طرح کی تصنیف خال خال ہی نظر آتی ہے۔ مفتی صاحب نے یہ کتاب ایک ماہ قبل ہی ارسال کر دی تھی مگر اس حقیر راقمِ حروف تبلیغی سفر کی مشغولی کی وجہ سے اس کا مطالعہ نہ کر سکا، اب واپسی پر یہ چند حروف امتثالِ امر میں تحریر کر دیے ہیں، اللہ تعالیٰ اس کتاب کو اور صاحب کتاب کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت اور دنیا میں مقبولیت نصیب فرمائے، آمین۔

محمد ابو بکر زید پوری

زید پور بارہ بنکی

۱۷؍ شعبان ۱۴۴۷ھ

۶؍ فروری ۲۰۲۶ء

پیش لفظ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ، نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ، وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ.

"دوسری شادی سوال و جواب کے آئینے میں، سوال ان کے جواب ہمارے" کتاب میں دوسری شادی سے مراد تعدد ازدواج ہے، چوں کہ اس لفظ کا سمجھنا عام لوگوں کے لیے دشوار تھا، اس لیے "دوسری شادی" کا عنوان اختیار کرنا پڑا، اس کے علاوہ اردو داں طبقے کے لیے جو چاشنی لفظ "دوسری شادی" میں ہے وہ "تعدد ازدواج" میں نہیں ہے۔

اور "سوال ان کے جواب ہمارے" میں "ان" سے مراد وہ حضرات و خواتین ہیں جو دوسری شادی پر حرف اٹھاتے رہتے ہیں، اور وہ بیبیاں مراد ہیں جن کے دل و دماغ میں یہ خلجان گردش کرتے رہتے ہیں، اور وہ اصحاب مراد ہیں جو دوسری شادی کرنا چاہتے ہیں لیکن پس و پیش ہیں، اور وہ بامراد احباب اور وہ نسوانِ باوفا مراد ہیں جنھوں نے اس راہِ الفت میں قدم رکھ دیا ہے اور اب مسائل و حالات سے واسطہ ہے، جس کی وجہ سے کئی طرح کے سوالات کا دل و دماغ آماجگاہ بنا ہوا ہے۔ اور "ہمارے" سے مراد شریعت اور اکابر علماء ہیں اور کچھ باتیں خود راقم کی اختراع ہیں جو باتیں اسے اس راہ میں تجربے سے حاصل ہوئی ہیں۔ ہر انسان کا تجربہ جدا جدا ہوتا ہے یقیناً آپ ان تجربیات کو درخور اعتناء نہ لائیں تو آپ کو اس کا حق حاصل ہے۔

چوں کہ یہ موضوع تھوڑا اٹپٹا ہے، اس لیے اندازِ تحریر کو تھوڑا چٹپٹا رکھا ہے تا کہ لوگ سٹپٹا نہ جائیں، انداز بیان میں چاشنی ہے، الفاظ کے انتخاب میں باریک بینی ہے، واقعات کی منظر کشی نمکینی ہے اور تحریر میں ایک طرح کا چٹخارہ ہے۔ حسنِ اتفاق کہ راقم کے ذمہ چند عرصہ سے ایسی خدمت سپرد ہوئی کہ جہاں دوسرے اصحابِ مسائل و آلام کے ساتھ مبتلائے تعدد ازدواج کی بھی کثرت رہی، راقم نے ان واقعات کو پیش آنے کے وقت تحریر کرلیا تھا، ان واقعات کو بھی کتاب میں اہتمام کے ساتھ جگہ دی گئی ہے، تا کہ قارئین پڑھ کر خود فیصلہ کریں کہ تعدد ازدواج کے سلسلے غلطیاں کہاں ہورہی ہے اور ظلم و زیادتی کون کر رہا ہے اور ناکامیوں کی شرح زیادہ کیوں ہے۔

کتاب میں واقعات کی کثرت کا مقصد یہ بھی ہے کہ نظری گفتگو کو عملی مثالوں سے جوڑا جائے

اور یہ حقیقت واضح ہو کہ اکثر تنازعات اور خرابیوں کی جڑ خود شریعت نہیں بلکہ انسانوں کی کوتاہی، ناانصافی اور غلط طرزِ عمل ہوتا ہے۔ اگر اسلامی اصولوں کو صحیح فہم اور خلوصِ نیت کے ساتھ اپنایا جائے تو بہت سے مسائل خود بخود حل ہو سکتے ہیں۔

اس کتاب کی ایک خاص بات یہ ہے کہ اس میں تعدد ازدواج کی صرف ترغیب نہیں ہے بلکہ ترہیب بھی ہے، تعدد ازدواج کی جو شرعی حیثیت ہے اس کو اسی کے دائرے میں رکھ کر اس کی اہمیت و مزیت کو اجاگر کیا ہے۔ ہمارے دیار میں پیش آنے والے مسائل کو کھل کر لکھا ہے اور اس کا علاج بھی بتانے کی کوشش کی ہے۔ نیز اس میں محض فقہی مباحث کا تذکرہ نہیں، بلکہ معاشرتی بصیرت، نفسیاتی تناظر، اور عملی رہنمائی کو بھی امتیازی شان کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ اہلِ خانہ کے جذبات، پہلی بیوی کے حقوق، دوسری بیوی کے حُسنِ معاملہ، شوہر کی ذمہ داریاں، اور عدل کے نازک تقاضوں کو تہذیب اور احتیاط کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، بسا اوقات آپ فقہی مسائل پڑھ رہے ہوں گے لیکن آپ محسوس کریں گے کہ یہ کہانیاں ہیں جو ہمیں سنائی جارہی ہے۔

اس کتاب میں یہ بھی واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ نکاحِ ثانی سے پہلے اور اس موقع پر شوہر کے لیے کیا طریقِ کار ہو؟ اس کے پیشِ نظر کیا عزائم ہوں اور اس کا رویہ کیسا ہونا چاہیے، پہلی بیوی کے حقوق اور مقام کو کیسے ملحوظ رکھا جائے، خود پہلی بیوی کو اپنے جذبات کو کس طرح قابو میں رکھنا ہے اور اس کے لیے کیا کیا باتیں نازیبا اور قابلِ گریز ہیں اور دوسری بیوی کن اصولوں اور اخلاقی حدود کے ساتھ اس رشتے میں قدم رکھے۔ اور صبر کے وہ کونسے مراحل ہیں جو ان تینوں کو طے کرنے ہیں۔

ان تمام امور کو نبی کریم ﷺ کی سیرتِ مبارکہ اور ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاکیزہ واقعات کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے، تاکہ قاری کو یہ معلوم ہو سکے کہ اسلامی تعلیمات محض احکام کا مجموعہ نہیں بلکہ رحمت، حکمت اور اعلیٰ اخلاق کا حسین نمونہ ہیں۔

اور یہ بھی حقیقت ہے کہ آج ہمارا معاشرہ اس موضوع پر فکری اور عملی رہنمائی کا شدید محتاج ہے۔ نہ مغرب زدہ ذہنوں کی یلغار اس مسئلے کو صحیح طرح سمجھنے دیتی ہے اور نہ داخلی معاشرتی دباؤ انسان کو شریعت کی طرف رجوع کا موقع دیتا ہے۔ ایسے وقت میں اس کتاب میں امت کے سامنے ایک متوازن، معقول، تجرباتی اور شرعی راہِ اعتدال پیش کیا گیا ہے۔

میری رائے میں یہ حقیر کاوش (کتاب) نہ صرف دوسرے نکاح کے خواہش مند حضرات کے لیے رہنمائی کا ذریعہ ہے، بلکہ ہر اس شخص کے لیے مفید ہے جو اسلامی معاشرت کو سمجھنا چاہتا ہے۔خواتین کے لیے تو یہ کتاب کافی اہمیت رکھتی ہے کہ اس میں ان کے جذبات کے احترام اور شریعت کے بیان کا حسین امتزاج ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کاوش کو قبول فرمائے، اسے حق کی پہچان کا ذریعہ بنائے، اور اسے ان تمام افراد کے لیے نفع بخش بنائے جو اس نازک مگر اہم میدان میں پیش قدمی کرنا چاہتے ہیں۔

وما علينا إلا البلاغ، والله ولی التوفيق۔

محمد یحییٰ بن عبد الحفیظ

خادمِ تدریس مدنی مدرسہ (مرکز) جوگیشوری ویسٹ

ومفتی دار الافتاء و الارشاد اندھیری ممبئی۔

مقدمہ

درج ذیل وہ سوالات ہیں جن کے جوابات اس کتاب میں مذکور ہیں:

کیا کسی کی دوسری بیوی بننا گناہ اور موجب سزا عمل ہے؟

اپنی یا اپنی سوکن کی طلاق کا مطالبہ کرنے کا کیا حکم ہے؟

بعض خواتین کہتی ہیں:شریعت میں تعدد ازدواج کا حکم ہے، مرد کو اس کا حق ہے، یہ بات ہم کو تسلیم ہے، لیکن اب ماحول تعدد ازدواج کا متحمل نہیں ہے، اب یہ نفع کم نقصان زیادہ کا مصداق ہے؟

تعددِ ازدواج ہمارے قرن کے اکابر علماء کے اقوال کی روشنی میں؟

ایک صاحب کا اعتراض :اگر تعدد اور کثرتِ زوجات افضل اور مطلوبِ الٰہی اور مرغوب عند الشرع ہے تو آنے والے سات سوالوں کے جواب دیں؛ (۱) حضرت آدم علیہ السلام کو جب دنیا میں بھیجا گیا تو ان کو ایک ہی زوجہ محترمہ دی گئی۔ پتا چلا کہ تعدد ضرورتِ انسانی میں داخل نہیں۔ قرآن میں ہے: وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا ... زَوْجَاتِهَا نہیں ہے۔(۲)ایک حدیث آپ بتا دیجیے جس میں تعدد کی فضیلت آئی ہو؟(۳) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی صحابی کو دوسرے نکاح پر نہیں ابھارا نہ کسی عورت کو کہا کہ آپ دوسری بیوی بن جائیں۔(۴) خود حضرت نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت تک دوسرا نکاح نہیں فرمایا جب تک آپ کی پہلی بیوی حضرت خدیجہ الکبری رضی اللہ عنہا حیات تھیں۔ (۵) اور آپ کے دامادوں نے اس وقت تک دوسرا نکاح نہیں کیا جب تک ان کی پہلی بیوی یعنی نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک بیٹیاں حیات تھیں۔(۶) بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تو روکنا ثابت ہے۔(۷) اکابر سے تعددِ ازدواج پر تشجیع اور برانگیختہ کرنا منقول نہیں ہے بلکہ عام حالات میں تکلف اور رکے رہنے کی تلقین ثابت ہے کہ تعددِ ازدواج اڑتی ہوئی مصیبت کو گلے میں لینا ہے۔ اکثر حضرات نے تعددِ ازدواج کو اجازت و اباحت ہی تک محدود کیا ہے، سنت کہنے والے بعض معاصرین علمائے عرب ہیں اور جن اکابر نے تعدد کے حق میں بات کی ہے، انھوں نے فقط حکمتیں گنوائی ہیں ؟

کیا تعددِ ازدواج میں خواتین کے ارتداد کے بحران کا حل ہے؟

پوری دنیا میں چند زوجی کا رواج ختم ہو کر یک زوجی کا چلن کیسے ہوا؟

کیا دوسرے نکاح کے لیے پہلی بیوی کی اجازت لینا ضروری ہے؟ کیا پہلی بیوی کی تکلیف

کا احساس دوسرے نکاح کے لیے رکاوٹ ہے؟

کیا دوسرا نکاح پہلی بیوی کے علم میں لائے بغیر کرنا دھوکا ہے؟اور کیا پہلی بیوی کو بے خبر رکھ کر دوسرا نکاح کرنا بہتر ہے؟ کیا پہلی بیوی کو باخبر رکھ کر دوسرا نکاح فی زمانہ ممکن ہے؟

پہلی بیوی کو نکاح ثانی کی اطلاع دینے کے بعد یا پہلی بیوی کو از خود خبر ہوگئی تو تینوں ؛ میاں بیوی اور وہ (یعنی دوسری بیوی) کا نبی کریم ﷺ اور ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی زندگیوں کی روشنی میں کیا رویہ اور کردار ہونا چاہیے اور تجربہ کار حضرات نے اس سلسلے میں کیا لائحہ عمل بتلایا ہے؟نیز اقربا و احبا کے لیے کیا دستور العمل ہوگا؟

مرد دوسرا نکاح کیوں کرے؟ اس کی کیا نیات اور مقاصد ہونے چاہیے؟

کیا یہ بات قابل ملامت ہے کہ کوئی شخص ایک سے زائد عورتوں سے لطف اندوزی کے لیے دوسرا نکاح کرے؟ کیا جماع کے کیف وسرور سے محظوظ ہونے کے لیے دوسرے تیسرے نکاح کی رغبت رکھنا برا ہے؟ کیا ایک سے زیادہ نکاح کرنا عیاشی ہے؟

ہمارے زمانے میں عدل کرنا دشوار ترین قریب بہ محال ہے۔عوام تو عوام کئی علماء بھی اس سلسلے میں پھسڈی واقع ہورہے ہیں۔ نکاح کرتے ہیں لیکن عدل نہیں کرتے یا پہلی بیوی کی ہنگامہ آرائی کی وجہ سے عدل نہیں کر پاتے۔ اور ایک سنت پر عمل کرنے سے کئی فرائض کا ترک لازم آتا ہے۔ اس لیے اس زمانے میں دوسرے نکاح پر اقدام عقلمندی نہیں ہے۔

دوسری شادی کا خواہش مند شخص پہلے ہی سے کیا طریقِ کار اختیار کرے؟

تعدد ازدواج کی راہ میں رکاوٹیں کیا ہیں؟

ہمارے دور اور ہمارے دیار میں اکثر دوسری شادی کامیاب کیوں نہیں ہوتی؟

مرد کی طرح عورت کو چار شادیوں کی اجازت کیوں نہیں؟

دوسرے نکاح کی اجازت کس کے لیے ہے؟

دو بیویوں کے حقوق اور عدل و انصاف سے متعلق ضروری مسائل کیا ہیں؟

پہلی شادی اور تعدد ازدواج کے بعد بیویوں کے کیا حربے اور پینترے ہوتے ہیں؟

یہ کتاب میں ذکر کردہ بنیادی سوالات ہیں،اس کے علاوہ بھی سوالات ہیں جن کا جواب کتاب میں دیا گیا ہے اور ایک ایک جواب کے ضمن میں بہت سے خلجان اور اشکالات کو دور کیا گیا ہے۔

الحمد لله رب العالمين، أرحم بعباده من الوالِدِين، فشرع لمصالحهم القوانين، ليفوقَ الملائكةَ المخلوقون من طين، والصلاة والسلام على علَمِ الهُدٰى ،محمد المصطفى، الذي أنار الله به الظُلُمات، وكشف الكُرُبات، وأزال الشُبُهات، فسنّ الهادي لأمته سنّة الزواج، فعدّد وأكثر وألبس نساءه من محبته خير ديباج ، صلى الله عليه و على آله وصحبه الذين اتبعوه على هذا المنهاج، وعلى كل من تبِعهم فعالج مشاكل الأمة خير علاج. أما بعد

بیوی پر بیوی بننا قرن اول میں

سوال: کیا کسی کی دوسری بیوی بننا گناہ اور موجب سزا عمل ہے؟
مرد قابل سزا ہے یا عورت اس بات کی سزاوار ہے کہ اس جرم کی پاداش میں وہ ہر ذلت برداشت کرے ، الزامات پر ساکت رہے اور ہر ناانصافی کو قبول کرے؟ معاشرے نے کس کو جرم سمجھ رکھا ہے دوسرے نکاح کو یا دوسری بیوی بننے کو؟

دوسری بیوی بننے کی کیا اس طرح اجماعی عملاً حوصلہ شکنی جائز ہے کہ کوئی عورت اس عمل کی جرأت نہ کرسکے؟ دوسرے نکاح کے بعد کیا مرد کو اس طرح بے پرسان حال چھوڑ دینا درست ہے کہ کوئی مرد از راہِ سنت بھی اس اسوہ پرعمل کرنے کو بے محل اقدام اور بے فائدہ مصیبت گلے مول لینا گرداننے لگے؟

یہ سب سوالات ہیں جو ان واقعات سے ذہن میں گردش کرکے دل کر جھنجھوڑنے لگتے ہیں جو واقعات خود مظلوم خواتین کی زبانی کانوں سے گزرے اور دل و دماغ پر چھا گئے۔

ان واقعات – حوادثات کہنا زیادہ مناسب ہے – کو کچھ عورتوں کی زبانی گوش گزار کریں؛ اس کے بعد اصل سوال کا جواب دیا جائے گا۔

واقعہ ①: مظلوم خاتون

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں اپنے شوہر کی دوسری بیوی ہوں۔ ہماری شادی کو اب دوسال سے زیادہ ہو چکے ہیں۔ میری شادی کے وقت میرے شوہر نے ہماری شادی کو اپنی پہلی بیوی سے چھپانا چاہا۔ لیکن میری

والدہ نے اسے مشورہ دیا کہ وہ اپنی بیوی کو مطلع کرے اور معاشرے کے سامنے کھل کر میرے ساتھ نکاح کرے۔ بہر حال میرے شوہر نے ہمیں اس بنیاد پر قائل کیا کہ ایک یا دو سال میں ان کے بچوں کی شادی ہو جائے تو دوسری شادی کا اعلان کر دیں گے۔ وقتی طور پر اسے سماجی دباؤ اور سماجی تعمیرات کی وجہ سے اپنی پہلی بیوی سے یہ معلومات چھپانا پڑیں گی۔ شروع میں میں نے اس سے دوبارشادی کرنے سے انکار کیا کیونکہ میں دونوں بیویوں کے حقوق میں برابری چاہتی تھی۔ لیکن میرا شوہر مجھ سے شادی کرنا چاہتا تھا کیونکہ اس کے اور اپنی پہلی بیوی کے درمیان کچھ اختلافات تھے اور وہ اس سے خوش نہیں تھے لیکن وہ اپنے بچوں کی خاطر اس شادی میں رہ رہے ہیں۔ میں پہلے شادی شدہ تھی اور ہمارے معاشرے میں طلاق یافتہ عورت کے طور پر دوبارہ شادی کرنا میرے لیے مشکل تھا۔ چنانچہ میں نے اس کی بے تابی کو دیکھتے ہوئے اس سے شادی پر رضا مندی ظاہر کی اور اسے واضح طور پر کہا کہ جب تک اس کے بچوں کی شادی نہیں ہو جاتی تب تک میں سمجھوتہ کرلوں گی۔

اب چار مہینے پہلے میں نے اپنے شوہر پر دباؤ ڈالنا شروع کیا کہ وہ ہماری شادی کو اپنی پہلی بیوی اور معاشرے میں ظاہر کرے اور مجھے برابر کے حقوق دلوائے کیونکہ اس وقت اس کے دونوں بچے شادی شدہ تھے۔ اس کی پہلی بیوی کو پہلے ہی شک تھا اور اس نے اعتراف کر بھی کہ اس نے مجھے اپنی دوسری بیوی بنالیا ہے۔ پہلی بیوی نے میرے شوہر کو جذباتی طور پر بلیک میل کرنا شروع کر دیا۔ اور میرے شوہر پر و دباؤ ڈالا کہ وہ مجھے طلاق دے دے۔

دو ماہ پہلے اپنی پہلی بیوی کو دوسری شادی سے راضی کرنے کے لیے عمرے پر لے جانے کا فیصلہ کیا اور مجھے یقین دلایا کہ وہ مدینہ میں اسے سمجھائیں گے، بہر حال اس نے شادی قبول نہیں کی۔ اور اس نے دوبارہ میرے شوہر پر مجھے طلاق دینے کے لیے دباؤ ڈالا۔ میرے شوہر نے مجھے طلاق دینے سے انکار کیا، وہ اس شرط پر راضی ہوئی کہ میرا شوہر دوسری شادی جاری رکھ سکتا ہے بشرطیکہ وہ مجھے حقوق میں برابری نہ دے۔ یعنی وہ میرے ساتھ راتیں نہیں گزارے گا اور ہماری شادی کو معاشرے سے چھپاتا رہے گا۔

میرے شوہر نے فون کر کے مجھے اس نتیجے سے آگاہ کیا۔ اتنا کچھ سہنے کے بعد دو سال خاموشی اور صبر کرنے کے بعد مجھے غصہ آ گیا اور مجھے اپنے شوہر کے بارے میں غلط فہمی پیدا ہو

گئی۔ میں نے محسوس کیا کہ اس کی حمایت کرنے اور ایک اچھی بیوی ہونے کے بعد میرے شوہر نے میرے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ اس لیے ہم فون پر لڑنے لگے۔

میں نے سوچا کہ اگر میں نے اپنے شوہر کو چھوڑنے کی دھمکی دی تو وہ آخر کار میری قدر کا احساس کرے گا اور میرے ساتھ انصاف کرے گا۔ اسے میری قدر کا احساس دلانے کے لیے میں نے مطالبہ کیا کہ وہ مجھے چھوڑ دے کیونکہ وہ ہمیشہ اپنی پہلی بیوی اور بچوں کی طرف جھکاؤ رکھتا تھا اور اس نے ہمیشہ مجھے اور میری ضروریات کو نظر انداز کیا ہے۔ بہر حال، میرے شوہر نے مجھے طلاق دینے سے انکار کیا اور مجھے تسلی دینے اور پرسکون کرنے کی کوشش کی۔

لیکن مجھے یقین ہوگیا کہ اس نے مجھے دھوکہ دیا ہے اور اس غلط فہمی کی وجہ سے میں مسلسل مطالبہ کر رہی تھی کہ وہ مجھے چھوڑ دے۔ اس لیے مجھے دھمکانے اور خاموش کرانے کے لیے اس نے طلاق کے الفاظ کہے تا کہ میں آخر کار لڑائی چھوڑ دوں۔ میں نے نہیں سوچا تھا کہ وہ مجھے طلاق دے گا اور میں نے اس طلاق دینے کو قبول نہیں کیا اور میں سخت ناراض ہو گئی۔ چنانچہ ہم اگلے دو گھنٹے تک کئی فون کالز پر لڑتے اور جھگڑتے رہے۔شدید غصے اور مایوسی کے عالم میں، میں نے اپنے شوہر کو مجبور کیا کہ وہ مجھے باقی دو طلاقیں دیں۔ اور انھوں نے بقیہ دو طلاق کے الفاظ بھی بول دیے۔

جب وہ مدینہ سے واپس آئے تو ہماری فیملی میٹنگ ہوئی اور میں نے اور میرے شوہر نے اپنی غلط فہمیوں کو دور کیا۔ میرے شوہر نے اعتراف کیا کہ اس کا ارادہ مجھے ایک بھی طلاق نہیں دینا تھا۔ وہ اس کے لیے حلف کا بیان دینے کے لیے تیار ہے ۔کیونکہ میں غصے میں تھی اور وہ مجھے دھمکی دینا چاہتا تھا کہ میں خاموش ہو جاؤں تو اس نے طلاق کے یہ الفاظ کہے۔ اب ہم نے بہت سے علماء سے مشورہ کیا ہے اور اس معاملے میں مختلف احکام پائے ہیں۔بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ خلع کا معاملہ ہے کیونکہ میں نے طلاق کی کارروائی شروع کی تھی جبکہ بعض کہتے ہیں کہ یہ طلاق کا معاملہ ہے۔

کچھ کہتے ہیں کہ صرف ایک طلاق ہوئی ہے جبکہ دوسرے کہتے ہیں کہ اسے دو طلاق سمجھا جائے گا کیونکہ یہ دو مختلف فون کالوں پر دی گئی تھی۔ جبکہ بعض کہتے ہیں کہ تینوں طلاقیں ہو چکی ہیں۔

بہر حال جلد ہی پہلی بیوی اور اس کے بچوں نے ایک طلاق والے فتوی پر اعتراض کرنا شروع کر دیا اور دلیل دی کہ یہ حکم اہل حدیث کے مطابق ہے۔ جبکہ فتاوی میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ یہ فقہ حنفی کے مطابق ہے۔ چونکہ وہ بریلوی مسالک کی پیروی کرتے ہیں اس لیے اب وہ اس حکم کے جواز کو رد کر رہے ہیں اور یہ پروپیگنڈا کر رہے ہیں کہ تینوں طلاقیں ہو چکی ہیں، وہ مجھ پر جھوٹ کا الزام لگا رہے ہیں اور مجھ پر یہ فتوی گھڑنے کا الزام لگا رہے ہیں۔ جب کہ مجھے بعض علمائے کرام سے ہدایات ملی ہیں، جنہوں نے مجھے بعض اسلامی لٹریچر جیسے مسند احمد اور فتاوی عالمگیری سے رہنمائی اور ثبوت فراہم کیے ہیں کہ صرف ایک طلاق ہوتی ہے اور صلح کا امکان ہے۔ لیکن ان کے پاس فتوی جاری کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ مجھے اور میرے شوہر کو پہلی بیوی اور ان کے بچوں کی طرف سے اعتراضات اور بلیک میلنگ کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ حال ہی میں ان کی بیٹی نے میرے شوہر کو حکم دیا ہے کہ وہ صرف ان کے ساتھ رہیں اور مجھے چھوڑ دیں۔ میرے شوہر واضح طور پر بہت پریشان ہیں اور وہ یہ مشکل انتخاب نہیں کرنا چاہتے۔ مجھے اپنے شوہر کی زندگی میں پہلی بیوی ہونے پر کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن دوسری طرف وہ کسی بھی طرح مجھ سے جان چھڑانا چاہتی ہے اور میرے شوہر پر مجھے چھوڑنے کے لیے دباؤ ڈال رہی ہے۔ میں بہت پریشان ہوں اور چونکہ میں بغیر باپ کے پلی بڑھی ہوں اس لیے میں خود کو بے بس اور تنہا محسوس کرتی ہوں، میرا کوئی بھائی نہیں ہے اور اب مجھے لگتا ہے کہ وہ میرے شوہر کو بھی چھین لیں گے۔ وہ میری بے بسی کا فائدہ اٹھا کر میرے اور میرے شوہر کے لیے مشکلات پیدا کر رہے ہیں۔ میرے شوہر اپنے بچوں کے سامنے بے بسی محسوس کرتے ہیں۔

واقعہ ۲: ایک اور مظلومہ و بے بس خاتون

ایک خاتون کا مجھے فون آیا۔۔۔ تپلی بھرائی ہوئی آواز۔۔۔ آواز میں ۔۔غم ، غصہ ، فریاد ، شکایتیں۔۔۔ کہا کہ میں اپنے دوسرے شوہر کی دوسری بیوی ہوں۔۔۔شادی کو دو سال ہو گئے ہیں۔۔۔ پہلے شوہر سے ایک ماہ ہی رشتہ رہا تھا۔۔ طلاق کے بعد ماں کینسر میں گزر گئی۔۔۔ باپ ماں کے غم میں چل بسا۔۔۔تین سال کے عرصہ میں ۔۔۔ میں بلا شوہر۔۔۔ بغیر ماں باپ کے ہو گئی۔۔۔سب کچھ تھا میرے پاس۔۔۔ اب وہ سب مجھ سے چھن چکا تھا۔۔۔ اللہ تعالی نے دوسرے شوہر کے دل میں ۔۔ میرے رشتہ کی بات ڈالی ۔۔۔ اور رشتہ میرے

بھائیوں کے سامنے رکھا۔۔۔ پہلی بیوی سے پوشیدہ رکھ کر۔۔۔ مجھ کو ایک کرائے کے مکان میں رخصت کردیا گیا۔۔۔ میں اپنے علاقہ کے ۹۰/ بچوں کو ٹیوشن پڑھاکر۔۔۔اور شادی میں دلہن کو تیار کرکے۔۔۔ اچھا خاصا گزارا کر رہی تھی اور شوہر کے بے وقت آنے نا آنے کو نظرانداز کرکے زندگی۔۔۔۔ یوں کہیے تنہا کاٹ رہی تھی۔۔۔ اب ڈیرھ ماہ قبل پہلی بیوی کو اس خفیہ شادی کا علم ہوگیا۔۔۔۔ پھر کیا تھا۔۔۔ اس پٹھان نما عورت نے۔۔۔ جینا دشوار نہیں دشوار ترین کردیا۔۔۔۔ میرے شوہر کو۔۔۔ پورے خاندان میں بدنام کیا۔۔۔ اور ان کے سارے احسانات کو اگالدان کردیا۔۔۔۔ کہتی ہے۔۔۔۔ اس کو عورتوں میں ویرائٹی چاہیے۔۔۔۔ مجھ سے بچے حاصل کرکے چست جگہ چاہیے۔۔۔ چھ گھنٹے بٹھاکر ذلیل کرتی رہی۔۔۔ میرے گھر آکر۔۔۔کیا بوال کی مفتی صاحب۔۔۔سسکیاں لیتے ہوئے کہا کہ۔۔۔۔ یہ آوارہ عورت ہے۔۔۔ اس نے میرے شوہر کو مجھ سے چھین لیا۔۔۔میرے پڑوسیوں کو کہتی ہے۔۔۔ اس آوارہ عورت کے گھر اپنے بچوں کو ٹیوشن نہ بھیجو۔۔۔ ان کو بھی آوارگی سکھائے گی۔۔۔مفتی صاحب میرے ابا۔۔۔ جماعت سے تعلق رکھتے تھے۔۔۔ہمیں دین کی سوجھ بوجھ ہے۔۔۔ وہ کہتی ہے کہ میں بدلالوں گی۔۔۔ میں شریعت کو نہیں مانتی۔۔۔ جب مجھ سے بات کرو تو اللہ اور دین کو درمیان میں مت لاؤ۔۔۔مفتی صاحب میں بالکل اکیلی پڑگئی ہوں۔۔۔۔اپنے بھائیوں کے گھر میں نے کچھ نہیں بتایا ہے، کوئی میری سائڈ نہیں لے رہا ہے۔۔۔ پہلی بیوی کے ماں باپ یا شوہر کے ماں باپ کوئی میری طرف نہیں ہے۔۔۔شوہر کو بھی آزادانہ فون نہیں کرسکتی ہوں۔۔۔ وہ اطمنان بخش، تسلی بخش بات نہیں کرتے ہیں۔۔۔۔مفتی صاحب آپ میری سائڈ لیجیے نا۔۔۔ میری طرف سے آپ ان کو کچھ کہیے نا۔۔۔۔

واقعہ ③: ہوشیاری کم عیاری زیادہ ؛ایک جھوٹی پریم کہانی

واقعہ ''مضافات ممبئی'' کا ہے، رائے گڑھ ممبئی کے قریب، تین بھائیوں کے کشادہ مکانات ایک لائن سے ہیں، آج سے تقریباً ۲۰/ سال قبل سب سے چھوٹے بھائی کا نکاح ہوا، ہندوستانی روایات کے مطابق اس زن کے دماغ میں بھی یہی تھا کہ ''پورے شوہر پر مکمل قبضہ کرلینا'' لیکن یہ اس سلسلے میں دو قدم آگے تھی، اس نے اپنے شوہر کو اپنے تمام رشتہ داروں، خالاؤں، پھوپھیوں، ماموؤں اور چاچاؤں سے بھی کاٹ دیا کہ کہیں ان کی بیٹیوں سے آنکھیں

چار نہ ہو جائیں۔ اپنے شوہر سے خوب محبت جتاتی اور محبت میں بندشیں لگاتی کہ اس سے نہیں ملنا اس کے نہیں جانا ہے۔

لڑکا لمبا تڑنگا خوش وضع معتدل ڈیل ڈول والا ہینڈسم نوجوان تھا، سرکاری نوکری اور ڈھائی لاکھ تنخواہ تھی، شادی کے بعد پے در پے تین بچوں کی کلکاریوں سے گھر کا آنگن گونجنے لگا، ان بچوں کی وجہ سے اور اپنی عزت کے خاطر بندشیں برداشت کرنے لگا۔

لیکن یہ بندشیں اندر ہی اندر مرد کو ستاتیں رلاتیں، وہ گھٹن محسوس کرتا، سب بھائی اپنی ہی گھر گرہستی میں مگن تھے، نہ اس نے کسی کو بتایا نہ کوئی اس کی پراگندگی کا احساس کرسکا۔

ایک آدھ سال قبل وہ ایک بچی کو ٹیوشن پڑھانے جانے لگے، اپنے کام کے پکے اور لگن کے سچے تھے، بیوی نے بھی اس قدر پابندی کو کوئی انکو کھا نہیں سمجھا۔

بچی کے والد صاحب کا انتقال ہو چکا تھا اور اس کی والدہ "سنگل مدر" ہے، اپنے والد جو پیشہ سے وکیل، صاحب ثروت ہیں ان کے گھر ہی مقیم ہے۔

بچی کے پڑھانے کے بہانے سے بیوہ والدہ سے دوستانہ ہوگیا اور مرد نے دل میں دبا کر رکھی بیس سالہ دکھ بھری بندشوں کی داستانیں، گرتے تسبیح کے دانے کی طرح بیان کرنا شروع کردیں۔

وہ دل جو وہ کسی کے سامنے ہلکا نہیں کرسکتا تھا آج اس دل کو سننے والی اور دکھ درد کو سمجھنے والی مل گئی تھی، بیوہ والدہ بھی ہاں میں ہاں ملاتی اور اس کی بے بسی پر تسلی دیتی۔

دکھ سناتے سناتے اور تسلیاں دیتے دیتے کب وہ ایک دوسرے کے اتنے قریب ہو گئے کہ اب صرف "نکحتک" "قبلتک" کا ہی فاصلہ باقی رہ گیا، ان کو احساس بھی نہیں ہوا۔

اس کا فوری حل انھوں نے غیر اعلانیہ نکاح میں تلاش کرلیا، خاتون کے گھر والے بھی راضی نہیں تھے، جب انہیں علم ہوا تو لڑکی کو خوب سمجھایا اور ملنے سے منع کیا، لیکن خاتون کو بھی برسوں بعد شوہر کا سکھ ملا تھا، بڑے دنوں کے بعد اس کے پراگندہ بال کے گیسو کسی نے سنوارے تھے، اس کو پتا تھا کہ گھر والے کبھی میری اس پراگندگی کو محسوس نہیں کرسکیں گے اور میری جوانی کا گلا اپنے ہاتھوں ہی سے گھونٹ دیں گے۔اس لیے یہ خاتون اس نعمت غیر مترقبہ کو ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہتی تھی۔

لیکن خاتون کے والد بضد تھے کہ اس سلسلہ کا دی اینڈ ہونا چاہیے، لہٰذا وہ شوہر کی پہلی

بیوی کے پاس گئے اور جاکر سارا راز فاش کرتے ہوئے کہا ”ہم تو اپنی بیٹی کو سمجھاتے سمجھاتے تھک گئے، آپ ہی اپنے شوہر کو روک لو“ ”اولی“ بھی ایک اسکول میں پڑھاتی تھی، والد نے اسکول ہی میں ملاقات کر کے روداد سنائی تھی۔

شوہر گھر پر باطمینان بچوں میں دل لگی کر رہا تھا لیکن اس کو پتا نہیں تھا کہ اس کی سابقہ دل لگی کا کیا وبال اس پر چند گھنٹوں بعد آپڑنے والا ہے۔

”اولی“ نے راستے میں سے زہر کی شیشی اتنی مقدار میں لے لی تھی جس سے کسی انسان کی جان نہ جاسکے۔ گھر آکر شوہر کے مقابل کھڑی ہوئی اور اس خاتون کا نام لے کر پوچھا: فلاں کون ہے؟ شوہر کے آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا، اس کے ہوش و حواس کا کوئی ٹھکانا نہ رہا۔

اس نے کہا اس کی بچی کو میں پڑھاتا ہوں، خیریت تو ہے کیا ہوا؟

کہا! لڑکی کا باپ آیا تھا اسکول اور سارا کچا چٹھا کھول گیا ہے، کیوں کی اس سے شادی؟ ”اولی“ نے چیختے ہوئے رو کر کہا۔ مرد نے بہانہ بازی کرتے ہوئے کہا میں نے کچھ نہیں کیا ہے اس نے رشتہ بھیجا تھا، میں نے قبول نہیں کیا فکر مت کرو۔

”اولی“ کو یقین نہیں آیا اور ہاتھ میں پکڑی ہوئی زہر کی بوتل ایک سانس میں پی گئی۔ خیر، علاج کر کے زہر نکال دیا گیا لیکن اس طرح وہ اپنے بچوں اور دوسروں کے سامنے قابل رحم بن چکی تھی۔

کچھ دنوں بعد اس نے اپنے شوہر سے کہا آپ نے نکاح کیا ہے مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے، لیکن میرے بیس سالوں کا کیا یہی صلہ ملے گا مجھے؟ میں نے تمہارے لیے اپنا پیٹ چاق کروایا، تم کو بچے دے کر اپنی خوب صورتی برباد کی، تمہارے ساتھ وفاداری سے رہنے کا مجھے یہ تو صلہ نہیں ملنا چاہیے تھا۔ ”اولی“ نے اس طرح روتے ہوئے کہا کہ شوہر کا دل بھی پسیج گیا۔

”اولی“ نے کہا کہ یہ گھر میرے نام پر کر دو، میں نہیں چاہتی کہ آپ کے بعد میرے بچے جائداد کے بٹوارے میں پریشان ہوں، اور اپنی ڈھائی لاکھ سیلیری کے لیے میرا اکاؤنٹ دے دو، مجھے اچھی طرح پتا ہے، آپ جب ثانیہ کے جاؤ گے تو مجھے ہمارے بچوں کو اخراجات کے لیے ستاؤ گے، مجھے اب کسی پر بھروسہ نہیں رہا، جب آپ ہی نے مجھے ایسا دغا دیا ہے، آخر میری وفاداری میں کیا کمی رہ گئی تھی۔

ماحول کچھ اس طرح بنا دیا گیا تھا کہ سب ''اولی'' ہی کے حق میں نظر آرہے تھے۔ سسرالی تو سسرالی اپنے خون کے رشتہ بھی زبان حال سے کہہ رہے تھے کہ اب کیا ہے تو بھگتنا ہی پڑے گا۔ رفتہ رفتہ بیوی نے جائداد اور تنخواہ اپنے نام کروالی۔

لیکن اس کا پیار ابھی پروان نہیں چڑھا تھا، اس کے پریم کو ابھی سکون نہیں آیا تھا، اس کی محبت کا انتقام ابھی باقی تھا۔ اس نے ایک رات لڑتے لڑتے اپنے شوہر سے کہا ''یا تو مجھے چھوڑو یا اسے چھوڑو۔''

مرد کو ثانیہ کی ہمدردیاں یاد تھیں، تسلی دینا، اپنائیت دکھانا، مخلص بن کر غم غلط کرنا وہ بھلا نہیں پارہا تھا۔ ''اولی'' کی بندشوں کی گھٹن سے وہ آزاد ہوچکا تھا اب واپس مزید پابندیوں کے ساتھ دوبارہ قید ہونا نہیں چاہتا تھا۔

اس نے بغیر کشمکش کے زیادہ دیر سوچے بغیر کہا ''میں تجھے تو چھوڑ سکتا ہوں لیکن اسے نہیں'' ناقص عقل کج فہم عورت نے گرجتے ہوئے کہا کہ ''پھر چھوڑ دے مجھے۔''

شوہر نے وہیں تین طلاق دے کر قصہ نمٹا دیا، لیکن عورت جو بچوں کی ہمدردیاں پہلے ہی زمین و جائیداد کی طرح اپنے نام کرا چکی تھی۔ اور شوہر کو ہوس پرست، ٹھرکی دغاباز مشہور کر دیا تھا۔ لہٰذا اس وقت شوہر کو اپنے ہی گھر سے بے دخل کر دیا جب وہ بیمار تھا۔ اور اب اپنے بھائی کے گھر آرام کر رہا ہے اور اپنے ہی گھر کو اپنے پڑوس میں دیکھ رہا ہے۔

اس کا کہنا ہے کہ میں بچوں سے ان کے گھر کا اور ان کی ماں کا آسرا نہیں چھینوں گا، مجھ کو دوسرا سسرال مضبوط ملا ہے اگر کیس کی پاداش میں میری ملازمت جاتی ہے تو میں کوئی بھی چھوٹی موٹی نوکری کرلوں گا جو میرے آگے آنے والے گھر کے لیے باعث برکت ہوگی۔

یہ ہے ''ہوشیاری کم عیاری زیادہ'' کی ایک مثال اور بہت سی عورتوں میں ایسا ہی ہوتا ہے عقل و دانائی کم ہوتی ہے اور چالاکی اور عیاری زیادہ ہوتی ہے۔

واقعہ ④: بدنامیاں

کشمیر کے ایک دوست ''بسطة في العلم والجسم'' کے مصداق ہیں، نین و نقش بھی بڑھیا اور حسن و جمال بھی رکھتے ہیں۔

انھوں نے مجھ سے کہا: جس وقت میں ان کے یہاں مہمان ہوا۔ پہاڑوں پر گھر تھا اور گھر کے

دائیں جانب ذراہٹ کر عمدہ بیٹھک اور مہمان خانہ تھا، سامنے بھی پہاڑ تھے ہر پہاڑ پر خاصے فاصلے پر کئی خوش نما گھر تھے۔ دل فریب منظر دعوت نظارہ دے رہا تھا۔ دستر خوان پر کشمیری ریشتہ، کشمیری مسالوں میں تیار شدہ بیضہ ٔمرغ، نمکین چائے، پراٹھے اور کُلچے سجے ہوئے تھے۔لقمہ دانتوں کے درمیان گردش کر رہا تھا اور کان کشمیری دوست کی باتوں کی طرف لگے ہوئے تھے۔

کہا کہ: بھائی! دوسری شادی تو میں بھی کرنا چاہتا ہوں، اور تم میرے جسم کی حالت اور مکان کی وسعت دیکھ ہی رہے ہو، ناانصافی کا امکان بعید ہے لیکن گریز کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے یہاں ایک مفتی صاحب ہیں، ان کی قابلِ ذکر دینی خدمات ہیں، فعال، چست، بیدار مغز اور دھنی آدمی ہیں۔ انھوں نے دوسرا نکاح کرلیا لمبی سانس لے کر کشمیری دوست بولے پھر کیا تھا ان کی بیوی نے ایسا تماشا کیا اور وہ ہنگامہ برپا کیا کہ ان کی عزت کو بازیچہ ٔاطفال بنا دیا اور عزتِ نفس پر غارت گری کرتے ہوئے ذَکر کا ذِکر غیر فربہی سے کیا کہ اس کا معاملہ خود ایسا ہے یہ کیا کسی دوسرے کے حقوق ادا کرے گا۔مفتی صاحب کہیں قابل رحم نہیں گردانے گئے بلکہ لڑکیوں کے رسیا، بدکردار اور دین کے نام پر آنکھ لڑانے والے مشہور ہو گئے۔

واقعہ ⑤: دودھ لیتے آنا

ہمارے ایک ساتھی تھے ''قاری فلاحی'' دینی و اسلامی غیرت کے ساتھ ساتھ بیوی پر غیرت بھی رکھتے تھے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ عورتیں اپنی حدود تجاوز کریں اور شوہر کے سامنے زیادہ چوں چرا اور ترفع و تعلی کریں۔

ان کو بیوی بھی صاحبہ ٔمسند مدرِّسۂ صحیح بخاری ملی تھی۔لیکن قاری صاحب باوجود نومسلم ہونے کے احساس کمتری نہیں رکھتے تھے، جب رب تعالیٰ نے گھر کا قوام بنایا ہے تو کوئی ''مسند'' ان کا یہ حق چھین نہیں سکتا تھا۔

تدریس بخاری ایک اہم، عظیم اور مشغول کن ذمہ داری ہے، پانچ بچیوں کے ساتھ تدریس کے بعد شوہر کے لیے سوائے چند باتوں کے ممدوحہ کے پاس کچھ نہیں بچتا تھا۔ اور ان باتوں میں بھی اگر اپنی بات مقدم رکھنے کا ٹھن جاتی تو ازدواجی زندگی کا رہا سہا سکون بھی غارت ہو جاتا۔

قاری فلاحی کے دل و دماغ میں تعدد کی اشتہاء نے جڑ پکڑ لی اور وہ مولانا طارق مسعود کا ویڈیو خوب چاہت سے سننے لگے۔ بالآخر ان کو بنگال کے ایک گاؤں میں اپنا مطلوب دستیاب ہو گیا اور

اس کو حلال کر کے ممبئی لے آئے۔ باوجود تیز مزاج ہونے کے ان کو عافیت اسی میں معلوم ہوئی کہ ''اولی'' کو ابھی سپنے سہانے دکھائے جائیں اور ''ثانیہ'' کو بھی تمناؤں کی وادیوں میں گم رکھیں۔

ایک سال تک معاملہ پردۂ خفا میں رہا۔سب کچھ سیٹ تھا۔شوہر کا رات گھر سے باہر گزارنا صاحبۂ مسند کو پہلے ہی گراں نہیں تھا گویا وہ ایک معمول کی بات تھی۔ اور بستر سے بھی قطع تعلق تھا یا وابستگی اتنی تھی کہ شوہر کی حرارت و برودت، استادگی و قعودت اور منی کی قلت وکثرت کسی سے اندازہ نہیں لگا سکی کہ اونٹ کسی اور گھاٹ کا پانی پی رہا ہے۔

شوہر اپنے میں مست گھی کے چراغ جلا رہا تھا کہ اچانک پردہ نشیں معاملہ کی پردہ دری ہوگئی۔ واقعہ یہ ہوا کہ معمول کے مطابق جناب ''اولی'' کے یہاں تھے اور موبائل باہر رکھ کر استنجا فرمارہے تھے۔ کہ اچانک واٹس اپ پر بے نام نمبر سے ایک میسج آتا ہے- قاری صاحب نے موبائل لاک کر پاسورڈ تو ڈال رکھا تھا لیکن نوٹیفکیشن آن تھا- اس پر میسج آیا '' آتے ہوئے دودھ لیتے آنا'' پڑھتے ہی وہ ہکا بکا رہ گئی، پاؤں بھاری ہوگئے، بدن کا بوجھ سنبھالنے کے قابل نہ بچے، کسی طرح اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور نمبر اپنے موبائل میں محفوظ کر کے اس طرح ہوگئی جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔

پھر کسی موقع پر اس نے اس نمبر پر فون سے رابطہ کیا- بنگال کے دیہات سے اٹھ کر آئی ہوئی شہری چالاکیوں سے نابلد تھی- ٹروکالر پر چانچے بغیر بے نام نمبر رسیو کرلیا۔

اولی نے نرمی اور سادگی سے باتیں دریافت کرنا شروع کیں: آپ کون ہیں؟ ممبئی میں کہاں رہتی ہیں کیا کرتی ہیں؟ قاری فلاحی کو جانتی ہیں؟ ان سے کیا تعلق ہے؟ بچے بھی ہیں کیا؟ نکاح کیسے ہوا؟ آپ کے شوہر کب کب آتے ہیں؟ بہن سمجھ کر سوتن کو درونِ خانہ کی سب باتیں طشت از بام کر دیں۔

اب باری تھی قاری صاحب کی، قاری صاحب جیسے ہی گھر تشریف لائے تو جس طرح وہ تراجم بخاری پر تقریر فرماتی تھیں اسی روانی سے شوہر کو اپنے کلامِ بے مثال کا نشانہ بنایا۔

حاصل رشتہ کا بالآخر یہ نکلا کہ ساتھ رہنے کی انتہائی کوشش کرنے کے بعد اولی کی بے صبری کو لگام نہیں تھا، لہٰذا وہ خلع کا سہارا لے کر علیحدہ ہوگئیں۔

واقعہ ⑥: ایک اور قاری صاحب

ہمارے ایک دوست ہیں چنچل چلبل، مرنجا مرنج طبیعت کے مالک۔ وہ بھی قاری، جامعی۔

ناتواں کو توانائی بہم پہنچاتے ہیں، جن کے اعضائے رئیسہ ڈھیلے پڑ گئے ان سے رجوع فرماتے ہیں، رفاہی کاموں میں بھی پیش پیش رہتے ہیں، اسی پیش قدمی کا نتیجہ تھا کہ ان کے رابطے میں مطلقائیں بیوائیں، دراز عمر کنواریاں کثرت سے تھیں۔

آپ باتونی ہونے کے ساتھ ساتھ شیریں زبان بھی ہیں۔جس طرح کثرتِ ایامیٰ کو دیکھ کر ان کے دل میں تعدد کی خواہش و امنگیں جنم لیتیں، بہت سی خواتین بھی اپنے دل میں امیدوں کی شمع روشن کر لیتیں۔

اس دوران کہ قاری صاحب اپنے رفاہی کاموں میں لگے ہوئے تھے ایک مختلعہ خاتون گویا ہوئی؛ قاری صاحب آپ کتنے اچھے ہیں۔ میرے پہلے شوہر ایسے نہیں تھے۔

قاری صاحب کی تو گویا باچھیں کھل گئی ہوں، وہ اشارہ، کنایہ، مجاز ،استعارہ نہ یہ کہ صرف مختصر المعانی میں پڑھ چکے تھے بلکہ شاطبیہ میں اس کو خوب سمجھ بھی چکے تھے۔

قاری صاحب بھی سنجیدہ باتوں کو مزاحیہ انداز میں پیش کرنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ کہ کسی کو اگر بات ناگوار خاطر لگے تو مزاح ہے اور اگر کوئی سنجیدہ سمجھنا چاہے تو وہی مطلوب ہے۔

قاری صاحب نے دل کے نہا خانوں میں چھپی بات اشارہ ملتے ہی اوتار صوتیہ اور مخارج کے واسطوں سے ظاہر کر دی۔ نتیجہ یہ سامنے آیا کہ آگ دونوں میں برابر کی لگی ہوئی تھی بس جنگاری کی ضرورت تھی جو لگ چکی تھی۔

قریب تھا کہ نسبت حلال ہو جائے۔ قاری صاحب کی اہلیہ محترمہ نے فون کے ڈلیٹ شدہ مواد سے قاری صاحب کا غیر علانیہ ہونے والا نکاح پکڑ کر قاری صاحب کو دھر لیا اور اپنا وہ پوشیدہ روپ دکھایا کہ قاری صاحب نے کبھی خواب میں بھی اس کا تصور نہیں کیا تھا۔ کج فکری، کج اخلاقی، کج روی اور بداخلاقی کے وہ مظاہر دیکھے جس کا تخیل بھی ان کے لیے دشوار تھا۔

صاحبۂ قاری صاحب مخطوبۂ قاری صاحب کے یہاں بھی پہنچ گئی اور ایسی ایسی ہم وزن ہم قافیہ دشنام طرازیاں کیں کہ مختلعہ ،قاری صاحب کی تمام خیر کو بھول کر زوجِ اول کو یاد کرنے لگی اور اپنی حفاظت اور عافیت قاری صاحب سے قطعِ مراسم ہی میں ان کو محسوس ہوئی۔

واقعہ ⑦ : مجبوریاں

دوران درس بندے کو فون آیا۔۔۔ عذر کر کے میں نے بعد میں رابطہ کریئے کہہ کر فون

رکھ دیا۔۔ دیے گئے وقت پر فون آیا تو فون پر ۔۔۔ ایک پختہ عمر نیم گریاں مگر صاف زبان خاتون تھیں۔۔۔ کہنے لگیں مفتی صاحب ۔۔۔ میں مطلقہ تھی ۔۔۔ وقتی غم گساری، ہم دردی کے بعد اپنوں نے مجھے۔۔۔ اپنے حال پر۔۔۔ کسمپرسی و بے چارگی میں ۔۔۔ بے پرسان حال چھوڑ دیا۔۔۔ امید کی ایک کرن لے کر ۔۔۔ باشرع صاحب مال و لحیہ (داڑھی) ۔۔۔ایک شخص ۔۔۔ میری زندگی میں آیا۔۔۔ اس نے سپنوں کی حسین وادیوں میں مجھے سیر کرایا۔۔۔خوابوں کی فضا میں مجھے کچھ اس طرح اڑایا کہ میں ۔۔۔ دوبارہ اپنا گھر گرہستی یاد کرنے لگی۔۔۔ میں سوچنے لگی کہ میں بھی کسی کے لیے بنی ہوں۔۔۔ میرا بھی راجکمار آئے گا۔۔ اور مجھے یہاں سے لے جائے گا۔

پہلے سے پوشیدہ رکھنے کی شرط پر اس نے نکاح کرلیا۔۔ نکاح سے پہلے کیے گئے وعدوں کے ہر زاویے پر وہ مکمل اترتے گئے۔۔۔ مال کی فراوانی نے کبھی اے ٹی ایم کو شکایت کا موقع نہیں دیا۔۔۔ میں ان سے اپنے بچے کے خواب بننے ہی میں لگی تھی کہ ”اولی“ نے ان کے اپنے سے بھر پور جماع پر عدمِ قدرت کی بنا پر کسی انہونی کو بھانپ لیا۔اور اس نے پردے میں چھپے راز کو جاننے کے لیے تمام ترہتھ کنڈے آزمائے حتی کہ وہ کامیاب ہوگئی اور میرے شوہر کا میرے پاس آنا بھی بند ہوگیا جس طرح فون پر بتیانا بند ہوچکا تھا۔

دن گزرتے گئے ۔۔۔ میں راہ تکتی رہی ۔۔۔ میرے شوہر میری امید اور میرا مان تھے ۔۔۔ مجھے ان سے کسی اچھے ہی کی امید تھی لیکن میں یہ نہیں جانتی تھی اس قدر مردانہ وجاہت کا مالک شخص بھی اپنی بیوی کے اشاروں کا اسیر ہوگا اور دوسروں کی زندگی کا فیصلہ وہ اپنی بیوی کے ہاتھ سے لکھے گا۔

مفتی صاحب میں انتظار میں تھی اپنے شوہر کی آمد کا، ان کے ایک کال یا میسج کا کہ یکا یک مجھے کسی نے میری سوتن کے اسٹیٹس کے بارے میں خبر دینے کے لیے میرے فون پر میسج کیا، تو اس کا اسٹیٹس دکھائی نہیں دے رہا تھا لیکن ہماری ایک پہنچان والی کے فون سے میں نے دیکھا کہ ایک ویڈیو ہے جس میں میرے شوہر بھی ہیں۔ ان کے ہاتھ میں کاغذ اور قلم ہے اور ان کی بیوی ان سے مجھے طلاق لکھوا رہی ہے اور وہ لکھ کر دستخط کر رہے ہیں۔

دیکھ کر میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا اور میرے قدموں تلے زمین نکل گئی۔ میں اب کسی کَرد کی نہیں رہی، میری اس رسوائی اور جگ ہنسائی کے بعد میں اپنوں ہی کو منہ

دکھانے کے لائق نہیں رہی۔ کاش آسمان مجھ پر گر پڑتا یا زمین مجھے نگل لیتی یا سمندر مجھ کو اپنے میں سمو لیتا۔ مفتی صاحب میرا وجود مجھ پر گراں ہوگیا ہے، میں اپنے سے شرمندہ ہوں اور اپنے ہی میں ذلیل ہوں۔

واقعہ ⑧: یہ کیسا انتقام ہے

عصر بعد میں اپنے دار الافتاء میں بیٹھا کسی کام میں مشغول تھا کہ ایک ضعیف العمر ساٹھ کی دہائی گزار چکے شخص پراگندہ بال، پریشان حال میرے پاس آئے اور تفصیل سے لکھے ہوئے سوالات کے صفحات میرے سامنے رکھ دیے۔ اور اپنا دل ہلکا کرنے کے لیے لکھے ہوئے کو زبانی بھی سنایا۔

کہا کہ مفتی صاحب! میں نے ایک عورت سے نکاح کیا تھا، مجھ کو وہ بھلی معلوم ہوئی اگرچہ ہماری برادری کی (کچھی) نہیں تھی۔ لیکن میں نے اس سے نکاح کیا. ''کچھ'' میں ہماری زمین ہے، وہاں مستورات کا مدرسہ ہماری ماتحتی میں ہے، میں یہ چاہتا تھا کہ میری بیوی اس مدرسہ کا نظام و انصرام کرے۔ لیکن اس نے اس میں دلچسپی نہیں لی۔ اس سے اولاد بھی ہوئی سب سے بڑی لڑکی تھی۔

میں نے کسی دیندار یا عالمہ سے نکاح کرنا چاہا جو مدرسہ میں میری معاونت بھی کرے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل میں بہت وسعت ہے۔ مجھے ایسی دوشیزہ سے روشناس کرادیا۔ میں نے اس سے نکاح کرکے سب کو باخبر کردیا۔ سب اس فیصلہ پر راضی تھے۔ لیکن میری پہلی بیوی! مفتی صاحب اس نے ایسا شور وغوغا کیا الامان و الحفیظ۔

کبھی میکے چلی جاتی کبھی طلاق کا مطالبہ کرتی کبھی بچوں کو ورغلاتی۔ بالآخر جب اس نے دیکھا کہ میں دوسری دوشیزہ کو نہیں چھوڑ رہا ہوں تو اس نے شرعی عدالت سے ہٹ کر کورٹ سے طلاق لی اور میرے مال میں سے ایک حصہ زندگی بھر کے لیے طے کرلیا۔ میرے بچے بڑے ہوئے تو انھیں اپنا ہم نوا بنالیا۔

میرے منع کرنے کے باوجود اس نے - میری اس بیٹی کو جسے میں نے مدرسہ میں عالمہ بننے کے لیے داخل کیا تھا- فون دیا، اور ایک لڑکے سے رابطہ کرا کے مدرسہ سے بھاگنے پر اکساتی رہی پھر بھگا کر ہی دم لیا۔ اس نے مجھے کہا تھا کہ تو نے مجھے برباد کیا ہے میں بھی تجھے برباد

کر کے دم لوں گی اور مفتی صاحب میں واقعتاً برباد ہو چکا ہوں۔ میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ ایسی بیٹی کا شریعت میں کیا حکم ہے اور بیٹی کے اس کام میں جو معاونت کرے شریعت اس کے بارے میں کیا کہتی ہے؟

واقعہ ⑨ : کمزور شخص جھوٹے وعدے

ایک خاتون نے کہا: ہم تعلیم حاصل کرتے تھے، ہمارے پڑھانے والے ایک مرد استاذ تھے، ان کے پڑھانے کا بولنے کا انداز ہمیں بہت پسند تھا۔ ان کی صلاحیت و قابلیت ہمارے لیے قابلِ رشک تھی۔ یوں کہہ لیجیے ان سے دلی وابستگی تھی اور یہ دلی لگاؤ معتقدانہ تھا۔عزت و احترام نگاہوں میں تھی۔

ہمارا حال یہ تھا کہ اپنی بیماری کی وجہ سے میں خود کو گھر گرہستی کے لائق نہیں سمجھتی تھی، اس لیے شادی کرنے کا ارادہ ہی نہیں تھا لیکن جب سب بھائی بہنوں کا نکاح ہوگیا میرے دل میں شادی کی امنگ اور گھر بسانے کی تمنا انگڑائی لینے لگی۔

اسی اثناء میں استاذ صاحب کو علم ہوا کہ میرا عمر زیادہ ہونے کے باوجود نکاح نہیں ہوا ہے، ان کو بھی میری طرف میلان ہوا اور میرے گھر پیغامِ نکاح دوسری بیوی ہونے کی حیثیت سے بھیج دیا۔

مجھے میری پسندیدہ شخصیت کا رشتہ آنا ہی خوشی سے مدہوش کرنے والا تھا، ابتدائی وہلے سے ہی میرے دل کی پکار رشتہ کے لیے ”قبول“ ہی کی طرف مائل تھی۔ دوسری بیوی بننا مجھ پر میرے معتقَد شخصیت کے لیے آسان ہی نہیں بلکہ مرغوب تھا۔

گھر والوں کی طرف سے پس و پیش اور بلا وجہ تاخیر کی وجہ سے شریعت کی رخصت کی طرف مائل ہونا پڑا اور چند لوگوں کی گواہی میں غیر اعلانیہ نکاح کر کے نکاح کے بعضے فوائد حاصل کیے جانے لگے۔ اللہ اللہ کر کے گھر والوں کی ذہن سازی ہوئی اور علانیہ نکاح ہو کر رخصتی ہوگئی۔ اسی دوران اولی کو بھی بعض ذرائع سے اطلاع ہوگئی۔ پھر کچھ ایسا ہوا کہ نئی زندگی کے خواب سراب ہوگئے۔ ہر روز نیا تماشا، ہر شب شبِ خراب۔

اولی کا تعلق ”ان“ کے ساتھ تھا، رشتہ انھوں نے بھیجا، میں نے کوئی اقدام یا زور و جبر تو نہیں کیا تھا۔ لیکن مفتی صاحب میرے شوہر کے ساتھ بدنامِ زمانہ مجھ کو بھی ٹھہرایا گیا۔ ظلم کا تختۂ مشق ان کے ساتھ مجھے بھی بنایا گیا۔ ان کو نئی نئی عورتوں کا دل دادہ تو مجھے بدچلن اور دوسرے

کی خوشیوں پر ڈکیت کہا گیا۔ آپا آپا بول کر چھاپا مار دینے والا انھیں کیا گیا تو پردے میں زردے کا طعنہ مجھے بھی دیا گیا۔

طویل چلنے والی اس آزمائش کا نتیجہ مفتی صاحب میری طلاق پر منتج ہوا۔ مجھ سے یہ کہہ کر نکاح کیا کیا گیا تھا کہ دوسرا نکاح سنت ہے۔ کبھی آپ کو بے یار و مددگار چھوڑا نہیں جائے گا۔ رشتہ یہ ہمارا تمہارا جنت تک رہے گا۔ تم جان ہی نہیں جان جاناں ہو۔ حلق سے جان تو نکل جائے گی لیکن زبان سے حرف طلاق نہیں نکلے گا، تم اب سے پہلے ستاروں میں بس رہی تھی کہیں۔ تمھیں زمیں پر بلایا ہی گیا ہے میرے لیے۔

اب جب میں ان کے لیے زمیں پر علحدہ لیے گئے گھر میں اتری ہوئی تھی۔ وہ بندہ رات کو شبِ انتظار بنادیتا، کئی کئی دن ہجر کے گزر جاتے وصل میسر نہ آتا۔

میں نے تو مفتی صاحب نکاح کے بعد مسلسل سات دن کا بھی مطالبہ نہیں کیا۔ ہاں فون پر اپنی خیریت دیے جانے کا مطالبہ تھا میرا۔ لیکن مفتی صاحب! جس کا فون ہی اس کے اختیار میں نہ ہو وہ کیوں کر میری خبر گیری کرسکتا ہے۔ مجھے ”اولی“ سے اتنی شکایت نہیں جتنی صاحبِ اولی سے ہے۔ کیا دوسری بیوی بننے کا مفتی صاحب یہی صلہ ملتا ہے۔ کیا بیوی پر بیوی بننے کا نتیجہ یہی نکلتا ہے۔

واقعہ ⑩: تیری بیوی نے مجھ کو رلا دیا

ایک جوڑا میرے پاس آیا ۳۶/ سالہ جوان، ۲۵/ سالہ خاتون، ایک موٹر سائیکل پر بیٹھ کر آئے تھے، میاں بیوی معلوم ہو رہے تھے، سلام کر کے میرے سامنے کرسی پر بیٹھتے ہوئے مرد نے کہا، مولانا صاحب ایک رونگ نمبر کے توسط سے یہ میرے بیچ میں آئی تھیں، بعد میں پتا چلا کہ یہ میرے ہی محلہ کی ہیں اور میرے دوست کی بہن ہیں، اس سے پہلے ایک جگہ میرے رشتہ کی بات چل رہی تھی لیکن سامنے سے کوئی جواب نہیں آیا تھا، میں نے ان سے اپنا رابطہ بڑھادیا اس سوچ سے کہ کہیں یہاں ہی نکاح مقدر ہو۔

اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ جہاں میری بات چل رہی تھی انھوں نے ہاں کر دی، اور میں وہاں نکاح کرنے پر راضی ہوگیا اور نکاح ہو بھی گیا، لیکن ان سے میں بذریعہ فون رابطہ میں رہا، نکاح ثانی کا ارادہ بنتے بگڑتے، رابطہ جاری رکھتے ٹوٹتے ساڑھے تین سال ہو گئے اس درمیان میری

پہلی بیوی سے ایک لڑکی ہوئی تھی اور ایک لڑکے سے وہ حاملہ تھی، میں نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے نکاح ثانی کا اقدام کیا، ان کے گھر پر بات کرکے ایک گھر میں چند احباب کو جمع کیا اور عقد نکاح کا انعقاد کیا، لیکن میں نے یہ کنڈیشن رکھی کہ میں پہلی بیوی کو نہیں بتاؤں گا اور اپنے حساب سے آوں گا، جو ان کی طرف سے تسلیم کرلی گئی۔

میری پہلی بیوی سال میں دو تین مہینے اپنے وطن رہا کرتی تھیں اس موقع پر میرا ان کا پاس روزانہ آنا ہوتا تھا اور جب وہ ممبئ آتی تو دن دن میں ہو آتا۔

وہ دن مفتی صاحب بڑے مزے کے تھے، دونوں ہاتھوں میں لڈو تھے اور پھڈا کچھ نہیں تھا، میری پہلی بیوی وقت بے وقت اٹھتی تھی، اس کے سونے نے میرے لیے سونے پے سہا گا کر رکھا تھا، پہلی بیوی نے میرے حقوق کی پامالی کی، میرے لیے کبھی پلکیں نہیں بچھائیں، لیکن اس بیوی نے میری خاطر داری میں کوئی کمی نہیں چھوڑی، میرے گھر میں داخل ہونے سے لے کر میرے کھانے سے فارغ ہونے تک ایک ٹانگ پر کھڑی رہتی ہے، حسن سیرت و صورت اور حسین معاشرت و مباشرت سے اس نے میرے زندگی کے ان پلوں کو جنت نظیر بنادیا تھا، میں اس سے کافی خوش تھا اس نے مجھے مالی بار سے بھی گراں بار نہیں کر رکھا تھا۔

کتنا اچھا ہوتا کہ زندگی یوں ہی رواں دواں رہتی۔ اس آنکھ مچول میں کافی مزہ آرہا تھا تا آں کہ ایک رات میں اپنی پہلی بیوی کے پاس تھا اور دوسری بیوی نے مجھ کو فون کردیا وہ فون کی اس دن گھنٹی کیا بجی میری دنیا آج تک وائبرٹ ہے، سکون کس بلا کا نام ہے؟ چین کہا ملتا ہے؟ آرام عنقاء ہے، خوف، گھبراہٹ، تناؤ، کھچاؤ شب و روز کے مصاحب ہیں۔ پہلی بیوی بولنے پر آتی ہے تو کئی گھنٹے نان اسٹوپ ذلیل کرتی ہے، ساس سسر کی نگاہوں میں عزت کی چوٹی سے ذلت کی گہرائیوں میں گر گیا ہوں، کوئی قریبی بعیدی کھل کر سپورٹ کرنے کے لیے تیار نہیں ہے، یوں لگتا ہے میں نہ کسی سے مشورہ کرنے لائق رہ گیا ہوں اور نہ ہی معاونت طلب کرنے کے قابل۔ سب زبان حال سے کہہ رہے ہیں ”تیری خود کی گلے لی ہوئی مصیبت ہے، جھیلنا تجھے ہی پڑے گا“ دوست و احباب تسلی دیتے ہیں لیکن اپنی بھابھی کے آہ و بکا نے انھیں بھی پگھلا دیا ہے، میں تو مفتی صاحب قرآن و شریعت کی بات کر رہا ہوں، مجھے تو ایک مولانا نے قرآن میں انگلی رکھ کر بتایا تھا کہ دیکھو اس آیت میں مرد کو کہا گیا کہ دو دو تین تین چار چار

جہاں چاہو نکاح کر سکتے ہیں۔ میرے اس سے بچے بھی ہیں ان کے متعلق بھی خوف کرتا ہوں۔ وہ مجھ سے طلاق مانگتی ہے لیکن میں چاہتا ہوں دونوں رہیں، دونوں کو مکمل حقوق دوں گا۔

دوسری بیوی جو شوہر کی باتوں کے دوران وقفہ وقفہ سے لقمہ دے رہی تھی (شوہر کے لقمہ قبول کرنے سے اندازہ ہو رہا تھا کہ دوسری کا جادو سر چڑھ چکا ہے)اور شوہر کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر دلاسہ دے رہی تھی، اچانک وہ گویا ہوئی: مفتی صاحب میں ان حالات میں اپنے شوہر کے ساتھ ہوں لیکن پہلی والی نے جینا حرام کر دیا ہے، ان کے بارے میں بھی کیا کیا بولا ہے، میرا مفتی صاحب چہرا بھی نوچنے کی کوشش کی ہے، میرے شوہر مجھے بولتے کہ لبیبہ (فرضی نام) میں کیا کروں میں اس عورت سے پریشان ہو گیا ہوں، اس نے میری قدر کبھی نہیں کی، تم دیکھو میری کس قدر قدر کرتی ہو۔

مفتی صاحب میں بس ان سے یہ چاہتی ہوں کہ وہ جس طرح پہلے بیوی کے یہاں رہتے ہیں میرے پاس بھی برابری کریں، مجھے بھی وقت دیں، اگر خدا نخواستہ (میں ان کو برابر منع کرتی ہوں کہ خود سے اقدامِ طلاق مت کرنا لیکن اگر) وہ طلاق لے کر چلی جاتی ہے تو بچے میں خود سنبھالوں گی اپنے بچوں کی طرح، شاید مجھے اللہ تعالیٰ نے اسی لیے اولاد نہیں دی کہ ہوسکتا ہے مجھ سے کوئی اور کام لینا ہو۔ کسی حساب سے مفتی صاحب وہ عورت سمجھنے کے لیے تیار نہیں ہے، لم ڈھینگ عورت ہے کسی کے قابو میں نہیں آتی۔

اس کی بات کاٹتے ہوئے شوہر نے کہا کہ مفتی صاحب میری پہلی بیوی کو آپ سے بات کروانا چاہتا ہوں، ہوسکتا ہے کہ آپ کی بات اس کے سمجھ میں آجائے، میں یہ کہہ کر گھر سے یہاں آیا ہوں کہ اکیلا ہی جا رہا ہوں، (میں سمجھ گیا کہ دوسری بیوی کی موجودگی کی اطلاع نہ دینا اس کے نزدیک کتنا اہم ہے) اپنی بیوی کو فون لگا کر کہا کہ لو مفتی صاحب سے بات کرو، لیکن چیخ و پکار اور غلط للکار سے بچنا۔

میں نے فون لے کر کان پر لگایا تو فون کے اس طرف سے باریک غم و الم سے بھرائی ہوئی، آنسوؤں سے ہم آہنگی کی ہوئی ایک نازک آواز آئی؛ السلام ورحمۃ اللہ مفتی صاحب! میں یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ میرے شوہر نے میرے ہوتے ہوئے ایک غیر محرم عورت سے ساڑے تین سال تک رابطہ رکھا، کیا مفتی صاحب یہ دھوکا دینا نہیں ہے؟ مفتی صاحب وہ بولتے ہیں میں نے دوسرا

نکاح کیا اس میں کوئی دھوکا نہیں ہے! شریعت نے مجھے اجازت دی ہے! کیا مفتی صاحب ایکسٹرا میریٹل افیئر (extra marital affair) کی اجازت ہے؟! مفتی صاحب میں یہ چاہتی ہوں کہ وہ ان کو طلاق دیں اگر ان کو طلاق نہیں دے سکتے ہیں تو مجھے فارغ کریں، میں اپنے بچوں کو لے کر ان بچوں ہی کے ساتھ زندگی گزاروں گی، مجھے شوہر ہٹا ہوا تو پسند ہے لیکن بٹا ہوا نہیں۔

سوکن کا بوجھ میرے برداشت کے باہر ہے، میں اللہ تعالیٰ سے اس بات کی امید رکھتی ہوں کہ میرا خدا مجھ کو اس بات پر معاف رکھے گا، میں دوسری کے وجود پر صبر نہیں مانگ سکتی، یہ دھوکا میں برداشت نہیں کرسکتی، میں ان کے بغیر اس غم کے ساتھ جینا چاہتی ہوں کہ جس سے میں نے بے حد محبت کی جس کے خاطر میں سب سے لڑی اس نے مجھے کس موڑ پر لاکر کھڑا کردیا۔

پہلی بیوی روتے روتے سب کچھ کہتی جارہی تھی۔

مفتی صاحب ان کو منع کریں یہ مجھے بہت بُرا بُرا بولتے ہیں، کہتے ہیں کہ تو ہے ہی ایسی، تو نے کبھی میرا خیال نہیں کیا، تیرے سونے اٹھنے کا کوئی ٹائم نہیں ہے، جب تک اس سے شادی نہیں ہوئی تھی اس وقت تک میں اچھی تھی اب مجھ میں یہ سب عیوب نظر آرہے ہیں، مفتی صاحب دوسری والی بولتی ہے کہ تو شادی کرکے میرے بیچ میں آئی ہے "شادان" سے تو میری پہلے ہی سے رشتہ کی بات چل رہی تھی (یہ کہتے ہوئے اس کے رونے کی آواز بلند ہو جاتی ہے) مفتی صاحب انھوں نے مجھے اس وقت اکیلا چھوڑا اور اس وقت دوسرا نکاح کیا جب ایک عورت کو سب سے زیادہ اپنے شوہر کی ضرورت ہوتی ہے (یعنی ایام حمل میں) میں نے ان کو کہا تھا کہ شادان کبھی ایسا مت کرنا کہ میرے اوپر کسی سوتن کو لاؤ تو وہ مجھے جواب دیتے تھے کہ میں نکاح کرلوں گا اور تجھے بتاؤں گا بھی نہیں اور مفتی صاحب انھوں نے ایسا ہی کیا (کہتے ہوئے اس کی رونے میں دھاڑ نکل گئی) وہ میرے پاس بیٹھتے مجھ سے اجازت لیتے مجھے مناتے، لیکن انھوں نے ایسا نہیں کیا۔

ہائے ہائے میں کس کو اپنا حال بتاؤں، کس کے سامنے میں اپنے سلگتے دل کو رکھوں، حال میرا بدحال ہے، میرے معلوم پڑنے کے بعد میں اپنا دماغی توازن برقرار نہ رکھ پائی، کردنی نہ کردنی مجھ سے سرزد ہوئی، مجھ سے یہ غم بھولا ہی نہیں جاتا اور اس دھوکے کا مداوا ہی مجھ کو نظر نہیں آتا کہ جس مرد کے لیے میں سجتی سنورتی تھی اس کے لیے میں مخلص اور ایک کھلی کتاب تھی، اس نے مجھے اس قدر رسوا کیا کہ میں نہ کسی کو منہ دکھانے کے لائق رہی اور نہ کسی اور مرد کے

لائق رہی، انھوں نے دوسرا نکاح صحیح کیا لیکن میری جگ ہنسائی ہوئی ہے۔
جس بستر کو میرے علاوہ کسی نے روندا نہ تھا آج وہاں سوتن بستی ہے، جو مزاح، راز کی باتیں، میاں بیوی والی گفتگو وہ مجھ سے کرتے تھے کوئی ایک اور بھی ہے جس سے یہ سب کرتے ہیں۔
آخر میرا قصور کیا تھا؟ کیوں میرے ساتھ ایسا کیا گیا؟ کیا آج کے زمانے میں بھی ایسا کوئی کرتا ہے؟ میں نے تو کسی مرد کو اپنا ہاتھ تک نہیں چھونے دیا اور یہ اس کے پاس راتیں گزار گزار کر میرے پاس آتے تھے، جن آنکھوں میں کبھی میں اپنے لیے ہی پیار دیکھتی تھیں، جن ہونٹوں پر میں اپنا ہی حق سمجھتی تھی، جس پہلو کو میں اپنی ہی کروٹ گاہ جانتی تھی، اب وہاں سے کسی اور کی خوشبو آتی ہے، کسی دوسرے کے کپڑے کی چمکی نظر آتی ہے، کسی دوسرے کے چھونے کے احساس نے دل چھلنی چھلنی کر دیا ہے، لیکن محبت اتنی ہے کہ اپنے سے قریب ہی رکھنا چاہتی ہوں، میری کوشش یہ ہے کہ یہ میرے ہی پیار سے شرابور اور سیراب ہو جائیں شاید کہ میرے پیار ہی میں کوئی کمی رہ گئی ہو گی۔
بمشکل میں فون اور اپنی آنکھوں پر قابو رکھ سکا۔ میں نے یہ کہتے ہوئے فون شوہر کو لوٹا دیا کہ ”تیری بیوی نے مجھ کو رلادیا۔“
فون پر میں نے کافی دیر تک بات کی، میں نے ان کو سمجھاتے ہوئے کہا کہ آپ مجھے اپنا بھائی سمجھو، میں آپ کو اپنی بہن کی جگہ پر رکھ کر مشورہ دے رہا ہوں کہ آپ کا فائدہ آپ کے بچوں کا فائدہ اور آپ کے دین و دنیا کا فائدہ اسی میں ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی اس تقدیر پر راضی رہیں، میں آپ کے غم کا مداوا تو نہیں کرسکتا نہ ہی آپ کے غم میں شریک ہوسکتا ہوں۔
ہاں آپ کے غم کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہوں آپ کی تکلیف کا احساس کرسکتا ہوں، کیوں کہ جو حالت آپ پر گزری ہے وہ میرے اپنوں پر بھی گزر چکی ہے۔
آپ اللہ تعالیٰ سے صبر مانگیں، اللہ تعالیٰ آپ کے دل میں صبر ڈالنے پر قادر ہے، آپ کہہ رہی ہیں میرے شوہر پر دوسری والی نے جادو کروایا ہے ایسا کچھ نہیں ہے مسحور شخص آنکھوں سے پہنچانا جاتا ہے، آپ رضا بر قضا رہیں۔ زندگی میں ہر ایک پریشان ہے، کوئی گھر گرائے جانے سے، کوئی اولاد کی وفات پا جانے سے، کوئی جنگ و جدال سے آپ ماشاءاللہ کافی اچھی حالت میں ہیں، اس رب کا شکر ادا کیجیے۔ ہوسکتا اللہ تعالیٰ اس میں جس کو آپ شر سمجھ رہی ہیں کوئی خیر

نکال دے ، اللہ تعالیٰ کے ہر عمل کے ورے بہت سی مصلحتیں ہوتی ہیں۔ بندے کو اس کا علم نہیں ہوتا۔ یہ آپ پر آزمائش ہے تا کہ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں، آپ کی گناہ معاف ہوں یا درجات بلند ہوں۔

میں نے اپنی باتیں ایک ساتھ لکھ تو دی لیکن وہ مجھے بولنے نہیں دے رہی تھی اور اپنی فصیح غازی آبادی اردو میں مجھے ہی وہ باتیں کہتی جارہی تھی جن کا اوپر ذکر کیا گیا۔

واقعہ ⑪: حلال نسبت

ایک خاتون نے کہا: ہمارے خاندان میں دوسری بیوی بننا قابل تعجب اور لائق ملامت نہیں ہے، ہمارے خاندان کی ایک عورت بذات خود اپنی سوتن کو رخصت کرا کے لے کر آئی تھی۔

میری عمر زیادہ ہونے اور صحیح مناسب رشتہ اور حلال نسبت کے دست یاب نہ ہونے کی وجہ سے میری توجہ کی لگام بھی شریعت کے اس بے نظیر حکم (تعدد ازدواج) کی طرف ہوگئی۔ میں نے اس حکم میں غور وفکر کیا تو میں نے پایا کہ ایک تو قابل مرد کم یاب ہیں اور جو ہیں وہ ایک ہی پر اکتفا کیے ہوئے ہیں۔ اگر وہ تعدد کی ضرورت کا احساس کریں تو بہت سی حلال نسبت کی متلاشی خواتین کو لائق مرد حاصل ہوجائیں۔

چناں چہ اس سلسلے میں میں نے مضامین بھی لکھے جو انقلاب اخبار میں شائع ہوئے، اپنی سہیلیوں میں بھی اس کا تذکرہ کیا۔ میری ایک سہیلی نے مجھے اپنے شوہر کے رشتہ کی پیشکش کی۔ استخارہ اور ان کے گھروندے کی جانچ پڑتال کے بعد مجھے وہ بندہ سمجھ میں نہیں آیا۔

بالآخر میرے رب نے میری سن لی اور مجھے دوسری بیوی بننے کی حیثیت سے ایک رشتہ آیا۔ جو مجھے از حد پسند آیا لیکن میرے گھر والے مطمئن نہیں تھے۔ میں نے اپنے بل بوتے پر گھر والوں کو راضی کرنے کے بعد شادی کی، تمام تر تیاریاں کیں اور ایک گھر بھی کرائے پر مہیا کرلیا جہاں مجھے رخصت ہو کر جانا تھا۔

نکاح ہوگیا، ایک وقت تک سب کچھ برابر چلتا رہا، میں خوشیوں کے دیے جلانے لگی، اور رب تعالیٰ کی شکر گزار رہی۔ پھر میرے شوہر کو اچانک کیا ہوگیا۔ انھوں نے کہا: میں اپنی پہلی بیوی کو سب کچھ بتانا چاہتا ہوں ۔ تا کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے اور بلا جھجک آنا جانا شروع ہوجائے۔

مجھے اس میں کوئی اعتراض نہیں تھا، چھپانے کا بھی فیصلہ انھیں کا تھا اور یہ فیصلہ بھی انھیں کا ہے۔ ”جی ٹھیک ہے“ سے زیادہ میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔

پہلی بیوی کو مطلع کرنے کا دن ہے اور آج کا دن۔ مفتی صاحب! تماشے کہاں کہاں نہیں ہوئے؟! کیا کیا نہیں سننا پڑا؟ بالوں سے پکڑ کر دیوار میں دبا کر جو مجھے مارا ہے میں پولس کی معاونت کے بغیر اپنے آپ کو غیر محسوس سمجھنے لگی۔

پولس کے پاس گئی تو وہ (شوہر) بھی ”پہلی“ ہی کی طرف داری کر رہا تھا۔ کہہ رہا تھا اگر پہلی بیوی چاہے تو اپنے شوہر کو بلا شنوائی بلا ضمانت سات سال قید کرواسکتی ہے۔

گھر والے چوں کہ رشتہ کے مخالف تھے ان کا در بھی غیر ہو چکا تھا۔ یوں لگ رہا تھا زمین اپنی وسعت کے باوجود مجھ پر تنگ ہوگئی ہے، دنیا جہاں اپنی چہل پہل کے باوجود سونی ہوگئی ہے۔ میرے شوہر سے جب بھی ملتی ان کے چہرے پر یا کلائیوں پر یا سینے پر کھرچنے کے نشانات پاتی۔ حال تاہنوز ایسا ہی ہے۔

میں نے ایسا رشتہ نہیں چاہا تھا، میں حلال نسبت کی خواہاں تھی، جو اس بے عصمت ماحول میں محافظِ عصمت ہو۔ مجھے نہ ان سے گھر چاہیے، نہ مال، نہ زیورات، نہ جائداد۔ بفضل الٰہی میرے والد کافی کچھ چھوڑ گئے ہیں۔ مجھے میری جنسی ضرورتوں کا کفیل اور ایک وقایہ چاہیے۔ کہتے ہیں کہ شوہر ”وقایہ“ ہوتا ہے بچاؤ کا ذریعہ اور اغیار کی نگاہوں کے لیے ڈھال ہوتا ہے۔ میں ہر کس و ناکس کے لیے تختۂ مشق اور ہر دوسرے کے لیے امید کی کرن اور ہر ایرے غیرے کے لیے بار بار مخطوبہ نہیں بننا چاہتی تھی۔ میں ایک ہی مرد کی وجاہت چاہتی تھی۔ وہ مجھے مل بھی گیا لیکن کوئی ہے جو اس کو آنے نہیں دیتا۔

واقعہ ⑫ : ناتمام خواب اور موٹر سائیکل کی کہانی

مولانا ابو بکر زید پوری کے پاس فائن ٹچ میں ایک شخص مدن پورا کے آیا جایا کرتے تھے۔ زید پوری صاحب خود صاحبِ اشتنتین تھے۔ انھوں نے ایک مرتبہ مذکورہ شخص سے کہا کہ ذرا مفتی صاحب کو اپنا واقعہ تو بتائیے۔ تو صاحب بمبیا زبان میں نان اسٹاپ گویا ہوگئے:

میرے دوست کا انتقال ہوگیا تھا، اس کی بیوی بہت پریشان رہنے لگی، دوستی کا رشتہ نبھاتے ہوئے میں اپنے دوست کی بیوی کی مدد کرنے لگا، عورت کو سرکاری کاموں کے لیے کہیں جانا

ہوتا تو میری ہی ''موٹر سائیکل'' ہمیشہ تیار رہتی، ڈاکٹر کے پاس جانا ہے تو بھی میری موٹر سائیکل کام آتی۔ مجھ کو کسی نے مشورہ دیا کہ اپنے اس رشتہ کو شرعی بنادو ! کیوں امداد میں گناہ شامل کرتے ہو؟ مجھے اور اس خاتون دونوں کو یہ بات سمجھ میں آگئی اور نکاح کے لیے ایک دن بوقت صبح طے کرلیا گیا۔

جب وہ متعین کردہ دن آیا اور اس صبح میں بیدار ہونے کے قریب تھا کہ خواب میں کچھ ٹھوکنے جیسی آواز سنی، مجھے لگا کہ میری دوسری شادی کے شامیانے گاڑھے جارہے ہیں، اور صبح سے قریب کا خواب ہے جو ضرور شرمندۂ تعبیر ہوگا۔

میں بیدار ہوا نہادھو کر تیار ہوا اور ہیلمیٹ لے کر گھر سے باہر میری ''موٹر سائیکل'' چلانے کے لیے نکلا تو دیکھا کہ اس کے کے تمام پرزے جدا جدا ہیں، ہینڈل الگ، گدی الگ، پہیہ الگ۔

ابھی میں اس حیرانی سے نکلا نہیں تھا کہ میری بیوی نے پیچھے سے آکر کہا کہ ابھی تو یہ حال موٹر سائیکل کا ہوا ہے اگر پھر ایسا سوچا تو آپ کے پرزے جوڑ بند جدا جدا کردیے جائیں گے۔

میں سمجھ گیا کہ نیم خوابی میں جو ناتمام خواب شادی کی شامیانے کے گاڑھے جانے کی آواز میں سن رہا تھا وہ درحقیقت میری موٹر سائیکل کی اپنے مالک کو آخری پکاریں تھیں کہ آقا اس بے حقیقت خواب سے باہر نکلو اور حقیقت کی خبر لو۔

اس مرد نے کہا کہ میری بیوی کو بھنک تو پہلے ہی سے تھی لیکن تحقیق و تجسس سے وہ اصل بات تک پہنچ گئی تھی۔

واقعہ ⑬: ایک مفتی صاحب کا واقعہ

ایک مفتی صاحب تھے، بڑے سنجیدہ، علم کے چشیدہ، آوارگی سے کشیدہ، اولی سے رنجیدہ، زواج ثانی کے گرویدہ۔ دار الافتاء کی ذمہ داری تھی، حالات کے ماروں سے روابط کی کثرت تھی۔ ان ہی مصائب کے ماروں میں ایک غم کردۂ شوہر خاتون گریاں لرزاں مفتی صاحب کے پاس آئی۔ کہ کوئی رشتہ ہو تو مجھے یاد کیا جائے۔ گویا کوئی شکار شکار کیے جانے کی فریاد شکاری سے کر رہا ہو۔

مفتی صاحب نے کسی دوسرے وقت فون کر کے کہا کہ ایک رشتہ ہے، جو بحیثیت دوسری بیوی کے آپ کو قبول کرنا چاہتا ہے، اگر آپ کو قبول ہے تو ابھی دار الافتاء آجائیں۔ خاتون خاوند کی خواستگار ہی نہیں ضرورت مند تھی، خاتون دار الافتاء پہنچی تو مفتی صاحب اس کو اولیٰ (پہلی

بیوی) کے حضور گھر لے آئے، کہا کہ میں ان سے شادی کرنا چاہتا ہوں اور خاتون کو کہا کہ یہ میری پہلی بیوی ہے۔

اولی سنتے ساتھ ہی اپنا آپا کھو بیٹھی اور مخطوبہ کے سامنے ہی مفتی صاحب پر اس طرح حاوی ہو کر غالب آئی کہ ثانیہ بننے کے بُنتے خواب یک دم چکنا چور ہو گئے اور اس اقدام سے توبۂ نصوح کر لی۔

مفتی صاحب نے مدرسہ کی دال اور کڑی کھچڑی کھائی تھی، ان کے جوش کو لگام اس واقعہ سے ہرگز نہیں ملنی تھی، انھوں نے دوسری جگہ ناکامی کے بعد تیسری جگہ مراد کو پالیا۔

مترقبہ ہنگاموں کے درمیان اپنے سالوں سے خفگی اور کشتنی جھیلنے کے بعد اولی سے کچھ اس طرح برتاؤ کر بیٹھے کہ اس سے تقریبا ہاتھ دھو بیٹھے۔ دوسرا نکاح کرنے کے بعد اب بھی وہ ایک بیوی والے ہی ہیں۔

واقعہ ۱۴: لاف زنی ولن ترانی

ایک خاتون کے بارے میں معلوم ہوا؛ جس وقت وہ عمرہ پر تھیں ان کے شوہر کا یہاں ممبئی میں انتقال ہو گیا، جوانی میں چار بچوں کے ساتھ بیوگی، زندگی کا دشوار ترین مرحلہ تھا۔

دوسرے جانب ایک بندۂ خدا تھے جو برسوں سے زواج ثانی کا خواب دیکھ رہے تھے، دوست یاروں کی مجلس تذکرۂ عقد ثانی سے گرم رکھتے۔خوش ہوتے خوش کرتے اور قہقہے وصول کرتے۔

شریعت نے بھی ان کے لیے "ثانیہ" بنائی تھی لیکن ان کو نہیں پتا تھا کہ وہ کب ملے گی اور کہاں دستیاب ہوگی اگر مقدر ہے تو کب میرا ان سے سامنہ ہو گا؟ میری تڑپ تو سچی ہے، باتوں میں زبانی جمع خرچی اور لاف زنی نہیں ہے۔

اچانک ان کو ان کے دوست کی طرف سے بذریعہ فون اطلاع دی جاتی ہے کہ ہمارے اقرباء میں سے ایک عورت بیوہ ہوئی ہیں جیسا کہ آپ کو معلوم ہے، ہم آپ کا ان سے نکاح چاہتے ہیں۔

یہاں پر بھی مسئلہ "اولی" سے اخفاء کار کھا گیا، جس کو قبول کر لیا گیا، نکاح کا انعقاد ایک دوکان میں ہوا، خاتون کہتی ہیں کہ نکاح کے فورا بعد ان کا گجرات کا سفر ہوا، اس سفر میں انھوں نے فون پر، واٹس اپ پر کافی باتیں کیں، بس یہی ہماری شبِ اول تھی۔ چار چھ مہینے میں وہ

میرے پاس چار چھ مرتبہ میں ہی آئے ہوں گے ، اس درمیان ان کی پہلی اہلیہ کو بھی علم ہوگیا اور اتفاق سے وہ کئی سالوں کی ناکامی کے بعد ہمارا نکاح ہوتے ہی حاملہ بھی ہوگئیں، یہ بات اس کی جانب کو اور مضبوط کر رہی تھی۔

اس کے تماشے اور ہماری بڑھتی ہوئی تکرار کے بعد بالآخر انھوں نے مجھے اسی دکان میں تین طلاق کا تحفہ دیا جس دکان میں نکاح کو قبولیت سے نوازا تھا، میں کافی سال دماغ کی دوا پر رہی اور آہستہ آہستہ اپنی بچیوں کی تربیت کے لائق ہوئی۔ اور اب میرا ہندوستان میں دوسری شادی کے کامیابی پر سے یقین اُٹھ سا گیا ہے۔

واقعہ ⑮: دو سہیلیاں لکھنوی و دکنی

تبلیغی جماعت ایک اچھا پلیٹ فارم ہے۔ اس کام کی برکت سے دین و دنیا خوب سنورتی ہے۔ مستورات کا مقامی اجتماع بھی خیر ہی کو وجود میں لاتا ہے۔ ایک لکھنوی خاتون زبان صاف، لہجے میں مٹھاس، اردو میں نستعلیقیت، رنگ میں دن کی سفیدی، اجلا پن اور شفافیت۔

ہلکی دھیمی کثیر الاوقاف تقریروں سے متاثر کرنا ان کی خاص پہنچان تھی۔ کھانا محتاط کم تیکھا کم نمکا ہوتا۔ صحت کا خیال اس قدر کہ نانی ہونے کے باوجود رشک قمر اور شاخ نما۔ بایں ہمہ مطلقہ تھیں اور دو بچیوں سے سگی نانی۔

اس کے برخلاف ان کی تبلیغی سہیلی دکنی۔ تاریک رات میں سیاہی، رخ پر نہانے کے بعد بھی بارا بجے ہوئے۔ تقریر میں مہاراشٹریوں کی طرح جملے کے آخر میں ''انچ، تیچ'' لگانے کی عادت۔ کھانے میں لال مرچ کی مقدار زیادہ۔

دونوں میں خوب چھنتی تھی، ہدایا کا لین دین، گھر میں بنے کھانے کا اعطاء اور ایتاء ہوتا رہتا تھا۔ ایک مرتبہ لکھنوی نے دکنی سے کہا کہ آپ کے شوہر تبلیغی جماعت میں پیش پیش رہتے ہیں۔ ان سے کہیں کہ مجھے نکاح کرنا ہے اگر کوئی شخص ہو تو میرے لیے بات کریں۔

بھولی دکنی نے یہ بات جاکر اپنے شوہر کو پہنچا دی۔ اولاً مرد نے ارد گرد کافی نظر دوڑائی خوب غور و خوض کیا لیکن اپنے سے اچھا اس کے لیے کوئی رشتہ نہ پایا۔ اور اپنی بیوی کو اطلاع دیے بغیر اپنا پیغامِ نکاح بھیج دیا کہ ''اگر نکاح ہی کرنا ہے تو بندہ یہ خدمت بخوبی انجام دے سکتا ہے'' لکھنوی طویل عرصہ سے گم کردۂ شوہر ہونے کی وجہ سے مانند شوہر نہ دیدہ تھی۔ اس نے

بھی اپنی سہیلی سے سچی یاری نبھاتے ہوئے ہاں کر دیا۔

شادی ہو چکنے کے بعد معمولی سے ہنگامے ہوئے پھر باریاں طے ہوگئیں۔ ہلکی ہلکی کھینچا تانی آہستہ آہستہ بڑھتی گئی، دو سہیلیاں جو پہلے آپس میں کھانا اور وقت ساتھ شیئر کرتی تھیں شوہر کو شیئر نہ کرسکیں۔

ثانیہ (لکھنوی) اپنے برابری کے مطالبے پر پرزور قائم تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ میرے حقوق منتشر نہ ہوں، سوتنوں کے آپسی مناقشے اور مباحثے نے شوہر کو لکھنوی سے دور کر دیا اور اپنے بچوں کے ماں کے پاس وقت گزارنے لگا۔

آخری اطلاع یہی ہے کہ لکھنوی نے اپنی برسوں ساتھ رہی جگری یاری بھی کھوئی اور اپنے یار کو بھی نہ حاصل کر پائی۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم

واقعہ ⑯ : کمزور عورت عادت سے مجبور

مفتی صاحب میں اپنے شوہر کی دوسری بیوی تھی، انھوں نے اپنی پہلی بیوی کو چھوڑ دیا تھا، پھر مجھ سے نکاح کیا تھا، میں کنواری دوشیزہ اور وہ تجربہ کار خاوند تھا، اس نے مجھ پر بہت سی پابندیاں لگائیں، میں نے ان سب پابندیوں کو قبول کیا، میرے دل میں اس کا ڈر سا بیٹھ گیا تھا، وہ گلف کنٹری میں تھا لیکن وہ یہاں مجھے فون پر کوئی حکم دیتا تو کیا مجال کہ میں اس کی تعمیل نہ کروں۔ تمام لوگوں میں مجھے سب سے زیادہ ڈر اسی کا تھا، اس نے میرے گھر والوں کو بھی کہہ سکتے ہیں جوتے کی نوک پر رکھا تھا، اللہ تعالیٰ نے پیسا وافر دیا تھا اور ہم روکھی سوکھی کھانے والے تھے۔

وہ سال میں دو تین مہینے میرے پاس آتا اور پھر باہر چلا جاتا جس کے نتیجہ میں میرے تین بچے ہوئے، میرے جسم کے جوڑ بند ڈھیلے پڑ گئے، چہرے کی رعنائی ماند پڑ گئی، نزاکت اور کچی عمر کا کھلا بدن بل کھا گیا، کسا ہوا جسم کسمسا گیا۔

پھر اس نے اپنی بچپن کی محبت کو چالیس سال کی عمر کے بعد پالیا اور میرے اوپر اس سے نکاح کرلیا۔ مفتی صاحب بعید نہیں کہ میں سوکن کو برداشت کرلیتی کیوں کہ مجھ میں زیادہ بل بچا نہیں تھا اور خاوند کا خوف دل میں گھر کیے ہوئے تھا لیکن وہ میری سوکن کو میرے ہی گھر میں بالکل متصل کمرے میں لے آیا۔

اس کی باریوں کے بے ترتیبی نے اور رات میں آنے والی ناشنیدہ آواز نے مجھے لڑنے پر مجبور کر دیا، لڑائی بڑھتے بڑھتے اس قدر بڑھ گئی کہ میں نے چاقو اٹھالیا تا کہ اس کے عضو تناسل کا قصہ ختم کر دوں کہ ''خس کم جہاں پاک'' یہ میری خام خیالی تھی، میں اس کے ایک ہاتھ کی تھی۔

بہر حال وہ وقت پر اپنے ملازمت کی جگہ خلیجی ملک چلا گیا، وہاں کسی عربی شیخ سے اپنے ہی کو مظلوم جتلاتے ہوئے مسئلہ معلوم کیا کہ شیخ میں نے دوسرا نکاح کیا، اس پر میری پہلی بیوی چراغ پا ہوئیں حتی کہ انھوں نے مجھ پر میرے عضو تناسل کا ارادہ کرتے ہوئے چاقو بھی اٹھایا۔

یہ سنتے ہی شیخ تلملا گئے انھوں کہا: طلقها فانها ظالمة طاغية ناشزة.

چنانچہ میرے شوہر نے وہیں سے مجھے واٹس اپ پر تین طلاقیں لکھ دیں۔ اس غیر متوقع اقدام کا مجھے ذرا اندیشہ نہیں تھا، میرے ان سے تین بچے تھے، میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ وہ ان معصوم بچوں کا بھی خیال نہیں کریں گے۔ کوئی کتنا بھی گیا گزرا آدمی ہو وہ اپنے بچوں کا تو سوچتا ہی ہے نا؟ کیا کوئی دوسری کے پیار میں اتنا اندھا بھی ہوسکتا ہے مفتی صاحب؟! درحقیقت غلطی میری بھی تھی، لڑائی بھڑائی اور اناپ شناپ بکنے میں میں نے بھی کسر نہیں چھوڑی تھی، اس وقت میں نے بھی بچوں کا خیال نہیں کیا تھا، میں بھی سوچتی تھی کہ یہ بچے میں اپنی ماں کے گھر سے تھوڑی لائی ہوں، میں اکیلے ہی کیوں ان کا خیال کروں اور ان معصوم بچوں کے سامنے ان کے باپ کو ذلیل کرتی رہی۔

آج قدرت نے مجھے اس موڑ پر کھڑا کر دیا ہے کہ میں کسی مرد کی دوسری بیوی بنی ہوئی ہوں، سوکن آنے پر جو میں نے کردنی ناکردنی انجام دی اور جس حکم خداوندی (تعدد ازدواج) کے بارے میں - اللہ معاف کرے - شکوک وشبہات دل میں جنم لے رہے تھے، آج اسی حکم خداوندی کو اپنے لیے رحمت سمجھ رہی ہوں۔

میری اس دوسری شادی کو پانچ سال ہو چکے ہیں لیکن ان کی پہلی بیوی کو اس کا علم ابھی تک نہیں ہے۔ درحقیقت اخفاء کی چاہت میری ہے یہ تو علانیہ نکاح چاہتے تھے، لیکن میرے دل میں ابھی بھی پہلے شوہر کا خوف بیٹھا ہوا ہے کہ کیا پتا وہ کیا ہنگامہ کرے گا اور میرے بچوں کو کہیں مجھ جدا کر دے گا تو میں جیتے جی لاش بن جاؤں گی، میری زیست قید خانہ ہو جائے گی، میری تاریکیوں میں مزید اندھیرا ہو جائے گا۔

دراصل مفتی صاحب میں نے طلاق کے بعد ارادہ کرلیا تھا کہ اب آگے نکاح نہیں کروں گی، لیکن بہت جلد مجھے احساس ہوا کہ ایک عورت کو زندگی کے ہر موڑ پر ایک ہم سفر، ہم راز اور ہم درد کی ضرورت پڑتی ہے۔ چاہے بستر پر رات نہ گزارے لیکن شوہر کا نام ہی ایک بڑی طاقت ہوتی ہے۔

میں نے اپنے خیرخواہوں کو اپنی اس آرزو کا اظہار کیا تو میری عمر سے بیس سال بڑے ایک ملنسار خوش مزاج شخص کا رشتہ بحیثیت دوسری بیوی کے آیا اس وقت میں نے دوسری بیوی بننے کے حکمِ جواز ہی کا سہارا لے کر اپنی زندگی کو آسان کیا اور جس ذلتی کی گہرائی میں میں اور میری انا گر چکی اس کو ذرا سہارا دیا۔

آج میں اس حکم خداوندی کی احسان مند ہوں اور اس میں چھپی مصلحت کی معترف ہوں۔

واقعہ ⑰ : آخری واقعہ

ایک مرتبہ پینتالیس سالہ ’’جوان‘‘ میرے پاس تشریف لائے، کہا کہ میرے بیوی کی عمر ۴۲ سال ہے، سولہ سال شادی کو گزر چکے ہیں، اللہ تعالیٰ نے شادی کے چھ سال بعد یکے بعد دیگرے دو پھول جیسے بچے عطا کیے، حمل کی محافظت کے خاطر وہ نو ماہ اپنے میکے چلی گئی تھیں، پھر جب آئیں تو واپس حمل ٹھہر گیا دوبارہ نو ماہ کے لیے گئی تو بچوں کے بار و پرورش کے لیے وہیں سکونت پذیر ہوگئیں، میں بیوی بچوں کی دوری کیوں کر برداشت کرتا، میں نے اسی بلڈنگ کے دوسرے فلور پر گھر خرید لیا جس بلڈنگ کے تیسرے مالے پر میرے بچوں کا ننھیال تھا۔

لیکن پھر بھی اہلیہ عموماً اپنی ماں کے یہاں رہتی، صرف سونے گھر آتی اور ساتھ کھانا بھی بنا لاتی، یہ سب تو میرے لیے ٹھیک تھا لیکن رات میں بھی وہ قابو نہیں دیتی، کبھی چار ماہ بعد کبھی آٹھ ماہ بعد ملاپ ہوتا اور جس دن وہ کہہ دیتی کہ آج ملن کی رات ہے تو وہ میرے لیے چاند رات، اور شب برات ہوتی۔

دوریاں بڑھتی گئیں مدت دراز ہوتی گئیں، عمر لمبی ہوتی گئی اور حاجتیں جوان ہوتی گئیں، مجھے لگتا ہے میں جنسی اعتبار سے بیس سالہ ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے ایک کمسن نازک کلی انیس سالہ لڑکی ایک سنہرے خواب کی طرح میری جھولی میں ڈال دی۔ مجھے فرماں بردار بیوی پسند تھی جو ’’بیٹھ بولے تو بیٹھ‘‘ کا سہی مصداق ہو۔ یہ ویسی

ہی تھی۔اس سے نکاح کو ایک سال ہوگیا اور اب وہ بھی میرے بچے کو جنم دینے والی ہے۔
سب کچھ ٹھیک ٹھاک ہی نہیں بہت عمدہ چل رہا تھا کہ مجھے کیا ہوا میری مت ماری گئی تھی؛ میری پہلی بیوی نے مجھے کہا: کیا ہوا کیوں اتنے اکھڑے ہوئے ہو، اب تو پاس بھی نہیں بلاتے ، اب تو ہاتھ ہی نہیں بڑھاتے، اب تو اپنی چادر میں لپٹ کر سو جاتے ہو ، رات کی تحریک بھی گم ہے!!!!
کیا کہیں چکر چل رہا ہے؟
میں نے آو دیکھا نہ تاؤ، کہہ دیا چکر نہیں شادی کرلی ہے، شادی۔
پھر کیا تھا ہنگامہ خیزی ،شورش انگیزی ،افراتفری،ابتری،بدنظمی، کھلبلی اور بے کلی کی مسموم فضائیں تھی،سر پر آئی بن بلائی بلائیں تھیں، خود اپنے گلے لی ہوئی آزمائشیں تھیں۔
ایک موقع پر اس کے بھائی اور ماں جمع ہو گئے، اور شریر لوگوں کی شیریں گفتنی سے جو مجلس گرمائی گئی وہ میرے سر پر میری ساس کی طرف سے چابیوں کے گچھے کی مار سے سرد ہوئی۔میرے سالے نے بھی حقِ اخوت خوب نبھایا اور ماں کے نقش قدم پر چلنے میں اطاعت کا بھی حق خوب ادا کیا۔
میں(راقم) کچھ سمجھانے ہی کے ارادے سے کھنکھارنے لگا تھا کہ وہ کہنے لگے، کل میری پہلی بیوی اور ان کے گھر والے ایک بریلوی مولانا اور وکیل کو لے کر بیٹھنے والے ہیں جو مجھ سے تین طلاق دلوائیں گے اور پراپرٹی کا کچھ مسئلہ زیر بحث آئے گا، مجھے کچھ ایسا طریقہ بتائیں کہ میں طلاق دوں اور طلاق نہ ہو۔
میں نے کہا اب پوشیدہ رکھنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے، اب برملا آپ اپنی دوسری بیوی کے ساتھ رہیے، ابھی کچھ حیلہ کرکے چھپالوگے پھر چند ماہ بعد بقائے نکاح آشکارا ہو جائے گا، پھر ہنگامے ہوں گے۔
اس نے کہا مجھے کچھ مہلت مل جائے تو میں معاملہ ان شاءاللہ سنبھال سکتا ہوں۔پہلی بیوی سے تو مجھے ذرہ برابر دلی لگاؤ نہیں ہے نہ اسے مجھ سے ہے۔
میں نے کہا پھر پہلی کو طلاق دے دو، کیوں اس کو لٹکائے رکھنا چاہتے ہو۔
انھوں نے کہا کہ میں بچوں کی لائف داؤ پر نہیں لگا سکتا وہ ابھی ہی مجھے دیکھ کر دروازہ

بند کر رہے ہیں۔ وہ لوگ انھیں بریلوی بنا دیں گے۔ اور میری سات پراپرٹی پہلی بیوی کے ساتھ مشترک ہیں۔ آپ بس مجھے کل کے دن بچ نکلنے کا کوئی طریقہ بتادو، میں اپنی انیس سالہ حاملہ بیوی کو نہیں چھوڑ سکتا جس نے زوجیت کے حقیقی مزے دیے ہیں، جو مطیع و فرماں بردار ہونے کے ساتھ میری عفت مآبی کی بھی محافظ ہے، اس کا اس کی ماں اور میرے علاوہ کوئی نہیں ہے۔ میں اسے نہیں چھوڑنا چاہتا۔

میں نے کہا ایک طریقہ ہے؛ صاحب کے کان کھڑے ہو گئے، اور ہمہ تن گوش ہو گئے۔
میں نے کہا ذرا دھیان سے سنیے؛ وکیل کے بارے میں تو یہ کہیں کہ اس سے پراپرٹی کے تعلق سے کاغذات بنانے ہیں، طلاق کے نہیں، یہ عذر کریں کہ اگر وکیل کے سرکاری کاغذات دوسری بیوی کے ہاتھ لگ گئے تو یہ ایک سرکاری ثبوت ہو گا اس بات پر کہ میں نے اس سے نکاح کیا تھا اور اب طلاق دی ہے اور وہ مجھے طلاق کے مقدمہ میں پھنسا سکتی ہے۔ ہاں بریلوی مولانا سے طلاق کا معاملہ حل کریں گے۔

میں نے کہا جب بریلوی مولانا آپ کو تین طلاق دینے کہے گا تو آپ یہ کہنا ”میں فلانی کو طلاق طلاق طلاق دیتا ہوں“ اور نیت ایک ہی کی کرنا، اور یاد رکھنا لفظ ”تین“ اپنے منہ سے مت نکالنا، اور نہ اپنی دوسری بیوی کو اس مجلس میں موجود رکھنا نہ فون پر۔ پھر کچھ دیر بعد اپنی طلاق سے رجوع کر لینا۔

وقال في الخانية: لو قال أنت طالق، أنت طالق، أنت طالق، وقال: أردت به التكرار صدق ديانة، وفي القضاء: طلقت ثلاثا. (شامی)

یہ سنتے ہی صاحب کی باچھیں کھل گئی اور ہونٹوں کی ہنسی سے چہرا کھلکھلانے لگا۔
میں نے کہا کہ جو بھی ہو آپ مجھے فون پر اطلاع ضرور کریں۔
بتائے گئے مذکورہ حیلے میں مجھے کچھ کھٹک پیدا ہوئی تو میں نے فون کر کے کہا کہ ان الفاظ کے کہنے کے بعد ان شاءاللہ بھی کہہ دینا۔

آمدم بر سر مطلب:

سوال کے جواب کا فصل دراز تر ہو گیا۔ سوال یہ تھا کہ ”کیا کسی کی دوسری بیوی بننا گناہ اور موجب سزا عمل ہے؟ مرد قابل سزا ہے یا عورت اس بات کی سزاوار ہے کہ اس جرم کی

پاداش میں وہ ہر ذلت برداشت کرے، الزامات پر ساکت رہے اور ہر ناانصافی کو قبول کرے؟ معاشرے نے کس کو جرم سمجھ رکھا دوسرے نکاح کو یا دوسری بیوی بننے کو؟ دوسری بیوی بننے کی کیا اس طرح اجماعی عملاً حوصلہ شکنی جائز ہے کہ کوئی عورت اس عمل کی جرأت نہ سکے؟ دوسرے نکاح کے بعد کیا مرد کو اس طرح بے پرسانِ حال چھوڑ دینا درست ہے کہ کوئی مرد از راہِ سنت بھی اس اسوہ پر عمل کرنے کو بے محل اقدام اور بے فائدہ مصیبت گلے مول لینا گردانتے لگے؟"

اوپر گزرے ہوئے سترہ واقعات سے اِسْتِقْرَاءً یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ دوسری بیوی بننے کے بعد ظالم کون ہوتا ہے اور مظلوم کون؟ اور اس جرم میں ظالم کی پشت پناہی میں قانون کا کتنا ہاتھ ہے اور معاشرے کا کتنا حصہ ہے۔

اگرچہ بیوی پر بیوی بننے کے سلسلے میں کچھ خوش کن اور ہمت افزا واقعات بھی ہیں جن میں سے کچھ آگے ذکر کیے جائیں گے۔ لیکن عمومی حال بد سے بدتر ہے، خصوصاً اہل علم شریف مرد کے لیے۔ ایک امام کے بارے میں علم ہوا کہ اس نے مسجد سے قریب کسی خاتون سے دوسرا نکاح کرلیا ہے تو ان کو امامت سے دست بردار ہونا پڑا۔ سماج ایسے شخص پر آوارگی کا ٹھپہ لگاتے ہیں اور اپنی بہن بیٹیوں پر اسے خواہ مخواہ مشکوک گردانتے ہیں۔ اور "کیا ہے تو بھگتنا پڑے گا" کہہ کر بے یار و مددگار چھوڑ دیتے ہیں۔ دوسری بیوی کو بدچلن، سخت دل اور خوشیاں چھیننے والی کا طعنہ دیا جاتا ہے۔

تعجب تو یہ ہے کہ یہ باتیں صرف "پہلی بیوی" سے نہیں معاشرے کی اکثریت سے پیش آتی ہیں۔ مرد کے رشتہ دار اور ثانیہ کے مددگار بھی ہاتھ کھینچ لیتے ہیں۔

ہم نے اپنے معاشرے کا تو جائزہ لے لیا۔ آیئے اب ذرا قرن اول کا جائزہ لیتے ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب ان کی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیوہ ہوگئیں تو آپ نے اپنی بیٹی کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر، پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر پیش کیا کہ اگر آپ چاہیں تو اپنی بیٹی کا نکاح آپ سے کرا دوں؟ (صحیح بخاری)

حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ تعالی لکھتے ہیں کہ: وفيه أنه لا بأس بعَرضها عليه، ولو كان متزوجا، لأن أبا بكر كان حينئذ متزوجا. یعنی اس میں بھی کوئی حرج کی بات نہیں ہے کہ کوئی اپنی بہن یا بیٹی کو کسی ایسے کے سامنے بغرضِ نکاح پیش کرے جو پہلے ہی سے

بیوی والا ہو۔ کیوں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اس وقت بیوی والے تھے۔

حضرت علقمہ بن قیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں منی میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جو اس وقت خلیفہ تھے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: کیا آپ کو اس میں رغبت ہے کہ میں کسی نوجوان کنواری لڑکی سے آپ کا نکاح کرادوں؟ وہ لڑکی یاد دلا دے گی آپ کے گزرے ہوئے دن۔ (بخاری و ابن ماجہ)

اس وقت حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے عقد نکاح میں ان کی بیوی غالباً مسمات زینب موجود تھیں لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو معیوب نہیں سمجھا اور منیٰ جیسے مقدس مقام پر اس کی پیشکش کی۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد نکاح میں کئی بیویاں تھی اس کے باوجود ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی بہن عَزَّہ کا رشتہ آپ کو پیش کرنے میں کوئی پس و پیش نہیں کیا۔ اگرچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہتے ہوئے منع فرمادیا: کہ یہ میرے لیے جائز نہیں ہے (یعنی دو بہنوں کو ایک ساتھ نکاح میں جمع کرنا)۔ (سننِ ابن ماجہ: کتاب النکاح)

لیکن اس سے اس بات کا جواز اور غیر معیوب ہونا آشکارا ہوگیا کہ کوئی بیوی از خود اپنے شوہر کو اس بات پر آمادہ کرے کہ آپ کسی خاتون سے نکاح کرلیں۔

بعض صحابیات اپنے آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بیوی بنانے کے لیے پیش کیا کرتی تھیں، باوجود اس کے کہ ان کو معلوم تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں پہلے ہی سے امت کی مقدس مائیں ہیں۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ان پر غیرت آئی تو وہ فرماتی ہیں؛ میں غیرت کرتی تھی ان عورتوں سے جو ہبہ کرتی تھیں اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے، میں کہتی کیا عورت اپنے آپ کو ہبہ کرسکتی ہے!؟ چناں چہ جب اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ الخ. یعنی ان میں سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس کو چاہیں اپنے سے دور رکھیں، اور جس کو چاہیں اپنے نزدیک رکھیں، اور جن کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دور رکھا تھا ان میں سے پھر کسی کو طلب کریں، تب بھی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی گناہ نہیں۔ میں نے کہا کہ میں دیکھتی ہوں کہ آپ کا پروردگار آپ کی خواہش بہت جلد پوری کر دیتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

گویا بیوی پر بیوی بننے یا بنانے کو اللہ تعالیٰ نے بھی ناپسند نہیں فرمایا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معلوم ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آپ کی پاک بیویاں موجود ہیں اس کے باوجود حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی سے نکاح پر آمادہ کرتے ہوئے فرمایا: ''فَإِنَّها أَحْسَنُ فَتَاةٍ فِي قُرَيْش ''یعنی: وہ قریش کی سب سے حسین لڑکی ہے۔ [طبرانی کبیر: ۲۸۴۹]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے ایک نکاح تو ثیبہ (شوہر دیدہ) سے کیا تھا۔ ایک نکاح انھوں نے لڑکی سے کیا تھا، اپنے اس دوسرے نکاح کا واقعہ بیان کرتے ہوئے وہ فرماتے ہیں کہ چوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح سے قبل لڑکی کو دیکھنے کا حکم دیا ہے اس لیے جب میں نے نکاح کا پیغام دیا تو میں اسے چپکے سے دیکھنے کی کوشش کرتا رہا یہاں تک کہ میں نے اس میں وہ بات دیکھی جس نے مجھے اس سے نکاح پر آمادہ کر دیا پھر میں نے اس سے نکاح کر لیا۔ (ابو داؤد: ۲۰۸۲)

ایک روایت میں ہے کہ ایک خاتون حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں اور اپنی بیٹی کے اوصاف اور حسن و جمال کو ذکر کرنے کے بعد کہا کہ میں اسے آپ کے نکاح میں دینا چاہتی ہوں۔ (مسند احمد)

ماں بھی اس بات سے حیا نہیں کرتی تھی کہ اپنی بیٹی کو بحیثیت دوسری بیوی کے رخصت کرے۔

مرد کو یہ ضرور کہا گیا کہ وہ عدل و انصاف کرے یہ شرط لازمی ہے لیکن دوسری بیوی بننے کے لیے مطلق اجازت ہے، دوسری بیوی کے لیے کوئی شرط عائد کی گئی نہ ہی معیوب سمجھا گیا۔ بلکہ بیویوں کو یہ کہا گیا جس میں پہلی دوسری دونوں شامل ہیں: کہ اپنی سوتن کے ساتھ محبت و الفت سے رہیں اور ایک دوسرے پر ظلم نہ کریں۔ حتیٰ کہ اس کو جلانے کے لیے جھوٹ بھی نہ بولیں۔

بخاری شریف کی روایت میں ہے: حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت نے کہا اے اللہ کے رسول! میری ایک سوکن ہے، کیا میرے اوپر کوئی گناہ ہے اگر میں خاوند کی طرف کسی ایسی چیز کو منسوب کروں جو انہوں نے مجھے نہیں دی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ دی ہوئی چیز کا اظہار کرنے والا دو جھوٹے کپڑے پہننے والے کے مانند ہے۔ (۵۲۱۹)

اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ سوکنوں کو آپس میں محبت و الفت سے رہنا چاہئے، ایسے عمل سے گریز کرنا چاہئے کہ ایک دوسرے کی دل آزاری کا سبب بنے، شوہر کی طرف سے کوئی چیز

ملی نہ ہو، لیکن اپنی سوکن کو جلانے کی غرض سے ملنے کا دعوی کرنا جھوٹ اور فریب ہے لہٰذا اس سے بھی گریز لازم ہے۔ جب اس سلسلے میں یہ حکم ہے تو دوسری پر ظلم کرنا، دشنام طرازی کرنا اور ہاتھ اٹھانا کیوں کر جائز ہو گا۔

ہم کو قرن اول میں کہیں نہیں ملتا کہ ایک مرد پہلی بیوی کی منتیں سماجتیں کرتا ہو کہ مجھے دوسری شادی کرنا ہے۔ کرلوں؟ ہم کو کہیں نہیں ملتا کہ کسی شوہر نے دوسری شادی کے وقت اولی اور سماج کے خوف سے اخفاء کی شرط لگائی ہو۔ ہم کو چاہیے کہ ہم قرن اول جیسا معاشرہ بنائیں۔

امام مالک رحمہ اللہ نے کہا: لن يصلح آخر هذه الأمة إلا بما صلح به أولها.

یعنی اس اُمّت کے بعد میں آنے والوں کی اصلاح اسی چیز اور ان ہی باتوں کو اختیار کرنے کی وجہ سے ہو گی جن کو اختیار کر کے اس اُمّت کے اگلے لوگ [صحابہ و تابعین] کامیاب ہوئے۔

یہ جامع بات تمام چیزوں کو عام ہے، شریعت کے جو احکام اپنے اندر کئی فوائد رکھتے ہیں اور تکثیر امت اور غلبۂ امت کا سبب بن سکتے ہیں، اغیار اور باطل پرست اسے ہی بدنام کرتے ہیں اور اسی کے خلاف قانون بناتے ہیں، جیسے جہاد، دعوت الی الاسلام وغیرہ اسی طرح تعدد ازدواج کو بھی بدنام کیا ہے اور اس کے خلاف قانون سازی کی کوششیں ہیں اگر امت اب بھی اس حکمِ جواز کو چھوڑے رکھے گی تو دشمنانِ اسلام اس حکم کو شریعت کا اہم جز نہ گردانتے ہوئے غیر قانونی قرار دے سکتی ہے۔ ہمیں چاہیے بالخصوص "پہلی بیویوں" کو کہ اس سلسلے میں رکاوٹ پیدا کر کے جرم عظیم کا ارتکاب نہ کریں۔

بعض ہمت افزا، حوصلہ بخش واقعات:

واقعہ ①: ایک عورت کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ بیوہ تھیں ان کے شوہر ایک حادثہ کا شکار ہو کر ان کو چھوڑ کر چل بسے تھے۔ ان سے ان کی ایک لڑکی تھی جس کی وجہ سے انھوں نے ارادہ کیا کہ آگے نکاح نہیں کروں گی، لیکن بھابھیاں ان کو بوجھ سمجھنے لگیں، چند سال قبل چھوڑا ہوا ان کا آبائی گھر ان کے لیے نہ یہ کہ صرف غیر ہو گیا تھا بلکہ قید خانہ میں بدل گیا تھا۔ ان کی بچی کے ساتھ غیر کی اولاد جیسا سلوک کیا جاتا، جیسا کہ ہمارا معاشرہ ہے۔

لہٰذا کسی نے مشورہ دیا کہ آپ نکاح کرلو، ان کے بھی یہ بات سمجھ میں آئی، چناں چہ ان کو رشتے آنے لگے، جس میں ایک رشتہ دوسری بیوی بننے کا تھا۔ اسی کے لیے استخارہ کیا تو کچھ سمجھ

نہ آیا بالآخر اللہ بھروسے نکاح کرلیا۔ خاتون کہتی ہیں:

اچھی بات یہ تھی کہ ہمارے نکاح کے تمام مراحل ''اولی'' کے علم میں تھے۔ نکاح ہوگیا۔۔۔ اولی کے بارے میں جوسن رکھا تھا کہ وہ ذہنی مریضہ ہے اس کا مشاہدہ بھی ہوگیا۔ بے مطلب جھگڑے، فضول مباحثے اور خواہ مخواہ کا شور وغوغا۔

اللہ کا احسان ہوا کہ یہ منازعات میرے شوہر پر ہی رکے رہے۔ مجھ تک یا میری چوکھٹ تک یہ جھگڑے نہ پہنچ سکے۔ اب حال یہ ہے میرے شوہر نے اچھی عمدہ رہائش وسہولتیں میری سوتن کو دے رکھی ہیں، ایسی عمدہ رہائش وسہولیات مجھے میسر نہیں ہیں، مجھے کہتے ہیں: ''اسے مال و اسباب چاہیے اسے یہ سب مبارک اور آپ کو میں اور میرا وقت چاہیے تو میری جان آپ کے لیے حاضر ہے۔ مجھے آپ کے پاس رہنا، وقت بتانا اچھا لگتا ہے۔''

میں اپنی شوہر کی اس تقسیم پر راضی ہوں۔ وہ میری اور میری پہلے شوہر کی بچی کی بحسن و خوبی کفالت کرتے ہیں۔ اور انھوں نے ابھی قریب زمانے میں ہی میری بیٹی یعنی اپنی ربیبہ کی رخصتی کی ہے۔

واقعہ ②: ایک عورت کوعلم ہوا کہ اس کے شوہر کی دوسری بیوی ہے، جس کے تعلق سے انھوں نے مجھے بے خبر رکھا ہے۔ تو اس خاتون نے ہمت کی اور باقاعدہ عزت وتکریم کے ساتھ رخصتی کرواکر شوہر کے گھر لے کر آئی۔ اور اب وہ بہنوں کی طرح رہتی ہیں۔

واقعہ ③: ایک عالم فاضل کے متعلق معلوم ہوا کہ ان کو اسکول کا نظام و انصرام کے لیے کسی دنیوی تعلیم یافتہ خاتون کی ضرورت تھی۔ انھوں نے خاتون خانہ سے بات کرکے مطلوبہ شرائط کی حامل عورت سے نکاح کرلیا اور پہلی بیوی نکاح کے تمام مراحل اور مواقعِ خوشی میں شریک رہیں۔ فی الحال ان تینوں کی زندگیاں قابلِ رشک ہے۔ نہ پہلی بیوی یہ سمجھتی ہے کہ لوگ مجھ کو کیا کہیں گے، یہ تو میری انسلٹ اور جگ ہنسائی ہے۔ میں تو بے وقعت ہوکر رہ گئی کہ اپنے اوپر خود سے دوسری لے کر آئی۔ نہ دوسری بیوی کو حق چھیننے کا طعنہ سننا پڑتا ہے اور نہ ہی مرد عیاش اور ٹھرکی گردانا گیا ہے۔

واقعہ ④: ایک صاحب خیر کے بارے میں علم ہوا کہ جب ان کی پہلی بیوی سے کوئی اولاد نہ ہوئی تو ان کی پہلی بیوی نے یہ سوچتے ہوئے کہ ان کی نسل آگے بڑھنے میں میری ''انا'' آڑ نہ

بنے، اور مجھے بھی کچھ کاموں سے آرام ملے دوسرے نکاح کی بخوشی اجازت دی۔ نکاح ہوگیا، دونوں بخوشی تمام تر حقوق کے ساتھ رہنے لگیں۔ اگرچہ اولاد دوسری سے بھی مقدر نہ ہوئیں۔

واقعہ۵: ایک مولانا کا مکہ معظّمہ سے فون آیا، یہ بولنے کے لیے کہ آج میں مدینہ منورہ میں دوسرا نکاح کرنے والا ہوں۔مناسب سمجھا کہ آپ کو اطلاع کردوں اور نصیحتیں لے لوں۔

بندے نے عرض: اچھا کیا آپ نے یاد فرمایا۔ مجھے بھی بہت خوشی ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے۔ میں نے (خواہ مخواہ) اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہوئے نصیحت کی کہ ”اگر پہلی سے اخفاء مقصود ہے تو ایک لمبے عرصہ تک مناسب ہے،دھیان رکھنا جلد علم نہ ہو جائے۔“

باہمت شخص بولا: مجھے اخفاء مقصود نہیں ہے۔

میں نے کہا پھر تو خوب ہے، کیا ابھی نکاح ہونے والا ہے یہ بات پہلی کو معلوم ہے؟

انھوں نے کہا: اجمالاً اپنے پختہ ارادہ سے باخبر کردیا تھا، تعیینِ وقت مبہم رکھی تھی۔ میں نے کہا بڑی سمجھداری کا کام کیا ہے جناب! اگر تعیین کردیتے تو خوشیاں دھری کی دھری رہ جاتیں اور طبیعت ہری بھری نہ ہو پاتی۔سرور شہر تو کجا! غموم دھر سے دوسری بیوی کی ابتدا ہوتی۔

انھوں نے کہا میں جلد بتا دوں گا۔

میں نے کہا: ضرور۔ لیکن یاد رکھنا، دوسرا نکاح کرنے سے پہلے شوہر اگرچہ اپنا پختہ ارادہ ظاہر کردے لیکن پہلی بیوی کی طرف سے کوئی بہت زیادہ تماشا نہیں ہوتا ہے، لیکن جب اس کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے شوہر نے دوسرا نکاح کرلیا ہے تو اس کے ہنگامے ناقابل دید اور نالائق بیان ہوتے ہیں۔

انھوں نے ہنستے ہوئے کہا: یہ آپ صحیح کہہ رہے ہو۔(اللہ ہنسی برقرار رکھے، میں نے دعا دی، کیوں کہ عنقریب ان خوشی پر ڈاکہ زنی ہونے کو ہے)

اب چونکہ میں اپنے آپ کو ان سے بہت کم تر سمجھنے لگا تھا اس لیے بات ختم کرتے ہوئے آخری بات کے طور پر عرض کیا کہ دوسری بیوی کو بھی ذرا گوش گزار کردینا کہ جب پہلی بیوی کو پتہ چلے گا تو اس وقت آپ کو میرا ساتھ دینا ہے۔ کچھ وقت ہنگامے کے گزریں گے اس وقت آپ کو صرف صبر ہی کرنا ہے۔ اس لیے کہ عموماً ہوتا یہ ہے کہ پہلی بیوی تو گھر سر پر اٹھا کر رکھتی ہے دوسری بیوی بھی کوسنے لگتی ہے کہ آپ وقت نہیں دے رہے ہیں آپ ناانصافی کر رہے

ہیں۔ اگر ایسا ہی تھا دوسرا نکاح کیوں کیا؟

اس سمجھدار انسان نے کہا: دوسری بیوی کو چونکہ مدینہ منورہ ہی رہنا تھا اس وجہ سے میں نے کہا کہ دیکھو اب تم کو مدینہ منورہ رہنا ہے تو میں اپنے حساب سے آمد و رفت رکھوں گا۔ تمہاری جو باریوں کی ترتیب ہے وہ مجھ پر نہیں رہے گی۔ (یہ مولانا مکہ کے رہائشی ہیں)

میں نے کہا: اس سے اچھی بات کیا ہوگی آپ ان سے لکھوا لیتے؟

تو انہوں نے کہا: واٹس ایپ پر لکھوا کر لے لیا ہے۔

میں نے کہا خیر ہے۔ اللہ تعالی تمہارے اس نکاح میں برکت دے اور اپ دونوں بیویوں کے ساتھ خوشگوار ازدواجی زندگی گزاریں۔

کچھ ہفتوں بعد ان کا دوبارا فون آیا مولانا کی پہلی اہلیہ کو نکاح ثانی کا علم ہو چکا تھا، پہلی صابرہ ثابت ہوئی، تکلیف ہونے کے باوجود شوہر اور ثانیہ پر کچھ زیادتی نہیں کی۔ اور کر بھی کس طرح سکتی تھی۔ جب کہ وہاں تعدد ازدواج کا قدرے رواج ہے اور قدرے اسلامی قانون بھی نافذ ہیں۔ ابتدائی ایام بنسبت دوسروں کے بہت بہتر ہیں، اللہ تعالیٰ کی ذات سے (جو کچھ نامناسب باتیں پیش آرہی ہیں) عنقریب ان کے بھی ازالہ کی امید ہے۔

واقعہ ⑥: واقعہ نگار پروفیسر صاحب فرماتے ہیں: یہ ۲۰۱۸ء کی ایک شام تھی جب میرے موبائل کی بَیل بَجی کال ریسیو کی....ایک صاحب نے سلام دعا کے بعد پوچھا عبداللہ صاحب! کیا آپ رشتے کرواتے ہیں؟ میں نے کہا جی الحمد اللہ..

تو اگلا سوال غیر متوقع تھا کہ سر مَیں آپ سے ملنا چاہتا ہوں، مَیں نے پوچھا کس سلسلے میں، تو جواب ملا کہ بہن کے رشتے کے سلسلے میں مدد درکار ہے۔ تین سال ہو گئے ہیں، کوئی رشتہ نہیں مل رہا، میں نے مکمل تفصیل مانگی تو اُنہوں نے مجھے تفصیل واٹس ایپ کر دی۔ اس کے ساتھ ہی ملاقات کرنے کی اِستدعا بھی کی۔ مزید معلومات لینے سے پتہ چلا بھائی کریانہ کی دکان کرتے ہیں اور میرے علاقے کے نزدیک ہی تھے، تو ملاقات کے لئے چلا گیا، کافی اچھے شریف النّفس انسان تھے، بہن کے متعلق پُوچھنے پر بتایا، کہ چار سال پہلے اس بھائی کے بہنوئی ایک حادثے میں فوت ہو چکے ہیں، تین بچّے ہیں اور سِتم یہ کہ ایک بچی معذور ہے...

مَیں نے ان سے کہا کہ پاکستان میں دوسرے کے بچے کوئی نہیں پالتا ہے یہ سُن کر اس کی

آنکھوں میں آنسو آ رہے تھے اور کہنے لگے پروفیسر صاحب میری بیوی نے میری بہن اور اس کے بچوں کا جینا حرام کر رکھا ہے، عورت ہی عورت کی دشمن ہے آپ کسی طریقے سے کسی بھی طرح رشتہ کروا دیں احسان مند ہونگا، ہاتھ جوڑتے ہو کہا......

مَیں حالات کو مکمل سمجھ چکا تھا لیکن مسئلہ بچّوں کا تھا، پھر ایک معذور بچّی کا ساتھ، بات کچھ سمجھ سے باہر تھی۔خیر کوشش اور تسلی دے کر واپس آیا۔

کافی سارے لوگوں سے بات کی سب تیار، مگر بچّوں کا سنتے ہی سب انکار کر جاتے تھے تنگ آ کر پہلی بیوی کی موجودگی میں شادی کرنے والوں سے بات کی، تو اندازہ ہوا کہ اُن کو صِرف جسم کی ضرورت تھی اور بات یہاں بچّوں کی بھی تھی، جو بھی سنتا کہتا بچّے نہیں چاہیے بھائی مجھے، (سُنت پوری کرنی ہے بچے نہیں پالنے) میں دوسرے کی اولاد کیوں پالوں۔۔۔دوسرے کی اولاد کون پالتا ہے، دو ماہ اسی طرح گزر گئے میرا ایک دوست، جو ہول سیل کا کاروبار کرتا تھا، کافی مالدار بھی تھا۔ماشاء اللہ

ایک دن اس کی دکان پر بیٹھے بیٹھے خیال آیا میں نے کہا رضوان بھائی، یار دوسری شادی کیوں نہیں کر لیتا اس نے غور سے مجھے دیکھا، میری طرف جھانکنے لگا، تو میں نے کہا کیا ہوا؟

جواب ملا کہ عبداللہ بھائی دیکھ رہا ہوں آپ نشہ تو نہیں کرنے لگ گئے، کیوں مجھے مروانا چاہتے ہو، میں نے کہا رضوان یہ سنت ہے، آپ ماشاءاللہ سے اچھا کماتے ہیں۔

اللہ نے آپ کو بہت ساری نعمتوں سے نوازا ہے.... آپ کو ضرور شادی کرنا چاہیے اور کسی کا سہارا بننا چاہیے، تو اس کے انکار سے بھی مایوسی ملی، خیر چند دن بعد رضوان سے دوبارہ ملاقات ہوئی تو کافی مایوس لگ رہے تھے، میں نے پوچھا کیا بات ہے، کوئی پریشانی دیکھائی دے رہی۔

کہنے لگے دکان میں چوری ہو گئی، حالات خراب ہو گئے ہیں، میری بیوی بھی جھگڑا کر کے میکے جا بیٹھی ہے اور مسلسل طلاق کا مطالبہ کر رہی ہے اولاد نہیں تھی، میں نے افسوس کیا اور تسلی دینے کے ساتھ ہی کہہ دیا کہ رضوان اسی لئے آپ سے کہا تھا کہ دوسری شادی کر لیں، آج دوسری بیوی ہوتی تو آپ کو پہلی بھی نہ چھوڑ کر جاتی، اگر نہیں یقین تو دوسری شادی کر کے یتیم بچوں کے سر پر ہاتھ رکھیں، دیکھیں اللہ کی قدرت، پہلی بیوی بھی واپس آئے گی اور خوشحالی بھی، میری طرف دیکھنے کے بعد رضوان بھائی نے کچھ سوچا اور پوچھا کتنے بچے ہیں ان کے؟

مَیں نے کہا دو، ایک بیٹا ایک بیٹی، معذور بچی کا کر مَیں بھول چکا تھا، اس نے کہا ٹھیک ہے، آپ بات کریں جو میرے اللہ کو منظور، میں نے لڑکی کے بھائی کو کال کی اور شام کو اس کی دکان پر ہی بلا لیا ملاقات کروائی، گھر بار کاروبار دیکھنے کے بعد ہاں کر دیا۔

یوں قصہ مختصر ان کا نکاح پروفیسرز ریسرچ اکیڈمی ٹیم کے پروفیسر نے پڑھایا اور ریحانہ اپنے بچّے لے کر رضوان کی زندگی میں خوشگوار جھونکے کی طرح شامل ہوگئی، رضوان بھائی نے ایک مکان جو کرایہ پر دیا ہوا تھا، خالی کروا کر ریحانہ اور بچوں کو وہاں شِفٹ کر دیا، تب پہلی بیوی کو پتہ چلا تو وہ آندھی کی طرح گھر آئی، گھر خالی دیکھ کر رضوان بھائی کو کال کر کے گھر بلایا، اور میاں اور پہلی بیوی کی نوک جھونک ہوئی تو رضوان نے کہا تم نے نہیں رہنا تو بے شک مت رہو، طلاق لینی ہے، بے شک لے لیں، اگر یہاں رہنا ہے، عزت سے رہو جیسے پہلے رہتی تھی، لیکن یہ نہ کہنا کہ ریحانہ کو چھوڑ دو، یہ ممکن نہیں، پہلی بیوی نے جب دیکھا کہ تیر کمان سے نکل چکا ہے، تو وہ بھی خاموش ہوگئی، اب رضوان بھائی کی زندگی میں بہاریں آ چکی تھیں، ریحانہ نے اس کی زندگی میں رنگ بھر دیئے تھے، بچّے شہر کے بہترین اسکول میں داخل ہو گئے، لیکن رضوان بھائی ریحانہ کی آنکھوں میں اَب بھی اُداسی دیکھتے اور شک کر چکے کہ کوئی بات ضرور ہے، ایک دن اس نے مجھ سے ذکر کیا، تو مَیں نے کہا اُداسی کیوں نہ ہو اس کی ایک بچی اس سے دور ہے، رضوان نے کہا بچّی، کون سی بچّی، تو مَیں نے سب کچھ بتا دیا۔

رضوان نے سب سن کر مجھے ایک نظر دیکھا تو مَیں نے سَر جھکا لیا.. اسی دن شام کو رضوان بھائی، بیوی سے کہنے لگے تیار ہو جاؤ، بچوں کو بھی تیار کرو، آج ہم نے آپ کے بھائی کے ہاں جانا ہے ضروری کام ہے، بیوی کا دل دَھڑک اُٹھا، پوچھا تو جواب ملا جتنا کہا ہے، اتنا کرو۔

کچھ دیر کے بعد ہی وہ لوگ بھائی کے گھر تھے، وہاں رضوان نے ریحانہ کو کہا کہ معذور بیٹی کہاں ہے، اتنا سننا تھا کہ اسے لگا شاید کچھ غلط ہونے جا رہا ہے۔

وہ دوسرے کمرے میں ہے رضوان نے دوسرے کمرے میں جا کر دیکھا تو غلاظت سے لَت پَت بچّی انتہائی کمزوری کی حالت میں پڑی تھی، رضوان بھائی اِشارہ کرتے ہوئے کہنے لگے ریحانہ بچی کے کپڑے بدلو یہ ہمارے ساتھ جائے گی۔۔۔

ریحانہ نے یہ سنا تو رضوان کے قدموں میں گر گئی، بھائی نے رضوان کو گلے لگا لیا، یوں وہ

بچی رضوان اپنے گھر لے آیا، اب وہ بچّی اور دوسرے دونوں بچّے رضوان، ریحانہ اور اس کی پہلی بیوی کی جان ہیں، رضوان دن دُگنی رات چُگنی ترقّی کر رہا ہے۔

ایک دن رضوان اور اس کی بیگم نے میری دعوت کی تو ریحانہ بھابھی نے ہاتھ جوڑ کر کہا سر عبداللہ صاحب کبھی زندگی میں رشتے کروانے کا کام مَت چھوڑنا میری رضوان سے شادی نہ ہوتی، تو میں آج بچوں کو قتل کر کے خُود کُشی کر چکی ہوتی، لوگوں کو بتاؤ عبداللہ بھائی، دوسری شادی وہ نعمت ہے جو شرطیہ خوشیاں دیتی ہے، خوشحالی لاتی ہے، میری جیسی لاکھوں ہیں جو دُکھوں بھری زندگی گزار رہی ہیں، ان کو بھی خوشیاں دینی ہیں۔ کاش کہ یہ نعمت معاشرے میں عام ہو جاتی۔۔

یہ واقعہ فرضی نہیں حقیقی ہے، دوسری شادی واقعی ایک نعمت ہے اور ایسی عورت سے دوسری شادی جس کے بچے ہوں، زندگی میں حقیقی خوشیاں بھر دیتی ہے، مگر کیا کیا جائے ایسے لوگوں کا، جو دوسری شادی کرنا چاہتے ہیں، مگر بچے نہیں پالنا چاہتے، جو دوسری شادی کے مزے تو لینا چاہتے ہیں مگر کسی کے سر دستِ شفقت نہیں رکھنا چاہتے، کیا یہ ہے سُنت؟ کہاں لے کے جائے وہ عورت ان بچوں کو، قتل کر دے، یا کسی دریا میں پھینک دے، کیا کرے، زندگی موت کا کس کو علم، کب کس کو موت اپنے شکنجے میں لے لے، علم ہے نہیں اگر تو تمھارے بعد تمھارے بچوں کے ساتھ ایسا ہو، پھر کیا کرو گے، دیر مت کرو، دوسری شادی کرنا چاہتے ہو، تو بچوں والی سے کرو، پہلی بیوی کو بھی کہنے کے قابل رہو گے کہ سہارا دینے کی خاطر شادی کی ہے، بے سہارا بچوں کو باپ کا سہارا دو، مت کہو کسی کے بچّے نہیں پال سکتا، کیا تم پالتے ہو بچّوں کو؟ ارے پالنے والی ذات تو اللہ کی ہے، اللہ سے ڈرو، ڈرو اس وقت سے جب اللہ تمھیں خود دکھائے کہ دیکھو کون پالتا ہے۔۔ تُم یا مَیں؟ کم از کم خواتین کو اس قسم کی کسی مجبور کو سہارا دینے والی دوسری شادی کو توسپورٹ کرنا چاہیے۔[۱]

————

سوال: اپنی یا اپنی سوکن کی طلاق کا مطالبہ کرنا؟

جواب: بسا اوقات خواتین دوسرے نکاح کو اپنی ناک کا مسئلہ بنا لیتی ہیں، وہ یہ سمجھتی ہیں کہ میں اگر سوتن کی موجودگی میں اس کے نکاح میں رہی تو یہ میری تضحیک ہے، لوگ مجھ پر ہنسیں

---

(۱) واٹس اپ سے نقل شدہ تحریر ہے۔

گے اور صبر کرنے کو کمزوری خیال کریں گے۔ اس لیے وہ یا تو سوتن کی طلاق کا مطالبہ کرتی ہیں یا از خود طلاق لے کر علیحدہ ہو جاتی ہیں۔

حالاں کہ حدیث شریف میں بلا ضرورت اپنی طلاق کے مطالبہ سے بھی منع فرمایا ہے یہ کہہ کر ایسی عورت جنت کی خوش بو بھی نہیں پائے گی اور ایک حدیث میں اس کو منافق کہا گیا ہے۔ (مشکات)

اور اپنی سوتن کو بہن کے لفظ سے تعبیر کر کے اس کے طلاق کے مطالبہ سے بھی روک دیا گیا چناں چہ ارشاد فرمایا: لا تسألُ المرأةَ طلاقَ أختِها. (بخاری)

عربی میں سوکن کے لیے ضرۃ کا لفظ استعمال کیا جاتا تھا۔ جس کا معنی ضرر، نقصان اور تکلیف کے ہیں۔ اس میں فطری طور پر رقابت اور حسد کا پہلو ہوتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے اخت (بہن) کا لفظ استعمال فرما کر سوکن کو ایک مقدس رشتے سے جوڑ دیا؛ گویا جس طرح بہن سے ہمدردی، محبت، انسیت اور تعلقِ خاطر ہوتا ہے اسی طرح سوتن سے بھی ہونا چاہیے۔ جس طرح بہن کی ولادت پر خوشی ہوتی ہے کسی بہن کے ذہن میں یہ نہیں ہوتا کہ وراثت کی ایک اور حق دار آ گئی، اسی طرح سوکن کی آمد پر بھی یہی ذہنیت اور Mentality ہو۔ جس طرح بہن کو خاندان کا فرد سمجھا جاتا ہے، اس کے ساتھ احترام، نرم مزاجی، زبان و کردار کی پاکیزگی کا برتاؤ کر کے حسن معاشرت رکھی جاتی ہے اسی طرح سوکن کے ساتھ بھی برتاؤ رکھا جائے۔ جس طرح دو بہنیں ایک باپ میں شریک غم گسار ہوتی ہیں اسی طرح دو سوکنیں ایک شوہر میں شریک دل دار ہونی چاہیے۔

اس حدیث میں عورتوں کا مرتبہ بھی بڑھایا گیا ہے کہ دوسری بیوی بننا یا کسی پر سوکن کا آنا، یہ کسی عورت کی کمی یا تذلیل نہیں ہے بلکہ یہ بہنوں جیسا پاک اور قابل عزت رشتہ ہے۔

بہن کہہ کر اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ سوکن کو حریف و رقیب نہ سمجھا جائے بلکہ یہ ایک شرعی بندھن ہے، اس کے بھی حقوق ہیں، ایک مقدس رشتہ ہے، اس میں کمی کوتاہی کے بارے میں غیبت اور ایذا رسانی کے بارے میں آخرت میں سوال ہوگا اور حساب دینا ہوگا لہٰذا یہ سمجھا جائے کہ ہم دونوں ایک ہی نظامِ نکاح میں بندھی ہوئی ہیں اور ہمارا رشتہ مقابلہ یا جنگ نہیں، بلکہ خاندان اور شرعی بندھن ہے۔ نفرت کی بنیادیں توڑی جائیں، اور خیر خواہی کو جگہ دی جائے۔

لیکن ہمارے دیار میں سوکن کو دشمن، خوشیاں چھیننے والی، بد قماش، بد کردار اور پتا نہیں کیا کیا سمجھا جاتا ہے۔ ایک عالم دین لفظ سوکن کی وجہ تسمیہ پر روشنی ڈالتے ہوئے فرما رہے تھے؛ کن کہتے ہیں اس چنگاری کو جو لوہار کے لوہا گڑائی کے وقت چنگاری نکلتی ہے اور ایک چنگاری آنکھ کو جلا دیتی ہے تو ایک نہیں سوکن سے کیا حال ہو گا!

یہ ہمارا فکری رویہ اور ذہنی ساخت ہے۔جس کی وجہ سے سوکن برداشت کرنا یا سوکن بننا گراں اور عیب دار کام شمار کیا جاتا ہے۔ اسی الٹی سوچ کا نتیجہ ہے کہ ایک خاتون کہہ رہی تھیں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ شریک کو پسند نہیں کرتا اسی طرح عورتیں بھی شریک کو پسند نہیں کرتیں۔ استغفر اللہ۔

کچھ عورتیں محبت کو راگ الاپتی ہیں کہ دوسری شادی سے محبت بٹ جاتی ہے ایک کی محبت اب دو میں تقسیم ہو کر کم ہو جاتی ہے اس لیے ہمیں ہٹا ہوا شوہر تو منظور ہے بٹا ہوا نہیں۔

میں کہتا ہوں بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو بٹنے سے بڑھتی ہیں، جتنا تقسیم کیا جائے گا اتنی بڑھے گی۔ جیسے علم ہے جتنا باٹو گے اتنا حاصل کرو گے۔ اور جیسے خوشی ہے جس قدر باٹو گے اسی قدر اضافہ ہو گا۔محبت بھی ایسی ہی شیئ ہے یہ باٹنے سے بڑھتی ہے۔ اور یہ بات دیکھی گئی ہے کہ جب کوئی شخص دوسرا نکاح کرتا ہے تو پہلی سے الفت و محبت بڑھ جاتی ہے۔ ہمدردی غم خواری میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

کچھ مرد بھی یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ ہم کو دوسری شادی نہیں کرنی ہے کیوں کہ ہمیں اپنی پہلی بیوی سے زیادہ محبت ہے۔کیا نبی کریم ﷺ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے محبت نہیں تھی، کیا حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کو اپنی اپنی پہلی بیوی جو پہلا احساس ہوتی ہے زیادہ محبت نہیں تھی؟بات در حقیقت یہ ہے کہ ہمارا عمل محبت میں غلو ہے۔

اس غلو میں عورتیں افراط کا شکار ہیں لہٰذا وہ اسی محبت کا حوالہ دے کر شوہر سے جدائی اختیار کر لیتی ہیں، بزعم خود وہ اپنی محبت کا علاج کرتی ہیں کہ میری محبت اتنی صاف اور کھری ہے جس میں کسی کی حصہ داری برداشت نہیں ہے۔ پھر در بدر ٹھوکریں کھاتی ہیں۔ کچھ بغیر ہنگامے کے جدا ہو جاتی ہیں اور کچھ ہنگامہ بپا کر کے۔

کچھ واقعات ملاحظہ فرمائیں جو بندے نے علم میں آنے کے وقت تحریر کر لیے تھے۔

واقعہ ①: میرے شوہر ایک اچھے آدمی تھے، مزاج میں ظرافت تھی، خوش طبع انسان تھے باتیں کرتے رہنا، نئی نئی باتیں نکالنا، باتیں بنانا، باتوں سے موڑ بنانا اور بگاڑنا، تعریفات کے پل باندھنا، ادنیٰ سی باتوں پر مبالغہ آمیز مدح سرائی کر کے نرگس کے پھول پہنانا ان کی عادت تھی۔ لیکن مجھے پتہ نہیں تھا کہ چند سالوں کے بعد وہ دوسرا نکاح کرلیں گے اور جو مزاح، راز کی باتیں، میاں بیوی والی گفتگو وہ مجھ سے کرتے تھے کوئی اور بھی ہوگی جس سے یہ سب وہ کریں گے۔

انھوں نے مجھے انجان رکھ کر دوسرا نکاح کرلیا، اور مجھے سوتن کے قبول کرنے پر آمادہ کرنے لگے۔ لیکن میں اس ادھیڑ بن اور اس کھینچا تانی میں کب رہتی؟ یہ ذہنی اذیت میرے لیے جنجال تھی اور میرے شوہر کسی بھی قیمت پر اس سے علاحدگی کے لیے تیار نہیں تھے۔ میرے ہر ہتھکنڈے، تمام تدبیریں اس سلسلے میں ناکام رہیں حتی کہ اس نے یہاں تک کہہ دیا کہ میں دنیا چھوڑ دوں گا لیکن اس کو نہیں چھوڑوں گا۔

بلآخر میرے بھی صبر کا پیمانہ لبریز ہوچکا تھا۔ یہ تناؤ، ڈپریشن، روزانہ کی زچ پچ، اندر اندر گھٹتے رہنا، میرے بس سے باہر ہو رہا تھا۔ علاوہ ازیں بہت سی بیماریوں کا میں آماجگاہ بنتی جارہی تھی۔ میں نے میرے شوہر کو کبھی کہا تھا کہ اگر آپ دوسرا نکاح کروگے تو میں نہیں رہوں گی۔ لہٰذا اب اس بات کو پورا کرنے کا وقت آ گیا تھا لیکن کوئی ایک بھی میرا خیر خواہ ایسا نہیں تھا جو میری علیحدگی کے فیصلہ میں میری موافقت کرتا کیوں کہ اس بندے سے مجھے اس عمل کے علاوہ کوئی خاص اذیت نہیں پہنچی تھی۔

لیکن میرے دل کا حال میں ہی جانتی تھی۔ اس بندے سے مجھے میرے بچوں سے زیادہ محبت تھی۔ یہ میرا شوہر ہی نہیں میرا دوست تھا لیکن میں اس گھٹن کے ہوتے ہوئے اس کے ساتھ زندگی نہیں گزار سکتی تھی۔ ایک سال ہوچکا تھا لیکن صبر ہی نہیں ہو پا رہا تھا۔ بالآخر میں نے اپنے شوہر سے طلاق لے لی۔

لیکن یہ وقت میرا پہلے سے بھی زیادہ سخت گزرا۔ اب تکلیف، دکھ درد، غم وغصہ پہلے سے کئی گنا بڑھ گیا تھا۔ ساری ساری رات مسلسل روتی رہتی۔ اپنے کو اور اس شوہر کو سوتنوں کو کوستی رہتی۔ آنکھوں سے نیند اڑ چکی تھی۔ کوئی پل سکون نہیں تھا۔ کئی مرتبہ اپنے کو ختم کرنے کا ارادہ دل میں شدت کرتا۔ میرے لیے میری زندگی بالکل تنگ ہوچکی تھی۔ نہ اپنی طرف دھیان تھا

نہ بچوں پر کوئی توجہ۔ بہر حال وقت گزرتا گیا۔غم بحمد اللہ کم ہوتا گیا لیکن اب بھی ٦/ ماہ گزر جانے کے بعد میری حالت طلاق لینے سے پہلے کی حالت سے بدتر ہے اور میں اس نتیجہ پر پہنچی ہوں کہ اگر اولاد ہونے کے بعد کسی کا شوہر دوسری شادی کرلے تو اس کو ہرگز علاحدگی اختیار نہیں کرنی چاہیے۔

ایک اور خاتون کا واقعہ (۲): ایک خاتون جس کا ہم نے بچپن میں شور سنا تھا کہ اس کے شوہر نے دوسرا نکاح کیا ہے لیکن وہ خود دار ہے۔خلع کا مطالبہ کررہی ہے۔ وہ ہرگز ساتھ رہنا گوارا نہیں کرے گی۔ اتفاق سے وہی خاتون ایک طویل عرصہ بعد میرے پاس آئی۔ میرا اندازہ اگر خطا نہ کر رہا ہو وہ سنِّ اِیاس کو بس پہنچ ہی رہی تھیں۔ ہاتھوں کو دستانوں سے اور پاؤں کو موزوں کے ذریعے نظر اغیار سے بچا رکھا تھا۔ نقاب سے باہر آنکھوں سے دیکھنے کا راستہ بھی کافی تنگ تھا۔ گویا ہوئیں اور اپنی داستان کچھ یوں سنائی: مفتی صاحب! میں کچھ مختصراً عرض کرنا چاہتی ہوں؟

کہا کہ میرا نکاح ۲۰۰۱ء بکر (فرضی نام) سے ہوا تھا۔ پھر تین سال بعد میرے شوہر نے دوسرا نکاح کرلیا، میں اس بات سے بہت نالاں و غضبان تھی۔ کئی سال ہماری جنگ چپاول چلتی رہی۔ میرا دل اس بات کو قبول کرہی نہیں پارہا تھا کہ میں سوتن بن کر زندگی گزاروں۔ میں اپنے تئیں بہت خفت محسوس کررہی تھی اور سوچ رہی تھی؛ بکر نے مجھ پر لوگوں کے ہنسنے کا موقع فراہم کیا ہے۔ میں محسوس کررہی تھی کہ لوگ یا تو مجھ پر ہنس رہے ہیں کہ اس کے ساتھ ایسا ہی ہونا چاہیے تھا یا لوگ مجھ پر ترس کھارہے ہیں کہ بے چاری کے ساتھ یہ کیا ہوگیا؟

تشمیت الاعداء اور بے چارگی دونوں میں میرے لیے ذلت تھی اور لذت میرے شوہر کے لیے تھی۔ الگ الگ خوشبو لے کر گھر آرہے ہیں۔ میرے گھر کے صابن کے علاوہ صابن کی خوشبو ان کے بدن میں ہوتی۔ مجھے لگتا بستر میں ہم دو نہیں بلکہ تین ہیں۔

ان سب سے تنگ آکر میں نے طلاق کا مطالبہ کیا۔شوہر نے انکار کردیا۔ میں نے شوہر کو اپنے سے دور کردیا پھر میں نے خلع کا مطالبہ کیا، انھوں نے بدل خلع میں بہت گراں چیز کا مطالبہ کیا، جو میں قبول نہیں کرسکتی تھی جیسا کہ ان کو بھی معلوم تھا، ۲۰۱۵ء میں بالآخر میں نے قاضی صاحب کے پاس جاکر فسخ نکاح کا مقدمہ دائر کیا، جیسا کہ لوگوں نے مجھ کو گائڈ کیا تھا، تین نوٹس

بھیجنے کے باوجود جب میرے شوہر دار القضاء میں حاضر نہیں ہوئے تو قاضی صاحب نے میرے اور ان کے نکاح کو فسخ کر دیا، پھر میں نے ۲۰۱۶ء میں ایک شخص سے نکاح کیا جو بیرون ملک رہائش رکھتا تھا، اس نے مجھے عمرہ پر بھی بلایا، وہ وہیں رہے میں اپنے علاقہ آ گئی۔

یہاں بکر مجھے ملا اور کہا کہ تیرا یہ نکاح تو صحیح ہوا ہی نہیں تو میرے ہی نکاح میں ہے، میرے ہوتے ہوئے کسی اور کو کیسے حق ہوگا کہ وہ میری بیوی کو طلاق دے اور تو بریلوی قاضی کے پاس گئی تھی۔سن لے فسخ نکاح نہیں ہوا ہے تو میری بیوی ہی ہے۔

میں اس کے کہنے میں آ گئی اور میں میری ملازمت کی جگہ اس کے ساتھ آنے جانے لگی، اور میں زوج جدید سے بھی وابستہ رہی، میری معاشی کچھ ضرورت ہوتی تو وہ بھی پوری کر دیا کرتے۔

بالآخر میں زچ پچ ہوگئی، میں گھن چکر بنی ہوئی تھی دو شوہر والی ہو کر بھی تنہا تھی، کالمعلقہ نہیں بلکہ کالمتعلقہ ہوگئی تھی دونوں ہی سے وابستہ تھی، میں نے دوسری بیوی سے جا کر بکر کی شکایت کر دی کہ یہ میرے دوسرے شخص سے نکاح کر لینے کے باوجود بھی مجھ سے تعلق جوڑے ہوئے ہے، اس نے بکر کی خوب کلاس لی۔

میں ٹیڑھی پسلی تھی تو وہ کتے کی دم تھا واپس رابطہ ہموار کرنے لگا، سلسلہ چلتا رہا تا آں کہ بیرون ملک والے شوہر یہاں اپنے وطن آ گئے، اب کی بار ان کی آمد مستقل ہوئی تھی، میری طرح ان کو بھی حواس باختہ (گھن چکر) کر رکھا تھا کہ میں ان کی بیوی ہوں یا نہیں۔

مفتی صاحب آپ بتائیے میں کس کی بیوی ہوں؟

محترم قارئین! قبل اس کے کہ ہم بھی گھن چکر بنیں یہاں ایک لمحہ فکریہ یہ ہے کہ ۲۰۰۴/۵ء سے لے کر ۲۰۲۵ء تک کے حالات اور ضیاع عمر اور متاع کے زیاں کا ذمہ دار کون ہے؟

بعض احباب ان پانچ چیزوں کو ذمہ دار قرار دے سکتے ہیں: دوسری شادی، ہندوستان میں دوسری شادی، بیوی، شوہر یا ان دونوں کی عدم تربیت۔

پہلی وجہ تو نہیں ہوسکتی کیوں کہ یہ قرآن کریم کا حکم ہے اگرچہ جائز ہے لیکن جواز بھی ایک حکم ہے۔دوسری وجہ بھی نہیں ہوسکتی کیوں کہ شریعت کا حکم ہر جگہ اور ہر زمانے کے لیے ہے، ان دونوں کا غیر مربی ہونا تو یقیناً وجہ ہے لیکن ان دونوں میں سے بڑا ذمہ شوہر نہیں بلکہ عورت

ہے ، یقیناً اس نے دوسری کو چھوڑنے کہا ہوگا ، حالات کو بدتر اور شوہر کو ابتر بنانے کی کوشش کی ہوگی ، باریوں میں خلل ڈالا ہوگا ، شوہر یقیناً بریٔ الذمہ نہیں ہوسکتا کہ جب اس کو محسوس ہورہا تھا کہ معاملہ اب ہاتھ سے نکل گیا ہے تو اس کو تسریح باحسان پرعمل کرنا چاہیے اور آس دلا کر گھاس نہیں کھلانا چاہیے یعنی اپنے سے خواہ مخواہ برائے نام وابستہ رکھنے کی سعیٔ غیر مشکور نہیں کرنی چاہیے تھی۔

واقعہ③: آج ۱۴/جون الیکشن کے نتائج وا ہونے کے دن میرے پاس دار الافتاء میں ایک میاں بیوی کا مقدمہ آیا۔ ۲۰۱۶ء میں ان کا نکاح ہوا تھا۔لڑکی لکھنؤ کی خان تھی اور لڑکا گورکھپور کا انصاری ، صاحب نے دوسرا نکاح اولی کے علم میں لائے بغیر کرلیا تھا اور ثانیہ سے بچہ کا تولد بھی ہوگیا تھا پرسوں خان صاحبہ (اولی) کو دوسری شادی کا علم ہوا ، آج میرے پاس آئے عورت کی طرف سے خلع کا مطالبہ لے کر ،عورت نہ کوئی شوروغوغا کررہی تھی نہ اس طرف سے الزام تراشیاں تھیں اور نہ ہی توتڑاک ۔ بلکہ دونوں ایک دوسرے سے آپ جناب ہی سے بات کررہے تھے ،نہ توعورت اپنی بربادی کا ٹھِکرا مرد کے سر پھوڑ رہی تھی اور نہ ہی مرد کی طرف سے بدنامیوں کا بوجھ جھیل رہی تھی، اپنا مہر اور شوہر کو دیا ہوا قرض معاف کرکے عورت نے خلع لیا اور شوہر کو ''تھینک یو'' کہہ کر اٹھ کر چل دی۔

عورت کے برتاؤ نے مجھے یہ تاثر دیا کہ پڑھائی چاہے دینی ہو یا عصری بہر حال وہ عورت کا زیور ہے ، مذکورہ خاتون ماڈرن ٹائپ کی لڑکی تھیں ، بے حجاب ، ننگے سر جلوہ افروز تھیں ، جب اس نے یہ فیصلہ کرلیا کہ سوتن کے ساتھ زندگی نہیں گزارنی ہے تو نکاح سے علیحدہ ہوگئی لیکن کسی پر ظلم و زیادتی ، بدظنی و بدگوئی نہیں کی۔

ایک اور خان صاحبہ کا واقعہ④: یہ خان صاحبہ بھی ایجوکیٹیڈ تھیں ، دنیوی تعلیم سے آراستہ ، ڈاکٹر تھیں ، ایک ہسپتال میں ملازم تھیں اور پہلے شوہر سے مطلقہ۔

ظہر بعد ہسپتال میں ہاف ڈے ڈال کر دار الافتاء میں اپنے شوہر کی شکایت لے کر آئیں۔ شکوہ کرتے ہوئے گویا ہوئیں: میں اپنے شوہر کی دوسری بیوی ہوں، انھوں نے پہلی بیوی سے اس کے علم میں لائے بغیر مجھ سے نکاح کیا۔ کیوں کہ ہم دونوں اچھا کما لیتے تھے، اس لیے ہم نے کچھ مالی معاملات بھی کرلیے۔ پھر ایسا ہوا کہ ان کی پہلی بیوی کو علم ہوگیا اور مصیبت بالائے

مصیبت ان کا کاروبار بھی ٹھپ پڑ گیا۔ انھوں نے میرے پاس آمد و رفت کے ساتھ ساتھ خرچہ دینا بھی بند کر دیا۔

مفتی صاحب میں اخراجات میں ڈھیل تو برداشت کرسکتی ہوں لیکن ان کا میری گھر کی دہلیز پار کر کے گھر کی زینت اور بستر کی رونق نہ بننا تنہائی میں زہر گھول دیتا ہے۔

کئی سالوں سے میں برداشت کر رہی ہو اور اب میری بس ہوگئی ہے۔ مجھے خلع چاہیے۔

میں نے کہا اپنے شوہر کو لائیے۔

چند دنوں بعد وہ اور اس کے شوہر میرے سامنے تھے۔ یہ دیکھ کر میری حیرانگی کی انتہا نہ رہی کہ ایک رشک قمر تو دوسرا ٹکلا چمن، چاند نکلا ہوا تھا سر پر بال گنے چنے تھے۔ ایک اجلا رنگ تو دوسرا مرجھائی کھجور۔ ایک کے نشیلے نین چمکدار جبین تو دوسرا ابھری پیشانی دھنسی آنکھیں۔ حتی کہ مرد کے ہاتھوں پر برص بھی براجمان ہو چکا تھا۔

میں سمجھ گیا کہ مرد کی چاہت اور گناہوں سے پاک زندگی کی امید ہی نے عورت کو دوسری بننے پر ابھارا ہوگا۔ مطلقہ اور بیوہ سے کوئی نکاح کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتا جس کے نتیجے میں عورتیں چار و ناچار اپنے ضمیر کے خلاف بے جوڑ رشتہ بھی قبول کر لیتی ہیں۔

لیکن اب چوں کہ اس نکاح سے فوائد نکاح ہی حاصل نہیں ہو رہے تھے تو عورت نے خلع کا مطالبہ کیا۔ مرد نے کوئی تسلی بخش بات نہیں کی۔ وہ اپنی پہلی بیوی کے جبر اور بچوں کی محبت میں لاچار و بے بس ہو چکا تھا اس نے بھی آپسی تمام حقوق کی معافی کے ساتھ خلع کو قبول کر لیا۔

وہ عورت جو پہلے شوہر کا نام رکھتی تھی اب کام کی طرح نام سے بھی محروم ہوگئی۔ جس عورت پر لوگ اس لیے نگاہ نہیں اٹھاتے تھے کہ یہ شوہر والی ہے، اس حفاظتی نسبت سے بھی اب عورت ہاتھ دھو بیٹھی۔ جس طرح پہلے وہ منتظر مرداں تھی اب بھی وہ منتظرِ فردا ہے۔

تعدد ازدواج (وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا؟)

بعض خواتین کہتی ہیں، شریعت میں تعدد ازدواج کا حکم ہے، مرد کو اس کا حق ہے، یہ بات ہم کو تسلیم ہے، لیکن اب ماحول تعدد ازدواج کا متحمل نہیں ہے۔ کیا دار العلوم اور ڈابھیل وغیرہ مدارس کے اساتذہ میں سے کسی نے ایک سے زیادہ نکاح کیا ہے؟ اگر اتنا ہی ضروری ہوتا تو یہ علماء اس کو ضرور کرتے۔

یہ ایک ایسا حکم جواز ہے جس کے نتیجہ میں پہلی بیوی کی دل آزاری اور دل شکنی ہوتی ہے، گھر اکھاڑا بن جاتا ہے۔ بچوں کے سامنے ہونے والے نزاعات ان کی نفسیات اور تربیت پر اثر ڈالتے ہیں۔شوہر کی وفات کے بعد ان کی جائیداد میں ہونے والے مخاصمات اور مرافعات بھی آنکھوں دیکھے ہیں۔

پھر بعض مرد ازدواج ثانی میں جذباتی ہوتے ہیں وہ جذبات میں نکاح کر تو لیتے ہیں، لیکن حالات جب اپنی رنگینیوں کے بعد مصائب کا مزہ چکھاتے ہیں، تو اس کے جذبات غبارے کی طرح پھس ہو جاتے ہیں اور وہ کمزوری دکھاتے ہوئے دوسری بیوی کو چھوڑ دیتے ہیں اور کبھی دوسری کے ساتھ زمانہ نے یاوری کی تو پہلی بیوی یا تو کالمعلقۃ ہوجاتی ہے یا مطلقہ۔

اور اگر دونوں ساتھ ہیں تو عدل وانصاف کا کیا پوچھنا! کسی کو عمدہ رہائش کسی کو ادنی رہائش، کسی پر فریفتگی کسی سے گریختگی، کسی سے نالاں کسی سے شاداں و فرحاں۔

ہمارے بزرگ تو دو تربوز بھی کاٹ کر آدھا آدھا رد و بدل کر کے بیویوں کو دیا کرتے تھے۔ کہ کہیں ایک بیوی کو میٹھا اور ایک کو پھیکا نہ چلا جائے۔ آج کل مرد ایک بیوی کے ساتھ ہی حقوق میں کوتاہ ہیں چہ جائے کہ وہ دوسرا نکاح پھر تیسرا اور پھر چوتھا بھی کریں۔ان سب نقصانات کو دیکھیں اور تعدد ازدواج کو دیکھیں جس میں کچھ منفعت، عارضی نفع اور تھوڑی لذت کوشی کے علاوہ کچھ نہیں۔ ضررہ اکبر من نفعہ۔ دفع مضرت تو مقدم ہے جلب منفعت سے ۔اس لیے ہمارے زمانے میں ایک ہی پر اکتفا کرنا چاہیے۔

یہ وہ سوالات ہیں جو مسلمان خواتین کرتی ہیں۔بعض دبے لفظوں میں بعض صاف لفظوں میں اور بعض اپنے عمل سے ان سوالوں کو ظاہر کرتی ہیں۔

جواب !خوب سمجھ لیں!

اللہ تعالیٰ نے تعدد ازدواج مباح کیا ہے۔اللہ تعالیٰ بندوں کی مصلحتوں کو سب سے زیادہ جانتا ہے۔ اسی نے تعدد کو جائز کیا ہے، تمام علاقے اور سارے زمانے کے لیے کیا ہے۔ گویا یہ حکم جواز اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں پر ایک صدقہ و خیرات ہے. فاقبلوا صدقتہ. اس کو رد کرنا عطائے الٰہی کو رد کرنا ہے۔

اسلام کی نظر سب عورتوں پر ہے،اسلام کی نظر بعض عورتوں اور بعض علاقوں تک محدود

نہیں، اسلام ایک آفاقی مذہب ہے، ہر زمان و مکان کے لیے قابل عمل ہے۔عموماً مردوں کی تعداد عورتوں کی بنسبت کم ہوتی ہے۔ نیز مرد حادثات اور جنگ وغیرہ میں ہلاک زیادہ ہوتے۔ اب سب ایک ہی نکاح پر اکتفا کریں تو بہت سی عورتیں نکاح کے بغیر رہ جائیں تو یہ ان کے ساتھ ناانصافی ہے۔تو کیا بہتر ہے کہ ایک عورت ایسی زندگی گزارے جس میں شوہر بھی ہو، اگرچہ اس کی شریک بھی ایک خاتون ہو؟ یا یہ کہ وہ ہمیشہ کے لیے نکاح سے محروم رہ جائے؟

اسی طرح کیا بہتر ہے کہ معاشرے میں کچھ مرد تعدد اختیار کریں تا کہ عورتیں نکاح کے بغیر نہ رہیں؟ یا یہ کہ کوئی بھی تعدد نہ کرے اور نتیجے میں معاشرہ بے راہ روی سے بھر جائے؟

عورت کی حفاظت اور اس کے وقار کا خیال اور ان ہی کا مفاد ایک سے زائد نکاح کی اجازت میں ہے؛ قانون قدرت نہیں چاہتا کہ عورتوں کی ایک تعداد کنواری ہی رہ جائے؛ جب کہ کوئی بھی عورت اپنی فطری ضروریات کی تکمیل کے لیے مرد سے مستغنی نہیں ہوسکتی ہے اور جیسے ہر مرد کو شوہر اور باپ بننے کا حق ہے، اسی طرح ہر عورت کو بھی بیوی اور ماں بننے کا حق ہے اور تعداد زیادہ ہونے کی صورت میں تعدد کی اجازت کے بغیر ہر عورت کو اس کا یہ حق نہیں دیا جاسکتا ہے۔

اسلام نے زنا کو حرام کیا ہے۔ زنا کی حرمت شدید ہے، کیونکہ اس میں بے شمار خرابیاں ہیں۔ جب اسلام نے زنا سے روکا، تو اس نے نکاح کا دروازہ کھول دیا، اور تعدد کو بھی جائز رکھا۔تعدد کو روک دینا مرد اور عورت اور معاشرہ سب پر ظلم ہے۔کیوں کہ بے نکاحی خواتین کی کثرت جنسی بے راہ روی و بے حیائی کو شیوع دیں گی اور ایک شہوانی گمراہی سے ملوث معاشرہ وجود میں آئے گا۔

مرد و عورت کی طبعی ساخت میں بھی فرق ہے عورت ہر وقت ہمبستری کے لیے تیار نہیں ہوتی حیض، نفاس، حمل وغیرہ موانع ہوتے ہیں، جب کہ مرد ہر وقت آمادہ رہتا ہے۔ اگر تعدد کو روک دیا جائے تو کچھ مرد غلط راستے پر پڑ سکتے ہیں۔

بسا اوقات بیوی بانجھ ہوتی ہے یا کسی دائمی مرض میں مبتلا ہوجاتی ہے یا اس کے اخلاق خراب اور زبان دراز ہوتی ہے۔تو ان کو طلاق دے کر داغ دار کرنے کے بجائے ان کو اپنی کفالت میں رکھے اور دوسرا نکاح کرلے۔ یہ حل بھی تعدد ازدواج ہی میں ہے۔

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ پہلی بیوی بیمار اور ناتواں ہوجاتی ہے، شوہر کی ذمہ داریاں اس پر گراں

گزرتی ہیں۔ کبھی شوہر قوی الشہوت ہوتا ہے، بیوی اس کی جسمانی حاجتوں کی ادائیگی میں تکان اور درماندگی بلکہ الجھن محسوس کرتی ہے۔ ایسی صورت میں تعدد ازدواج یہ پہلی بیوی کے لیے راحت وسکون کا ذریعہ ہوگا۔ گھریلو کام کاج تقسیم ہو جائیں گے، قسمت مہربان ہوئی تو دوسری اس کی خدمت کرے گی اور آرام پہنچائے گی۔ اس کے بچوں کی دیکھ ریکھ کرے گی۔

بعض دفعہ کوئی خاتون بیوہ ہو جاتی ہے، جس کے چھوٹے چھوٹے یتیم بچے ہوتے ہیں، یا مرد کی غیر محرم قریبی رشتہ دار خاتون ہوتی ہے اور یہ مرد پہلی بیوی کے ہوتے ہوئے ایسی خاتون سے نکاح کر کے اس کے اور اس کے بچوں کی کفالت کا ذمہ دار اور باعزت زندگی کے لیے سہارا بن سکتا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی حکمتیں حکم تعدد ازدواج میں مضمر ہیں۔

رہی بات عورتوں میں پائی جانے والی طبعی غیرت، اور اس کے نتیجے میں ہونے والی نفسیاتی اذیت، تو یہ ایسا مفسدہ نہیں جو تعدد کے بڑے بڑے فائدوں کے مقابلے میں کوئی حیثیت رکھتا ہو۔

کیا آپ نہیں دیکھتے کہ نماز، روزہ، حج اور جہاد جیسے شرعی احکام میں بھی مشقت ہے، اسی لیے انہیں "تکالیف" کہا جاتا ہے۔ اسی طرح گناہوں سے بچنا بھی نفس کے لیے مشکل ہوتا ہے، مگر ان سب کی تکلیف کے باوجود اللہ نے بندوں کو ان احکام کا پابند بنایا، کیونکہ ان میں ان کی بھلائی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "کیا وہ جس نے پیدا کیا ہے (تمہارے لیے کیا بہتر ہے) نہیں جانتا؟ وہی تو باریک بیں اور باخبر ہے"۔ (الملک: ۱۴)

پھر یہ بھی حقیقت ہے کہ تعدد کی وجہ سے پیدا ہونے والی غیرت اور تکلیف عورتوں میں یکساں نہیں ہوتی۔ کچھ عورتوں کو تعدد سے کوئی تنگی نہیں ہوتی۔ اپنے لیے خیر اور باعث برکت سمجھتی ہیں۔

اور یہ بات بھی معلوم ہے کہ دوسری شادی کے جو نقصانات شمار کیے جاتے ہیں وہ دوسری شادی یا تعدد ازدواج کا لازمی سبب نہیں ہے۔ بلکہ بواسطۂ زوجۂ اولی ہے، اگر یہ ہنگامہ نہ کرے مرد کو بے عدلی پر مجبور نہ کرے، بچوں کے سامنے منازعت اور مخاصمت سے گھر کو پاک رکھے تو تعدد ازدواج سے خیر ہی وجود میں آئے گا۔ اور تعدد ازدواج کی جو مصلحتیں، حکمتیں اور فوائد ذکر کیے گئے ہیں ان سب کے لیے یہ مبارک حکم لازمی سبب ہے۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب

تعددِ ازدواج اکابر علماء کے اقوال کی روشنی میں

اگر ایک مرد کو کئی شادیوں کی اجازت نہ دی جائے تو یہ فاضل عورتیں ہیں بالکل معطل اور بیکار رہیں گی کون ان کی معاش کا کفیل اور ذمہ دار بنے گا اور کس طرح یہ عورتیں اپنے کو زنا سے محفوظ رکھیں۔ بس تعددِ ازدواج کا حکم کسی عورتوں کا سہارا ہے اور ان کی عصمت اور ناموس کی حفاظت کا واحد ذریعہ ہے اور ان کی جان اور آبرو کا نگہبان اور پاسبان ہے عورتوں پر اسلام کے اس احسان کا شکر واجب ہے۔ {حضرت مولانا ادریس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ}

فتاویٰ میں ہے: اگر آپ کے شوہر کو اپنے اوپر یہ اعتماد ہے کہ دوسری شادی کرنے کے بعد آپ کے درمیان اور نئی بیوی کے درمیان عدل (برابری) کرلیں گے تو ان کے لیے آپ کو بتائے بغیر بھی شرعاً نکاح کرنا صحیح ہے، ایسی صورت میں آپ کو بھی اعتراض نہ کرنا چاہیے: في البزازية: له امرأة أو جارية فأراد أن يتزوج أخرى، فقالت اقتل نفسي، له أن يأخذ ولا يمتنع؛ لأنه مشروع قال الله تعالیٰ: لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ①. (الفتاوى البزازية على الهندية)

ترجمہ: اگر کسی شخص کی بیوی یا باندی ہو، پھر وہ دوسری عورت سے نکاح کرنا چاہے، تو اس کی بیوی یہ کہے کہ اگر تم نے دوسری شادی کی تو میں خود کو قتل کرلوں گی، تو مرد کے لیے جائز ہے کہ وہ دوسری شادی کرے اور اس کی دھمکی کی وجہ سے رکنا اس پر لازم نہیں؛ کیونکہ نکاح کرنا شرعاً جائز عمل ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ”اے نبی! آپ کیوں حرام کرتے ہیں اس چیز کو جو اللہ نے آپ کے لیے حلال کی ہے، اپنی بیویوں کی خوشنودی چاہتے ہیں؟ اور اللہ بہت بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔“

البتہ حتی الامکان مرد کو چاہیے کہ ایک سے زائد نکاح سے پرہیز کرے خصوصاً ایسے علاقوں میں جہاں تعدد ازدواج کا زیادہ رواج نہیں ہے؛ اس لیے ایک سے زیادہ نکاح کرنے میں بسا اوقات زندگی کا سکون چھن جاتا ہے، دو سوکنوں کے ساتھ گھر بسانا اور ان کے ساتھ نباہ کرنا بہت مشکل کام ہے، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”موجودہ حالات میں بغیر سخت مجبوری کے دوسرا نکاح ہرگز نہ کرنا چاہیے۔“ (اسلامی شادی، ص:۲۵۵) ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں: ”دو بیویوں میں نباہ حکومت کرنے سے زیادہ مشکل ہے۔“ (حوالہ سابق، ص:۲۵۳) {دار الافتاء دار العلوم دیوبند}

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم: جن عورتوں سے نکاح جائز نہیں ان کی تفصیل بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ. اور یہ بھی حرام ہے کہ تم دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرلو، ذرا سوچیے کہ قرآن کریم نے یہاں دو بہنوں کو بیک وقت نکاح میں رکھنے سے کیوں منع فرمایا؟ اور اگر دو باہم اجنبی عورتوں سے بیک وقت نکاح کا عام رواج عہد رسالت میں نہ ہوتا تو اس تنبیہ کی کیا ضرورت تھی کہ دیکھو دو بہنوں کو بیک وقت نکاح میں نہ رکھ لینا؟ اس تنبیہ سے صاف پتہ چلتا ہے کہ عہد رسالت میں تعدد ازدواج کا عام رواج تھا جس کی بناء پر یہ اندیشہ تھا کہ کوئی شخص دو بہنوں سے نکاح نہ کرے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس فعل کو صراحۃً ممنوع قرار دے دیا۔

--خود مغرب میں یک زوجی کا یہ اصول مرد کے لئے کتنے ہی سامان تعیش پیدا کر رہا ہو، عورت کے لئے ایک ایسا عذابِ جان بن چکا ہے کہ اُن کی مظلومیت آج اس مظلومیت سے بدرجہا زیادہ ہے جس کا بڑے سے بڑا تصور تعدد ازواج کی صورت میں کیا جا سکتا ہے، یہاں تک کہ وہاں کے منصف مزاج مفکرین عورت کی اس المناک مظلومیت کو محسوس کر کے یک زوجی کے خلاف احتجاج کر رہے ہیں-- تمام حقائق کو کھلی آنکھوں دیکھنے کے باوجود بھی اگر ہم اپنے یہاں تعددِ ازواج کو ناجائز قرار دینا چاہتے ہیں تو ہمیں یہ اقدام کرنے سے پہلے یہ اچھی طرح سوچ لینا چاہیے کہ اگر ہم نے بھی یہاں "یک زوجی" کا قانون بنا دیا تو ہمارے معاشرے کے طول و عرض میں بھی فحاشی اور جنسی جرائم کی وہی داستانیں دہرائی جائیں گی جو یورپ اور امریکہ میں قدم قدم پر عام ہو چکی ہیں، تعددِ ازواج کو ممنوع قرار دینے کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم بھی اپنے یہاں کی عورت پر وہی ظلم کرنا چاہتے ہیں جس کا مظاہرہ دو صدیوں سے یورپ اور امریکہ میں ہو رہا. (حکومت نے تعدد ازدواج پر بہت سی شرطیں لگا کر ناقابل عمل بنا دیا تھا اس کے رد میں حضرت نے ایک مقالہ لکھا تھا۔ جس کے یہ اقتباسات ہیں)

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ: حضرت حاجی صاحبؒ نے آخر عمر میں نکاح (ثانی) کیا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت کی پیرانی صاحبہ (پہلی بیوی) نابینا ہوگئی تھیں یہ بی بی حضرت کی بھی خدمت کرتی تھی اور پیرانی صاحبہ کی بھی۔ ان واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ عورت محض شہوت کے لیے تھوڑی کی جاتی ہے اور بھی مصلحتیں اور حکمتیں ہیں۔

خود عورتوں کو بعض وقت ایسی مجبوریاں آپڑتی ہیں کہ اگر ان کے لیے یہ راہ کھلی نہ رکھی جائے کہ وہ ایسے مردوں سے نکاح کر لیں جن کے گھروں میں پہلے سے عورتیں موجود ہیں تو اس کا نتیجہ بدکاری ہوگا کیونکہ ہر سال دنیا کے کسی نہ کسی حصہ میں لاکھوں مردوں کی جانیں لڑائیوں میں تلف ہو جاتی ہیں اور عورتیں بالکل محفوظ رہتی ہیں اور ایسے واقعات ہمیشہ پیدا ہوتے رہتے ہیں اور جب تک دنیا میں مختلف قومیں آباد ہیں ایسے واقعات ہمیشہ پیدا ہوتے رہیں گے اور ہمیشہ مردوں کی تعداد میں کمی ہو کر عورتوں کی تعداد بڑھ جائے گی۔

اس کی اجازت بلا کراہت کے منصوص قطعی (قرآن سے ثابت) ہے اور سلف میں بلا نکیر رائج تھا اس میں کراہت یا حرمت کا اعتقاد یا دعویٰ اور اس کی بناء پر آیات قرآنیہ ہیں تحریف کرنا سراسر الحاد و بد دینی ہے۔

عدل پر قدرت کے باوجود بغیر ضرورت کے دوسری بیوی کرنے کی مذمت:

اور عدل کرنے کی صورت میں مرد پر کوئی الزام تو نہیں لیکن پریشانی میں تو پڑ گیا جس کے بڑھ جانے سے بعض اوقات دین میں خلل پڑنے لگتا ہے اور بعض اوقات صحت و عافیت میں خلل پڑنے لگتا ہے اور اس کے واسطے سے کبھی دین میں بھی خرابی آجاتی ہے جہاں اس کا ظن غالب ہو (یعنی کئی بیویاں کرنے اور ان میں انصاف کرنے کی وجہ سے خود اس کے پریشانی میں پڑ جانے اور دین میں خرابی آجانے کا ظن غالب ہو) ایسی پریشانی سے بچنا ضروری ہے اور پریشانی کے اسباب سے بھی بچنا ہوگا اور وہ تعدد ازواج (کئی بیویاں کرنا) ہے۔ اگر یہ بچنے کا لزوم واجب شرعی نہ بھی ہوتا تاہم عقل کا مقتضیٰ تو ضرور ہے کیونکہ بلاوجہ پریشانی مول لینا عقل کے خلاف ہے۔

مجھ کو (حضرت تھانوی رحمہ اللہ) اس قدر دشواریاں اس میں پیش آئیں ہیں کہ اگر علمِ دین اور حسنِ تدبیر حق تعالیٰ نہ عطا فرماتے تو ظلم سے بچنا مشکل تھا سو ظاہر ہے کہ اس مقدار میں علم اور اس قدر اہتمام کا عام ہونا بہت مشکل ہے نیز ہر شخص کو نفس کا مقابلہ کرنا بھی مشکل کام ہے (ایسے حالات میں) اب تعدد ازواج (کئی بیویاں رکھنا) بجز اس کے حق ضائع کر کے گنہگار ہوں کیا نتیجہ ہو سکتا ہے۔

حضرت تھانویؒ مزید فرماتے ہیں یہ (مذکورہ بالا) حقوق تو واجب تھے بعض حقوق مروت

کے ہوتے ہیں گو واجب نہیں ہوتے مگر ان کی رعایت نہ کرنے سے دل شکنی ہوتی ہے جو رفاقت کے حقوق کے خلاف ہیں ان کی رعایت اور بھی دقیق ہے غرض کوئی شخص واقعات و معاملات کے احکام علماء سے پوچھے اور پھر عمل کرے تو نانی یاد آجائے گی اور تعدد ازواج سے توبہ کرلے گا۔

بغیر سخت مجبوری کے دوسری شادی کرنے کا انجام:

موجودہ حالات میں بغیر سخت مجبوری کے دوسرا نکاح ہرگز نہ کرنا چاہیے اور مجبوری کا فیصلہ نفس سے نہ کرانا چاہیے بلکہ عقل سے کرانا چاہیے بلکہ عقلاء کے مشورہ سے کرنا چاہیے۔ اور پختگی سن (عمر ڈھل جانے کے بعد) دوسرا نکاح کرنا پہلی منکوحہ کو بے فکر ہوجانے کے بعد اس کو فکر میں ڈالنا ہے اور جہالت تو اس کا لازمی حال ہے وہ اپنا رنگ لائے گا اور اس رنگ کے چھینٹے سے نہ ناکح (نکاح کرنے والا مرد) بچے گا نہ منکوحہ ثانیہ (دوسری بیوی) بچے گی، خواہ مخواہ ظلم کے دریا بلکہ کے خون کے دریا میں سب غوطے لگائیں گے۔خصوصاً جب کہ مرد عالم دین اور متحمل بھی نہ ہو، علم نہ ہونے سے تو وہ عدل کی حد کو نہ جان سکے گا اور برداشت کا مادہ نہ ہونے کی وجہ سے ان حدود کی حفاظت نہ کرسکے گا، اس وجہ سے وہ ضرور ظلم میں مبتلا ہوگا چنانچہ عموماً کئی بیویوں والے لوگ ظلم وستم کے معاصی (گناہ) میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔

دو شادی کرنا پل صراط پر قدم رکھنا اور اپنے کو خطرہ میں ڈالنا ہے مجھے دوسری بیوی کرنے میں بہت ساری مصلحتیں ظاہر ہوئیں مگر یہ مصلحتیں ایسی ہیں جیسے جنت کے راستہ میں پل صراط بال سے زیادہ باریک تلوار سے زیادہ تیز جس کو طے کرنا سہل کام نہیں اور جو طے نہ کرسکا وہ سیدھا جہنم میں پہنچا اس لیے ایسے پل پر خود چڑھنے کا ارادہ ہی نہ کرے۔

ان خطرات اور ہلاکت کے موقعوں کو پار کرنے کے لیے جن اسباب کی ضرورت ہے وہ ارزاں (سستے) نہیں ہیں دینِ کامل عقلِ کامل نورِ باطن ریاضت سے نفس کی اصلاح کر چکنا (یہ سب اس کے لیے ضروری ہیں)۔

چونکہ ان سب کا جمع ہونا شاذ ہے اس لیے تعدد ازواج (کئی بیویوں کے چکر میں پڑنا) اپنی دنیا کو تلخ اور برباد کرنا ہے یا آخرت اور دین کو تباہ کرتا ہے۔ (اسلامی شادی)

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ فرمایا: جب کسی عمل کو دائماً متروک رکھا جاتا ہے۔ تو باطن پر اس کا اثر ضرور رہتا ہے بدون عمل کے اعتقاد کی جڑ نہیں

کٹتی۔ چنانچہ جب سے نکاح ثانی پر عمل ہونے لگا اس وقت سے اعتقاد بھی درست ہونے لگا۔

(کمالات اشرفیہ)

میں کسی کو دوسری شادی کا مشورہ نہیں دیتا۔ حد شریعت اور ہے مزاج شریعت اور ہے لوگ حدود کی رعایت کرتے ہیں تو مزاج شریعت کی رعایت نہیں کرتے۔

عموماً کوئی اپنی بچی بحیثیت دوسری بیوی کے تین وجہوں سے دیتا ہے:

١) یا تو آپ کے پاس مالی فراوانی ہے لڑکی والے سوچتے ہیں کہ ہم غریب ہیں ہمیں بھی کچھ پیسے مل جائیں گے۔

٢) یا آپ مشہور شخصیت با کمال انسان ہیں کہ آپ سے نسبت جڑ جانا اچھی بات ہے۔

٣) یا اس وجہ سے کہ لڑکی کا معاشقہ ہوگیا ہے اب وہ بیٹی کے ہاتھوں مجبور ہیں۔

میں (گھمن صاحب) عرض کرتا ہوں: دوسری شادی کے لیے پہلی بیوی کی اجازت شرط نہیں ہے لیکن اس کو اعتماد میں لینا چاہیے کہ میرا شوہر مجھ پر ظلم نہیں کرے گا۔

{حضرت مولانا الیاس گھمن صاحب مدظلہ}

حقیقت یہ ہے کہ انسانی تاریخ میں جہاں کہیں قانون کے دائرہ میں رہتے ہوئے ایک سے زیادہ نکاح کی ممانعت کی گئی ہے وہاں غیر قانونی تعددِ ازواج کا ایسا طوفان اٹھا ہے کہ شاید شیطان بھی ان کو دیکھ کر شرماتا ہوگا، موجودہ دور کا مغربی سماج اس کی کھلی ہوئی مثال ہے؛ اس لئے اسلام نے مردانہ فطرت کی رعایت کرتے ہوئے اس کی گنجائش رکھی ہے؛ لیکن اس کو نہ واجب و ضروری قرار دیا ہے، نہ مستحب و مرغوب، اور اس میں بھی یہ شرط عائد کی ہے کہ ایک سے زیادہ نکاح سنجیدہ جذبہ کے تحت کیا جائے، پہلی بیوی کو ضرر پہنچانا مقصود نہ ہو۔

(مولانا مفتی خالد سیف اللہ رحمانی دامت برکاتہم)

مولانا پیر ذوالفقار نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ: ہم دوسری شادی کی مخالفت نہیں کرتے، مخالفت کر ہی نہیں سکتے ہیں جب اللہ تعالی نے اجازت دی ہے تو کیسے کر سکتے ہیں۔ لیکن ہم آگاہ کرتے ہیں کہ اگر دوسری شادی کرو گے تو عدل و انصاف کرنا مشکل ہو جائے گا تو جو بندہ آخرت کی ذلت سے ڈرتا ہے وہ بچے۔

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ دوسری شادی کرنے کے بعد ایک بیوی بن کے رہتی ہے دوسری

بیوہ بن کے رہتی ہے۔ دوسری شادی کے جو فرائض ہیں اس سے ڈرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس چکر میں مت پڑو۔ جہاں تک ضرورت کا معاملہ ہے تو بیوی صحت مند ہے تو ضرورت پوری ہو سکتی ہے اور جہاں تک چاہت کا اور شہوت کا معاملہ ہے، یہ نہیں پوری ہوتی جتنی مرضی شادی ہو جائے۔ (انتھی کلامہ)

مفتی طارق مسعود صاحب فرماتے ہیں: ایک صاحب بیوہ سے نکاح کرنا چاہتے تھے، جس کا کوئی پرسان حال نہیں تھا، اس بیوہ کا بیان یہ تھا کہ اگر یہ مجھ سے نکاح نہ کرتا تو میں لازماً زنا میں مبتلا ہو جاتی۔

میں نے شادی کا مشورہ دیا تو مرد نے کہا کہ میری بیوی مرنے کی دھمکی دے رہی ہے۔ تو میں (مفتی طارق مسعود صاحب) نے کہا مرنے دو۔ آپ کو گناہ نہیں ہوگا۔ اس کے حقوق میں کوتاہی نہ کرو۔ یہ ایک شریعت کا حکم ہے، بیوہ کا کہیں سے رشتہ نہیں آرہا ہے اب بات طے ہو گئی ہے، حقوق بھی دونوں کے ادا کر سکتے ہو، پھر بھی اگر کوئی خودکشی کر کے مرتا ہے تو یہ اس کی کوتاہی ہے۔ {مفتی طارق مسعود صاحب مدظلہ}

لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ تعددِ ازدواج کی اجازت ایک معاشرتی ضرورت ہے اور بہت سی دفعہ اس سے نہ صرف شوہر کی ضرورت پوری ہوتی ہے، بلکہ پہلی بیوی کے حق میں بھی یہ مفید ثابت ہوتا ہے اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جس سماج میں تعددِ ازدواج کو شجرِ ممنوعہ سمجھا جاتا ہے اور اس کی اجازت نہیں دی جاتی، وہاں قانونی طور پر تو ایک ہی بیوی ہوتی ہے، لیکن غیر قانونی تعلقات کی کوئی انتہا نہیں ہوتی، مغربی ممالک آج اس کی واضح مثال ہیں۔

(حضرت سید نظام الدین، جنرل سیکریٹری مسلم پرسنل لا بورڈ)

سوال یہ ہے کہ ایسے حالات میں جب عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہو تو اس مشکل اور پیچیدگی کا کیا حل ہے؟ اگر عورتوں کی اس کثیر تعداد کو غیر شادی شدہ مرد نکاح کے لئے نہ ملے تو آخر وہ کیا کریں؟ زندگی بھر اپنی فطری خواہشات کو قربان کریں، شادی، شوہر، ازدواجی حقوق اور ماں بننے کی نعمت سے محروم رہیں، یا اپنی جنسی خواہش کی تکمیل کے لئے اپنی عفت و عصمت کو پامال کریں اور بدکاری و بے حیائی کی راہ پر چل کر ملک و معاشرہ میں اخلاقی گندگی اور صنفی انارکی پھیلائیں یا اس کا ایسا حل پیش کیا جائے جس سے عورت کی عزت و شرافت بھی محفوظ

رہے اور خاندان وسماج کی پاکیزگی بھی برقرار رہے اور جنسی برائی سر نہ اٹھائے، ظاہر ہے کہ یہ دوسرا حل جو اسلام نے پیش کیا ہے وہ پہلے کے مقابلے میں ہر لحاظ سے بہتر ہے۔

احادیث سے مرد کے نکاح میں چند بیویوں کا ہونا تو تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔عہد رسالت میں صحابہ کرام میں سے بہت سے حضرات نے متعدد شادیاں کیں لیکن انہوں نے عدل کو ملحوظ رکھا۔۔۔۔۔۔۔خلیفہ دوم حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ایک بیوہ خاتون ام ابان کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے پیغام نکاح پیش کیا، انہوں نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے پیغام کو قبول کر کے باقی کو مسترد کر دیا، ان چاروں کے نکاح میں پہلے سے بیویاں موجود تھیں۔۔۔۔۔۔اسلام شخصی اور اجتماعی ضرورتوں کی تکمیل، اخلاقی اقدار کی حفاظت اور فحش کاریوں کے سدِ باب کے لئے تعددِ ازدواج کو قانونی جواز عطا کرتا ہے، تا کہ اگر ایک شخص اپنی ذاتی یا سماجی اور ملکی مصالح کے پیش نظر ایک سے زیادہ عورتوں سے تعلق کی ضرورت محسوس کرے تو وہ شرعی، اخلاقی اور قانونی حدود میں رہ کر نکاح کے ذریعہ اسے اپنی حرم میں داخل کرے، اور ازدواجی رشتہ کی بنیاد پر عائد ہونے والی ذمہ داریوں کو قبول کرے۔　　{مولانا نور الحق صاحب رحمانی}

مشہور انگریز صاحب قلم جارج برناڈ شاہ اسلام کے اس الٰہی قانون کی حکمت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''اس میں کوئی بڑی حکمت ہے کہ مرد عورتوں کے مقابلہ میں زیادہ خطرات کا نشانہ بنتے ہیں، اگر عالم انسانیت پر کوئی بڑا حادثہ ٹوٹ پڑے جس کی وجہ سے تین چوتھائی مرد ہلاک ہو جائیں اور اس وقت اگر شریعت محمّدی پر عمل کر کے ہر مرد کے لئے چار بیویاں ہوں تو تھوڑی ہی مدت میں مردوں کی تلافی ہو جائے گی، جرمنی میں دوسری جنگ عظیم کے بعد عورتوں نے تعدد ازدواج کا پر زور مطالبہ کیا۔''　　(مسئلہ تعدد ازدواج مؤلفہ شیخ عبدالعزیز القناعی ص ١٩)

أظهرت جمعية النساء العزل تحرجها من فقدان البعولة وسألت الحكومة أن يسمح لهن بسنة تعدد الزوجات الاسلامية حتى يتزوج من شاء من الرجال بأزيد من واحدة و يرتفع بذالك غائلة الحرمان، غير أن الحكومة لم تجبهن في ذلك و امتنعت الكنيسة من قبوله و رضيت بفشو الزنا و شيوعه و فساد النسل .　　(الميزان في تفسير القرآن (٤/١٩٤)

افریقی مشنریوں کے ذریعہ تعددِ ازدواج کے خاتمہ کا نتیجہ یہ نکلا ہے عصمت فروشی و قحبہ گری میں غیر معمولی اضافہ ہوگیا ہے، اس حد تک کہ تنہا یوگنڈا کو بیس ہزار پونڈ سالانہ امراض خبیثہ کی روک تھام پر صرف کرنا پڑ رہا ہے، رہے اخلاقی عواقب و نتائج تو وہ بدترین اور نا قابل بیان ہیں۔ (تعدد ازدواج مؤلفہ سید حامد علی)

شیخ عبداللہ مراغی اپنی کتاب ''الزواج والطلاق في جميع الأديان'' میں فرانس کے بارے میں لکھتے ہیں: حکومتِ فرانس کے ایک سرکاری افسر نے اپنی تقریر کے دوران کہا کہ کیمپوں میں حرامی بچوں کی تعداد ایک کثیر حد تک پہنچ گئی ہے جو ملک کے لئے پریشان کن مسئلہ ہے اور یہ محض تعددِ ازدواج سے ممانعت کا نتیجہ ہے۔ یک زوجگی کی مشکلات بعض معاشروں کے لئے بہت پریشان کن ہے اور فوری حل تلاش کرتی ہے۔ (المقارنات والمقابلات)

اگر قانونی تعدد کو اختیار نہیں کرتے تو غیر قانونی تعدد کو لازماً گوارہ کرنا ہوگا جس کے نقصانات قانونی تعدد کے مقابلے میں بہت زیادہ ہیں۔ ترکی جو مسلم اکثریت کا ملک ہے اس نے ۱۹۲۶ء میں اسلام کے اس قانون کے خلاف ایک شہری قانون نافذ کیا جس کی رو سے تعددِ ازدواج ناجائز قرار پایا لیکن آٹھ سال ہی گذر پائے تھے کہ ناجائز ولادتوں، خفیہ غیر قانونی داشتاؤں و خفیہ طور پر قتل کئے گئے بچوں کی بڑھتی ہوئی تعداد نے حکومت کے اربابِ حل و عقد کو اس قانون پر نظر ثانی کرنے پر مجبور کر دیا۔ (ماذا عن المرأة ص:۱۵۱)

خلاصۂ کلام یہ کہ تعددِ ازدواج انسانی معاشرہ کی ایک ناگزیر اور فطری ضرورت ہے، اسی بنا پر ہر زمانے، ہر معاشرے اور ہر مذہب و ملت میں اس کا رواج رہا ہے اور موجودہ حالات نے عالمی سطح پر اس کی ضرورت پیدا کر دی ہے، لہٰذا فرد اور سماج کو پاکیزہ رکھنے اور اخلاقی گندگی و جنسی آلودگی سے بچانے کے لئے اسے قانونی جواز عطا کرنا ضروری ہے۔ {مولانا نور الحق صاحب رحمانی}

فتوی سماحۃ الشیخ عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز (حفظہ اللہ) فی تعدد الزوجات:

س - هل الأصل في الزواج التعدد أم الواحدة؟

ج - الأصل في ذلك شرعية التعدد لمن استطاع ذلك ولم يخف الجور لما في ذلك من المصالح الكثيرة في عفة فرجه وعفة من يتزوجهن والإحسان إليهن وتكثير النسل الذي به تكثر الأمة ويكثر من يعبد

الله وحده ويدل على ذلك قوله تعالى : ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا۟ فِي الْيَتَامَىٰ فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَلَّا تَعُولُوا ... ولأنه تزوج أكثر من واحدة، وقد قال الله سبحانه وتعالى: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ . . وقال ﷺ لما قال بعض الصحابة : أما أنا فلا آكل اللحم وقال آخر أما أنا فأصلي ولا أنام وقال آخر أما أنا فأصوم ولا أفطر، وقال آخر أما أنا فلا أتزوج النساء، فلما بلغ خطب الناس فحمد الله وأثنى عليه ثم قال : «إنه بلغني كذا وكذا ولكني أصوم وأفطر وأصلي وأنام وآكل اللحم وأتزوج النساء فمن رغب عن سنتي فليس مني وهذا اللفظ العظيم منه يعم الواحدة والعدد والله ولي التوفيق ۔

س۔ هل تعدد الزوجات مباح في الإسلام أو مسنون؟

ج- تعدد الزوجات مسنون مع القدرة لقوله تعالى :

وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَىٰ فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَلَّا تَعُولُوا ولفعله عليه الصلاة والسلام فإنه قد جمع تسع نسوة ونفع الله بهن الأمة وهذا من خصائصه عليه الصلاة والسلام أما غيره فليس له أن يجمع أكثر من أربع ولما في تعدد الزوجات من المصالح العظيمة للرجال والنساء وللأمة الإسلامية جمعاء فإن تعدد الزوجات يحصل به للجميع غض الأبصار وحفظ الفروج وكثرة النسل وقيام الرجال على العدد الكثير من النساء بما يصلحهن ويحميهن من أسباب الشر والانحراف أما من عجز عن ذلك وخاف ألا يعدل فإنه يكتفي بواحدة لقوله سبحانه : ﴿فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً﴾.

وفق الله المسلمين جميعاً لما فيه صلاحهم ونجاتهم في الدنيا والآخرة۔

ترجمہ: فتویٰ از فضیلۃ الشیخ عبد اللہ بن عبد العزیز بن باز؛

سوال: کیا نکاح میں اصل حکم تعددِ ازدواج ہے یا ایک بیوی پر اکتفا کرنا؟

جواب: اصل حکم یہ ہے کہ اگر آدمی میں استطاعت ہو اور ظلم و ناانصافی کا اندیشہ نہ ہو تو تعددِ ازدواج کی مشروعیت ہے۔ کیوں کہ اس میں بہت سے فوائد ہیں:

اپنے نفس کی حفاظت، جن عورتوں سے نکاح کرے ان کی عفت وعصمت کی حفاظت، ان پر احسان، اور نسل میں اضافہ جو کہ پوری امت کے لیے مفید ہے اور اللہ کی عبادت کرنے والوں کی تعداد میں اضافہ کا سبب بنتا ہے۔

اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان دلیل ہے: ''اگر تمہیں یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہ کر سکنے کا خوف ہو تو جو عورتیں تمہیں پسند ہوں ان سے دو، تین اور چار تک نکاح کرو۔ پھر اگر تمہیں عدل نہ کرنے کا خوف ہو تو ایک ہی پر اکتفا کرو، یا تمہاری ملکیت کی کنیزیں۔ یہ زیادہ قریب ہے کہ تم ظلم میں نہ پڑو۔''

اسی طرح اس پر نبی کریم ﷺ کا اپنا عمل بھی دلیل ہے کہ آپ ﷺ نے ایک سے زائد نکاح کیے، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تمہارے لیے رسول اللہ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔''

اور نبی ﷺ نے اُس موقع پر جب بعض صحابہ نے یہ باتیں کی کہ میں گوشت نہیں کھاؤں گا، بعض نے کہا: میں رات بھر نماز پڑھوں گا، سوؤں گا نہیں، بعض نے کہا میں مسلسل روزہ رکھوں گا، بعض نے کہا میں عورتوں سے نکاح ہی نہیں کروں گا تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''مجھے خبر ہوئی ہے کہ بعض لوگ یہ اور یہ کہتے ہیں، حالانکہ میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں، گوشت بھی کھاتا ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ پس جس نے میری سنت سے روگردانی کی وہ مجھ سے نہیں۔''

یہ عظیم فرمان ایک بیوی رکھنے اور کئی بیویاں رکھنے دونوں کے لیے آپ ﷺ کے طریقے کو شامل ہے۔ اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔

سوال: کیا اسلام میں تعددِ زوجات (ایک سے زائد نکاح) جائز ہے یا سنت ہے؟

جواب: تعددِ زوجات قدرت رکھنے والے کے لیے سنت ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''پس جو عورتیں تمہیں پسند ہوں ان سے دو، تین اور چار نکاح کرو۔ پھر اگر عدل نہ کر سکنے کا خوف ہو تو ایک ہی پر اکتفاء کرو۔''

اور نبی ﷺ کا عمل بھی اس پر دلیل ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے نو ازواج کو جمع فرمایا تھا، اور ان مبارک امہات المومنین کے ذریعے اللہ نے امت کو بہت نفع پہنچایا۔ یہ آپ ﷺ کی خصوصیات میں سے تھا، ورنہ امت کے دیگر افراد کے لیے چار سے زیادہ جمع کرنا جائز نہیں۔

تعددِ ازواج میں مردوں، عورتوں اور پوری امت کے لیے عظیم فوائد ہیں:

نگاہوں کی حفاظت، عصمت کی حفاظت، نسل میں اضافہ، اور مردوں کے ذریعے زیادہ عورتوں کی کفالت و دیکھ بھال، جو انہیں گمراہی اور بگاڑ کے اسباب سے بچاتا ہے۔

البتہ جو شخص اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو یا انصاف نہ کر سکنے کا خوف ہو، وہ ایک ہی پر اکتفا کرے، جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ''اور اگر تمہیں عدل نہ کرنے کا خوف ہو تو ایک ہی کافی ہے۔'' اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو دنیا و آخرت کی بھلائی کی توفیق عطا فرمائے۔

معترض کا سوال: (۱) دیکھا؟ میں نے کہا تھا نا۔۔۔ اکابر سے تعددِ ازدواج پر۔۔۔ تشجیع اور برانگیختہ کرنا منقول نہیں ہے۔۔۔ بلکہ عام حالات میں تکفف اور رکے رہنے کی تلقین ثابت ہے۔۔۔ کہ تعددِ ازدواج اڑتی ہوئی مصیبت کو گلے میں لینا ہے۔۔۔ اکثر حضرات نے تعددِ ازدواج کو اجازت و اباحت ہی تک محدود کیا ہے۔۔۔ سنت کہنے والے بعض معاصرین علمائے عرب ہیں۔۔۔ اور جن اکابر نے تعدد کے حق میں بات کی ہے۔۔۔ انھوں نے حکمتیں گنوائی ہیں۔۔۔ حکمتوں کا بھی اگرچہ منقبت و مزیت میں دخل ہے۔۔۔ لیکن یہ حکمتیں ان لوگوں کے خلاف شمار کرائی ہیں۔۔۔ جو تعدد کو شجرِ ممنوعہ قرار دیتے ہیں۔۔۔ خلاف از قیاس اور غیر معقول قرار دیتے ہیں۔۔۔ اور ان پر قانونی پابندی لگانا چاہتے ہیں۔۔۔ یہ اسرار و رموز ایک پر اکتفاء کو پسند کرنے والے۔۔۔ اور معاشرے کو یک زوجی پر ابھارنے والے کی طرف نظر کرتے ہوئے نہیں ہے۔ افضل اور بہتر یک زوجی ہی ہے۔ یک گیر محکم بگیر۔

اگر تعدد اور کثرتِ زوجات افضل اور مطلوبِ الٰہی اور مرغوب عند الشرع ہے تو میرے چند سوالوں کے جوابات دیجیے۔

(۲) حضرت آدم علیہ السلام کو جب دنیا میں بھیجا گیا تو ان کو ایک ہی زوجہ محترمہ دی گئی۔ پتا چلا کہ تعدد ضرورتِ انسانی میں داخل نہیں۔ قرآن میں ہے وَّ جَعَلَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا ۔۔۔ زَوۡجَاتِهَا نہیں ہے۔

(۳) ایک حدیث آپ بتا دیجیے جس میں تعدد کی فضیلت آئی ہو؟
(۴) آپ ﷺ نے کبھی کسی صحابی کو دوسرے نکاح پر نہیں ابھارا نہ کسی عورت کو کہا کہ آپ دوسری بیوی بن جائیں۔
(۵) خود حضرت نبی کریم ﷺ نے اس وقت تک دوسرا نکاح نہیں فرمایا جب تک آپ کی پہلی بیوی حضرت خدیجہ الکبری رضی اللہ عنہا حیات تھیں۔
(۶) اور آپ کے دامادوں نے اس وقت تک دوسرا نکاح نہیں کیا جب تک ان کی پہلی بیوی یعنی نبی کریم ﷺ کی پاک بیٹیاں حیات تھیں۔
(۷) بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تو روکنا ثابت ہے۔

جواب: حضرات علماء نے یہ بات لکھی ہے کہ سنت کہا جاتا ہے "ما اضیف الی النبی ﷺ من قول او فعل او تقریر" پھر فرمایا و اما افعالہ من حیث العبادۃ فھی السنن الھدی و من حیث العادۃ فھی السنن الزوائد۔

یعنی نبی کریم ﷺ کے قول و فعل اور تقریر کو سنت کہتے ہیں (الا یہ کہ وہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ خاص ہو یا منسوخ ہو۔) اور جو کام آپ ﷺ نے از راہِ عبادت کیے ہیں وہ سنت مؤکدہ اور سننِ ہدی ہیں اور جو کام آپ ﷺ نے از راہِ عادت کیے ہیں وہ بھی سنت ہیں لیکن سننِ زوائد ہیں۔ اور آپ ﷺ کے طریقہ اور سنت کی تاسی (اسوہ اختیار کرنا) مطلوب عند الشرع اور مرغوبِ الٰہی ہے۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔

پھر آپ کے اوصاف کو بھی بعض علماء نے سنت کی تعریف میں شامل کیا ہے۔ یعنی اوصاف خلقی (بفتح الخاء) آپ کا ظاہری حلیہ اور خد و خال۔ یعنی کوشش اس بات کی کریں کہ پیٹ اور سینہ ایک سطح پر رہے۔ چلنے میں رفتار بطریق تکفی رہے (یعنی قدم مضبوطی سے اٹھاتے ہوئے آہستہ رکھتے ہوئے ہلکی تیز رفتار لیے ہوئے خمیدگی سے چلنا گویا ڈھلان سے اتر رہے ہو) جب بعض ان اوصاف میں بھی تاسی محبوب ہے جس میں اختیار نہیں ہوتا تو جو آپ نے بااختیار کیے ہیں وہ کیوں کر محبوب عند اللہ نہیں ہوں گے۔

ذرا مجھے بتائیں کسی کام کے دو پہلو ہیں دونوں جائز ہیں۔ کیا اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو کسی ایسے پہلو پر علی سبیل الدوام باقی رکھیں گے جو غیر افضل ہے۔ جس نبی کریم ﷺ کی اطاعت اختیار

کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ کو جگہ جگہ دینا ہو۔ کیا اس نبی کو غیر پسندیدہ حالت پر رکھیں گے؟ کیا دنیا کا کوئی بادشاہ جو بہت سی چیزوں پر قابو یافتہ ہو اپنے محبوب کو دو چیزوں میں سے کم اہم چیز دے کر کریم اور سخی کہلا سکتا ہے؟ تو مالک الملوک کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ تعدد کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ وہ جنت میں بھی ہے۔

ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ تعددِ ازدواج کا ثبوت جواز و اباحت تک ہے لیکن مباح ہونے اور سننِ زوائد ہونے میں تباعد و استحالہ نہیں ہے۔ یہ ایسا مباح نہیں ہے جیسا آئس کریم کھانا مباح ہے۔ یہ ایسا ہے مباح جس میں بہت سی شرعی وملکی و ذاتی مصلحتیں پنہا ہیں۔

میں بغیر تشبیہ دیے کہہ سکتا ہوں جیسے مدرسہ میں رہ کر تعلیم حاصل کرنا وغیرہ مباح ہیں۔ لیکن اس میں بہت سی دینی وشرعی منصوص مصلحتیں ہیں۔ اس وقت نفسِ عمل (تعدد ازدواج وغیرہ) کو نہیں دیکھا جاتا بلکہ ان مصلحتوں میں غور کیا جاتا ہے جن کا حصول متوقع یا متیقن ہو۔ ان نصوص کے ذریعہ سے ترغیب دی جاتی ہے۔ مدرسہ میں داخلہ لینے والے کو فضائلِ علم سنا کر راغب کیا جاتا ہے اور بیعت کرنے والے سالکین کو فضائلِ تزکیہ سنا کر آمادہ کیا جاتا ہے۔

پھر ایک کام جس کی اصلیت فرض یا واجب ہو تو اس کا تکثر عام حالت میں مطلوب ہوتا ہے جب کہ کوئی وجہ قباحت کی نہ ہو۔ جیسے نماز، روزہ وغیرہ ہیں۔ جس کی اصلیت فرض ہے، لہٰذا اس میں تکثر مطلوب ومقصود ہے۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ مکروہ وقت نہ ہو اور ایام تشریق نہ ہو۔

آج ہمارے دیار میں تعددِ ازدواج کو مباح بلکہ غیر مطلوب سمجھ کر اس قدر ترک کر دیا ہے اور یک زوجی کو اتنا عموم دے دیا ہے کہ جیسے ہم مصری علماء کو بے ریش دیکھ کر تعجب کرتے ہیں کہ اتنے اہم حکم کو مباح سمجھ کر کس طرح چھوڑ دیا گیا ہے! تعجب ہے! عرب علماء ہم پر از راہِ حیرت و استعجاب سے صرف سر نہیں پکڑتے بلکہ ٹھٹھا کرتے ہوئے اپنی ہنسی روکنے کے لیے منہ پر بھی ہاتھ رکھتے ہیں۔ کہ "هذا هندی فقط واحدة! علامتهم اثنين الطنبورة (بے ڈھنگا، بڑا پیٹ) والزوجة الواحدة۔ وليس تكون المرأة تحت الهندی بل يكون هو تحتها"۔

حضرت مولانا مفتی محمد صاحب شیخ الحدیث جامعۃ الرشید ورئیس دار الافتاء لکھتے ہیں: حقیقت یہ ہے کہ اس زمانہ میں دوسری شادی کی جتنی اہمیت بڑھ گئی ہے، شاید اس سے پہلے کبھی نہ تھی،

ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اور رسول اللہ ﷺ نے احادیث مبارکہ میں کسی امر کی ترغیب دی ہو یا کسی امر کو جائز قرار دیا ہو تو وہ امت مسلمہ کے لئے سراپا خیر ہے۔ اگر اس میں شر کا کوئی پہلو ہوتا تو اسے قطعا جائز قرار نہ دیا جاتا۔ چنانچہ بعض انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا کئی کئی شادیاں کرنا قرآن وسنت میں منصوص ہے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا زیادہ شادیاں کرنا ایک مسلمہ حقیقت ہے اور عرب میں اب تک اس کا عام رواج ہے، کوئی اسے معیوب نہیں سمجھتا، بلکہ ایک شادی کو معیوب سمجھا جاتا ہے، چنانچہ ایک بار حضرت مفتی زین العابدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے عربوں کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی، تعارف ہو رہا تھا، ہر ساتھی اپنے تعارف کے ساتھ شادیوں کا بھی بتا رہا تھا کہ اس کی کتنی شادیاں ہیں۔ ایک صاحب خاموش بیٹھے ہوئے تھے، حضرت مفتی صاحب نے پوچھا کہ یہ صاحب کیوں سر جھکائے خاموش بیٹھے ہیں؟ دوسرے ساتھیوں نے جواب دیا: "مسكين له زوجة واحدة"-کہ اس مسکین کی ایک ہی بیوی ہے۔ گویا ایک بیوی پر وہ شرمندہ تھا۔

مگر ہمارے برصغیر کے معاشرے میں دوسری شادی کا نام لینا دشوار ہوگیا ہے، اعتقاد نہ سہی مگر عملاً اسے انتہائی معیوب سمجھا جانے لگا ہے، کوئی پہلی بیوی کی بیماری یا کسی عذر کی وجہ سے بھی دوسری شادی کا ارادہ کرے تو اسے پہلی بیوی کی طرف سے شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑتا ہے، نیز رشتہ دار اور دوست احباب بھی طرح طرح کے طعنے دیتے ہیں۔تعجب ہوتا ہے کہ اگر کسی مرد کی ایک بیوی سے تسکین نہیں ہوتی تو بیوی یہ تو گوارا کر لیتی ہے کہ اس کا شوہر دوسری خواتین سے ناجائز تعلقات قائم کرے، مگر شوہر کے دوسری شادی کرنے پر آمادہ نہیں ہوتی اور یہ بے ہودگی ہمارے ہاں ایلیٹ طبقے میں بہت کثرت سے پائی جاتی ہے۔ (انتہی کلامہ)

دوسری شادی کرنے کی ایک فضیلت یہ ہے کہ وہ مٹی ہوئی سنت فعلی کا اور آپ کے متروکہ طریقہ کا احیاء ہے:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے میری کسی ایسی سنت کا احیاء کیا، جسے میرے بعد ترک کر دیا گیا، تو اسے بھی، اس پر عمل کرنے والوں کے برابر ثواب ملے گا اور ان کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ (موطا امام مالک)

حدیث میں جو فضیلت بیان کی گئی ہے وہ عام سنت کے لئے نہیں؛ بل کہ اس وقت کے

لئے ذکر فرمائی گئی ہے جب کہ امت میں فساد ہو اور سیرت نبویہ پر عمل ترک ہو چکا ہو بسا اوقات ایک سنت پر عمل کرنے میں جان و مال عزت و آبرو کی بازی لگانی پڑ جائے گی؛ لٰہذا حدیث کی فضیلت اسی سنت کو زندہ کرنے پر حاصل ہوگی جن پر عمل کرنا انتہائی دشوار ہو۔ (ماخوذ از شرح حدیث)

بہر حال جب اس عمل (تعددِ ازدواج) میں کئی اہم مصلحتیں ہیں اور وہ مصلحتیں منصوص ہیں جن پر فضیلت وارد ہوئی ہیں تو اس عمل کی یہ فضیلت کوئی کم نہیں ہے۔

ہم کو یہ بات بھی تسلیم ہے کہ بسا اوقات مرد اس عملِ تعدد کے سر انجام دینے کے باوجود - پہلی بیوی کی سرکشی و ہنگامہ آرائی یا اپنی بعض نا حسن تدبیر کی وجہ سے۔ حکمتوں اور ذکر کردہ اغراض و فوائد کے حصول میں ناکام ہوجاتا ہے لیکن اس کے باوجود وہ مأجور ہے۔

اس نے بے شمار شرعی و دینی اور ملکی و شخصی فوائد کے خاطر نکاح کیا تھا لیکن نامناسب زمانے اور پہلی بیوی کو مضبوط کرتے قوانین کی وجہ سے وہ ناکام رہا۔

بھلا بتایئے! عہد خیر القرون ہوتا اور دوسرا نکاح کرنے پر کوئی عورت تعنت و تعلی کا مظاہرہ کرتی، اس پر بس نہ کرتے ہوئے وہ تعدد کے جواز ہی کو موضعِ سخن بناتی تو دربارِ رسالت سے کس طرح کی جواب کی امید کی جائے گی، اور نزول وحی میں کیا اس طرح فرمان الٰہی نہیں ہوسکتا تھا

﴿ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ﴿٣٦﴾ ﴾

[سورۂ احزاب:۳۶]

ترجمہ: جب اللہ اور اس کے رسول کسی بات کا فیصلہ کر دیں تو کسی مسلمان مرد یا عورت کو اُن کے اِس معاملہ میں کوئی اختیار نہیں رہتا اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی، وہ کھلے طور پر گمراہ ہوگیا۔

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ جب دوسرے احکام کی بات کی جاتی ہے تو کہا جاتا ہے العطایا علی متن البلایا اور اجرک بقدر نصبک۔ یعنی جتنی مشقت اتنا ثواب لیکن جب تعددِ ازدواج کی بات کی جاتی ہے تو کہا جاتا ہے اس راہ میں رکاوٹیں کثیر، مصائب و الم الم ناک، ہم و غم حیران کن اور فکروں کا نہ تھمنے والا تسلسل ہے۔ اس لیے مفت میں ان مصائب و آلام کو اور بے فائدہ ہموم و غموم کو گلے نہ لگاؤ۔

میں نہیں سمجھتا کہ تعددِ ازدواج کی راہ میں پہنچنے والے مصائب بے فائدہ ہیں، اور ان پر ثواب کا ترتب نہیں ہوگا، اور قیامت کے دن مسلسل ملنے والے نصب و الم کے نتیجہ میں اجرِ غیر ممنون سے سرخرو نہیں ہوگا۔

پھر ذرا بتایئے آج کل تعدد کے فوائد کا حصول جوئے شیر لانے کے مرادف کیوں ہوگیا ہے؟ کیا زمانے کا ناموافق ہونا، عورت کے حق میں غیر منصفانہ قانون بننا، پہلی بیوی کا جبر کرنا اور بچوں کے سامنے ہنگامہ بپا کرنا، یہ اعذار ایسے ہیں کہ ان کا علاج کرنے کے بجائے مرد ہی کو تعدد سے روک کر اس کے فوائد سے ناآشنا کردیا جائے۔

کیا ہمارے سامنے ہمارا پڑوسی ملک نہیں ہے؟ وہاں بھی تعدد کے فوائد کا حصول دشوار تھا، وہاں بھی یک زوجی کو ہی فروغ تھا اور بنظر استحسان دیکھا جاتا تھا بلکہ اس مبارک عمل کو ناقابلِ عمل اور ناکارہ بنانے کے لیے قانون پاس کرادیے گئے تھے لیکن چند سرفروش علماء میدان عمل میں آئے کسی نے مقالے لکھ کر کسی نے عمل پیرا ہوکر اور کسی نے عمومی ماحول بنانے کی سعی کی، چناں چہ بہت سے علماء، دانشور اور مشہور شخصیات نے دوسرے نکاح کا اقدام کیا اور اب فوائد کا حصول آسان ہو رہا ہے۔

مزید بر آں وہاں بہت سی دوسری بیوی بننے والی عورتوں نے ناموافق حالات اور احسان کے بدلے ملنے والی ناانصافیوں کے باوجود اپنے شوہر کا ساتھ نہیں چھوڑا بلکہ بالقصد باقاعدہ اس عمل کی مشتہرہ اور مروجہ بن گئیں۔ جب اس تعددِ ازدواج کو جس کو عورت پر ظلم ہونے کی وجہ سے بدنام کیا گیا عورتوں کی آواز میسر آئی پھر نصیب سے وہ سعی، مشکور و مقبول بھی ہوئی تو حکمِ تعدد نے اپنا رنگ دکھانا شروع کردیا۔ دوسری بیوی بننے والی ایک خاتون کا جملہ بہت مشہور ہوا کہ ”اللہ تعالیٰ نے مرد کے مزاج اور اس کی فطرت ہی میں تعدد رکھا ہے۔ اسی وجہ سے فرمایا: اگر عدل نہ کرنے کا خوف ہو تو ایک ہی سے نکاح کرو یا جو کنیزیں تمھاری ملکیت ہیں (ان سے نفع اُٹھاؤ) یعنی عدل نہیں کرسکتے تب بھی باندیوں کی شکل میں تعدد ہے۔ انھوں نے مزید فرمایا: شاید یہ نکتہ کسی نے ابھی تک بیان نہیں کیا۔

بعض عرب ممالک بھی ہمارے سامنے ہیں جہاں چند زوجی کو عورتوں کے لیے عیب سمجھا جانے لگا، مرد یک زوجی پر اکتفاء کر بیٹھے، شادیوں کو کئی کئی دن کی تقریبات سے مہنگا کردیا گیا،

عورتوں کی ڈیمانڈ اور نہایت گراں مہر سے بے برکتی کو بڑھایا گیا تو نتیجہ ہمارے سامنے ہے، وہاں بھی ہمارے دیار کی طرح دوسرا نکاح عملاً دشوار اور اغراض کا حصول مشکل ہو گیا ہے۔عورتیں دوسری بیوی بننے کو عیب سمجھنے لگی ہیں، جس کے نتیجہ میں بے نکاحی خواتین کا تناسب بڑھ گیا ہے اور جنسی بے راہ روی نے جگہ پکڑ لی ہے۔

ذکر کردہ دونوں ممالک میں نتائج جو برآمد ہوئے ہیں وہ تعددِ ازدواج پر عمل کرنے اور نہ کرنے کی وجہ سے۔اور کچھ بعید نہیں ہے اگر تعددِ ازدواج پر ہمارے دیار میں یہی سرد مہری رہی تو حکومت، دینِ اسلام کا بنیادی حکم نہ ہونے کا ٹھپا لگا کر آیتِ نساء کو خیر القرون کی ضرورت بتلا کر اس مبارک عمل کے خلاف قانون پاس کر دے۔الامان والحفیظ

عبد ضعیف کہتا ہے مان لیں دوسرا نکاح کرنے کی وجہ سے خود کے بچوں کی پرورش نہ ہو سکی، دینی خدمات متاثر ہو گئیں، سماج میں ذلت کا سامنا ہوا بلکہ مصائب و آلام نے کمر توڑ دی۔کیا اللہ اپنے اس بندے کو تاابد ایسے ہی چھوڑ دیں گے؟ جس نے خیر القرون میں رائج ایک عمل کا احیاء چاہا، جس نے کسی کی ضرورت (مرد کی چاہت) پوری کر کے احسان کرنا چاہا اور جس نے زنا کے مقابلے میں جو آسان تھا دشوار گزار حلال راہ کو اختیار کیا۔

کیا اگر وقتی طور پر جو ایک دینی دروازہ بند ہوا ہے مالکِ دوجہاں اس کے لیے کئی دروازے وا نہیں فرمائے گا، اس کی ایک آدھ اولاد کی پرورش میں خلل آیا جس کا گناہ بھی اس پر نہیں ہے، کیا فعال لما یرید ذات اس کے لیے ہزار ہا روحانی اولاد عطا نہیں فرمائے گا جو اس کے لیے حقیقی اولاد سے بھی زیادہ دینی و دنیوی امور میں کارآمد و مفید ہوں گی؟؟

دوسری شادی کے سلسلے میں یہ بات بڑی شد و مد سے بیان کی جاتی ہے کہ دو بیویوں میں عدل نہیں ہو سکے گا۔قرآن میں بھی ہے: وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ ۔ (اور تمہارا کتنا ہی جی چاہے تم بیویوں کے درمیان عدل نہیں کر سکتے)

اعتراض کرنے والے تصور یہ دیتے ہیں کہ مراد اس آیت میں عدل سے وہی عدل ہے جو فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً میں مراد ہے، جب کہ اس آیت میں عدل فی النفقة و القسم یعنی رات گزارنے اور نفقہ میں عدل مراد ہے اور پہلی آیت میں عدل فی المحبة یعنی محبت میں برابری مراد ہے جیسا کہ صاحب تفسیر الجلالین نے اس بات کی تصریح

کی ہے۔یعنی تم چاہنے کے باوجود بیویوں میں محبت یکساں نہیں رکھ سکتے کیوں کہ دل انسان کے اختیار میں نہیں ہے۔ہاں دلی محبت کے ہاتھوں مجبور ہو کر ایسا قدم نہ اٹھانا کہ کسی ایک کی طرف پورے طور پر مائل ہو گئے اور دوسری کو معلق یعنی ادھر لٹکی چھوڑ دیا۔

اسی وجہ سے نبیِ کریم ﷺ برابری فرماتے اور یہ دعا فرمایا کرتے تھے کہ اے اللہ! یہ میری برابری کرنا ہے اس میں جس میں، میں اختیار رکھتا ہوں (یعنی رات گزارنے اور نفقہ میں) آپ میری پکڑ نہ فرما اس میں جس میں، میں اختیار نہیں رکھتا۔ (یعنی دلی محبت میں) (روح المعانی)

احناف کے نزدیک برابری کرنا تین چیزوں میں ضروری ہے۔

(۱) نان ونفقہ

(۲) شب باشی یعنی رات گزارنا

(۳) تبرعات یعنی زائد لین دین، ہدیے، تحفے جوڑے وغیرہ جو لازمی نہیں ہیں ان میں بھی عدل اور برابری واجب ہے۔ (اسلامی شادی)

ان سب میں برابری کرنا واجب ہے لیکن اگر کوئی عورت اپنا حق خود ساقط کر دے تو وہ کر سکتی ہے۔جیسا کہ قرآنِ کریم میں کہا گیا ہے اگر عورت کو اپنے شوہر سے زیادتی یا بے رُخی کا اندیشہ ہو تو ان دونوں کے لئے اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ آپس میں کچھ صلح کر لیں (بایں طور کہ اپنا حق چھوڑ دے؛ مہر معاف کر دے، باری ساقط کر دے، نفقہ سے دست بردار ہو جائے) اور صلح (بہر حال) بہتر ہے، (جس طرح یہ پہلی بیوی کے لیے ہے دوسری بیوی بھی مصالحت کے ساتھ آنا چاہے تو یہ بھی روا ہے، اور آج کل بے نکاح خواتین کے اضافے اور شریف نیک باشرع مردوں کی کمی کی وجہ سے بہت سی خواتین اپنے یہ سب حقوق معاف کرا کے صرف حلال تعلقات کا استوار چاہتی ہیں، اسی وجہ سے عربوں میں نکاح مسیار (یعنی بعض حقوق معاف کر کے نکاح کرنا) کا رواج بڑھا ہے اور علماء نے اس کے جواز کا فتویٰ بھی دیا ہے۔)

اور حرص تو دلوں میں بسادی گئی ہے. (مرد جب یہ دیکھے گا کہ دوسری ہونے والی بیوی نے مجھے بہت سے حقوق کے بارِ گراں سے سبک دوش رکھا ہے تو وہ بھی نکاح کرنے پر آمادہ ہو جائے گا۔) (سورۂ نساء: ۱۲۸)

لہٰذا اگر کسی کے ساتھ ایسی صورت مہیا ہو جائے تو عدل و انصاف اس کے لیے آسان ہو گیا۔

البتہ یہ عورت جس نے اپنے حقوق معاف کیے ہیں اگر دوبارہ مطالبہ کرنا چاہے تو کرسکتی ہے۔

ایسے کئی رشتے موجود ہیں کہ خاتون برسر روزگار ہیں، اور انھیں اپنے لیے صرف شوہر اور رشتۂ پاک کی تلاش ہے۔سوچتی ہیں کہ اللہ کا دیا سب کچھ ہے ہمارے پاس لیکن اپنے بھی ہمیں غیر کی نظر سے دیکھتے ہیں، عمر دراز ہونے کی وجہ سے والد کا گھر پرایا ہونے لگا ہے، کسی اپنے کی تلاش ہے جو اسے اپنی الگ شناخت دے، معاشرے میں عزت دے، بدلے میں، میں اور میری وفاداریاں ان کی ہوں گی اور میں اپنی ہی ذمہ داری رہوں گی۔

بیویوں کے درمیان عدل کرنا نہایت ضروری ہے لیکن ہمارے دیار میں اس کو اتنا مشکل کرکے بتایا گیا ہے کہ لوگ اس کو محال اور ناممکن سمجھنے لگے ہیں، اور اتنا ڈرتے ہیں جیسے **كَخَشْيَةِ اللهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً۔**

صحابہ رضی اللہ عنہم بھی کچھ چیزوں سے ڈرتے تھے جیسے وہ كذب على النبی صلی اللہ علیہ وسلم (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جھوٹی بات منسوب کرنا) سے ڈرتے تھے، چنانچہ روایتوں میں آتا ہے کہ بعض صحابی جب قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم کہتے تو بدن پر کپکپی طاری ہو جاتی، رنگ فق ہو جاتا، آنکھیں آنسوؤں سے بھر جاتی۔بعض صحابہ آپ کا فرمان نقل کرنے کے بعد او كما قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے، بعض صحابہ نے حدیث نقل کرنا ہی کم کر دیا تھا۔

ہم نے بعض صحابہ اور بزرگوں کے بارے میں یہ تو سنا ہے کہ وہ باری کا بہت اہتمام کرتے، برابری کا لحاظ کرتے حتی کہ بوسوں کو بھی گنتے لیکن اس طرح ڈرتے ہوئے خوف کھا کر تعدد ازدواج کو چھوڑتے ہوئے نہیں دیکھا جس طرح ہمارے دیار میں ہے۔ یہاں گنگا الٹی بہ رہی ہے ۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کو بے دھڑک بغیر تحقیق کے نقل کیا جاتا ہے، سوشل میڈیا پر بھی ارسال کیا جاتا ہے، اس میں خوف نہیں آتا لیکن جہاں تعدد ازدواج کی بات آتی ہے تو عدل اور برابری کے سلسلے میں ایسا خوف پایا جاتا ہے جیسے برابری اور عدل ناقابل عمل کوئی شے ہو۔

دیگر سوالات کا جوابات:

(۲) حضرت آدم علیہ السلام کو جب دنیا میں بھیجا گیا تو ان کو ایک ہی زوجہ محترمہ دی گئی۔ پتا چلا کہ تعدد ضرورتِ انسانی میں داخل نہیں۔قرآن میں ہے **وَ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا** ... **زَوْجَاتِهَا** نہیں ہے۔

جواب: تعددِ ازدواج کو انسانی ماہیت یا انسانی وجود میں تو دخل نہیں ہے اور ایسا کسی کا دعویٰ بھی نہیں ہے کہ دھوکا دینے کے لیے یہ بات یا اعتراض ذکر کیا جائے۔ہاں بہت سی ضرورتیں، مصلحتیں، اغراض و احکام اس سے وابستہ ہیں، اور ضروریات ہر زمانے کی جدا جدا ہونا مستبعد نہیں ہے۔

ممکن ہے حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے میں اس کی ضرورت نہ ہو اور بعد کے ادوار میں جب آدم علیہ السلام سے نسل آگے بڑھی، عورتوں کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ ہوا تو بعد کے انبیاء نے اس ضرورت کو محسوس کیا لہٰذا تعدد فرمایا۔

سوال میں جو دلیل پیش کی گئی وہ ہمارے مدعی ہی سے خارج ہے۔ ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ تعدد میں کئی حکمتیں و مصلحتیں ہیں لہٰذا اس پر عمل پیرا ہونا چاہیے۔ اور آپ کی دلیل ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے لیے ایک ہی بیوی بنائی گئی دونوں میں کوئی جوڑ نہیں. ببین تفاوت راہ از کجاست تا بہ کجا۔

(۳)ایک حدیث آپ بتا دیجیے جس میں تعدد کی فضیلت آئی ہو؟

جواب: سنت اور حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل و تقریر کو کہا جاتا ہے۔ کیا تعددِ ازدواج آپ کا فعل نہیں ہے؟؟

اور تاسیٔ رسول (رسول کا اسوہ اختیار کرنا) کی فضیلت ثابت ہے۔ نیز کسی چیز میں فضیلت آتی ہے اس میں موجود فوائد و حِکَم کی وجہ سے تعددِ ازدواج کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہیے کیوں کہ اس میں کئی فوائد وحکم ہیں۔

عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا خطب إليكم من ترضون دينه وخلقه فزوجوه، إلا تفعلوا تكن فتنة في الأرض وفساد عريض. (مشکاۃ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب تمہارے پاس ایسا شخص نکاح کا پیغام دے جس کے دین اور اخلاق سے تم راضی ہو تو اس سے نکاح کر دو، اگر تم ایسا نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد پیدا ہو جائے گا۔“

اس حدیث سے واضح طور پر یہ بات مفہوم ہوتی ہے کہ اگر ایک بیوی والا بھی تم کو پیغام

نکاح دے اور اس کے دینداری اور اخلاق سے تم راضی ہو تو منع کرنا عمومِ فساد کا سبب بن سکتا ہے۔ کیوں کہ اس حدیث میں فتنہ اور فساد کی تفسیر علماء نے زنا اور عورتوں کا بغیر شوہر کے رہ جانے سے کی ہے جو ترکِ تعدد کی صورت میں ظاہر ہے۔ پھر تعددِ ازدواج کا جواز ضروریاتِ دین میں سے ہے۔ اگر کوئی اس کے جواز کا انکار کرتا ہے تو وہ کافر ہوجائے گا۔فضیلت کے لیے یہ بات بھی کافی ہے۔

ابن ماجہ شریف میں ایک روایت ہے: عن أنس بن مالك رضی اللہ عنہ يقول: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: من أراد أن يلقى الله طاهرا مطهرا، فليتزوج الحرائر۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ”جو شخص یہ چاہتا ہو کہ وہ اللہ سے پاک اور پاکیزہ حالت میں ملاقات کرے، تو اسے چاہیے کہ آزاد عورتوں سے نکاح کرے۔“

اس حدیث کے ضمن میں بعض علماء نے فرمایا کہ الامر راجع الى التعدد اذ كثيرا لا تقنع النفس بالواحدة فتطمع في غيرها۔

یعنی امر تعدد کی طرف راجع ہے کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ نفس ایک ہی بیوی پر قناعت نہیں کرتا، بلکہ دوسری کی طرف بھی رغبت اور طمع رکھتا ہے۔

لیکن اس حدیث میں دو کمیاں ہیں ایک تو یہ کہ یہ حدیث سلام بن سوار اور کثیر بن سلیم کی وجہ سے ضعیف ہے اور علامہ سندھی نے ان بعض علماء کے قول کی یہ کہتے ہوئے تردید کی ہے کہ ”الحرائر“ کا الف لام جنس کی طرف راجع ہے چناں چہ تعدد کو لازم ماننے کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ ایک حدیث موقوف تو بخاری شریف میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ثابت ہے؛ ”نکاح کرو اس لیے کہ ہم میں بہتر وہ ہے جو ہم میں زیادہ بیویوں والا ہو۔“

حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا اس کا بعض علماء نے یہ معنیٰ بیان کیا ہے: کہ امتِ محمد ﷺ میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جس کے پاس دوسروں کے مقابلے میں زیادہ بیویاں ہوں، بشرطیکہ دیگر تمام فضائل میں وہ اس کے برابر ہوں۔“

علماء ایسی احادیث موقوفہ- جو ما لا يدرك بالقياس ہو یعنی اس میں عقل کا دخل نہ ہو- اس کو مرفوعِ حکمی کا درجہ دیتے ہیں۔ اب یہ موقوف حدیث اس درجہ کی ہے یا نہیں کبار

علماء فیصلہ کریں گے۔

زائد بیویاں اللہ تعالیٰ کا فضل ہیں:

یہودیوں کو نبی کریم ﷺ سے حسد تھا اور وہ حسد کس بنا پر تھا؟ تفسیر جلالین میں ہے:(علی ما آتاهم الله من فضله) من النبوة وكثرة النساء أي يتمنون زواله عنه ويقولون لو كان نبيا لاشتغل عن النساء۔

اللہ تعالیٰ نے جو فضل آپ کو دیا تھا اس پر حسد تھا اور وہ فضل تھا نبوت اور زائد بیویاں۔ وہ چاہتے تھے کہ یہ زائد بیویاں آپ سے دور ہو جائیں اسی وجہ سے خار کھا کر کہتے تھے: اگر یہ نبی ہوتے تو عورتوں سے بیزار رہتے۔ یہودیوں کی شدید آرزو یہ تھی کہ آپ کی محترم بیویاں جو فضل الٰہی ہے آپ سے زائل ہو جائے۔ (تفسیر الجلالین)

ایک مرتبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے شاگرد حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: (جو جہاد و عبادت اور اصلاح امت میں بہت زیادہ سرگرداں تھے اور اصلاحِ حالِ خلافت کی تحریک ہی کی بنا پر حجاج نے آپ کو شہید کر دیا تھا) ان سے دریافت فرمایا: کیا آپ نے نکاح کر لیا ہے؟ سعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے جواب دیا: نہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب میں وہی بات ارشاد فرمائی جو اوپر گزری یعنی: نکاح کرو اس لیے کہ ہم میں بہتر وہ ہے جو ہم میں زیادہ بیویوں والا ہو۔

قاضی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''الشفاء'' میں نقل کیا ہے: عرب کثرتِ نکاح کو قابلِ مدح سمجھا کرتے تھے کیوں کہ یہ چیز کمال رجولیت پر دلالت کرتی ہے۔ (فتح الباری)

(۴) آپ ﷺ نے کبھی کسی صحابی کو دوسرے نکاح پر نہیں ابھارا نہ کسی عورت کو کہا کہ آپ دوسری بیوی بن جائیں؟

(۵) خود حضرت نبیِ کریم ﷺ نے اس وقت تک دوسرا نکاح نہیں فرمایا جب تک آپ کی پہلی بیوی حضرت خدیجہ الکبری رضی اللہ عنہا حیات تھیں؟

(٦) اور نہ ہی آپ کے دامادوں نے اس وقت تک دوسرا نکاح نہیں کیا جب تک ان کی پہلی بیوی یعنی نبی کریم ﷺ کی پاک بیٹیاں حیات تھیں؟

جواب: تعددِ ازدواج حکمتوں سے بھرا ایک مباح کام ہے۔ آپ ﷺ کے عمل کے

ساتھ اگر فضائلِ قولیہ بھی ثابت ہوتے یعنی آپ زبان سے بھی دوسروں کو ترغیب دیتے مبادا یہ حکم سنت یا سنت مؤکدہ اشد تاکیدا گردانا جاتا، جس سے بعد والی امت کو بالخصوص عاشقان رسول کو سخت کوفت ہوتی کہ ہم - ہمارے دیار میں رواج نہ ہونے کے باعث-عمل سے محروم ہیں۔

علاوہ ازیں ترغیب کی ضرورت اس وقت ہوتی ہے جب لوگوں میں اس کی طرف پیش قدمی نہ ہو۔ ہم کتابوں میں دیکھتے ہیں کہ خیر القرون میں تعدد کوئی ایسا مباح کام نہیں تھا کہ جس پر ابھارنے کی ضرورت پیش آئے۔ لوگ بڑھ بڑھ کر زوجات میں اکثار کرتے تھے۔حتی کہ قرآن نے پابندی عائد کردی؛ جو تعدد کا چلن ہے یہ اس وقت تک جاری رکھو جب کہ چار سے پار نہ ہو، دو بہنیں ایک ساتھ نکاح میں نہ ہو اور عدل کر سکتے ہو۔

ہم دیکھتے ہیں کہ عورتیں دوسری بیوی بننے میں ذرا عار نہیں کیا کرتی تھیں حتی کہ اپنی بہن کی سوتن بن جاتیں، یا پانچویں بیوی بن جاتیں حتی کہ دسواں نمبر بھی ان کو قبول ہوتا، حدیث کی کتابیں اس کی شاہد ہیں حتی کہ قرآن نے آکر حدوں کو مقرر کردیا۔

لیکن تعدد کو باقی رکھا، جب تعدد کی طرف ایسی پیش رفت تھی تو ترغیب نفسِ عمل کی نہیں دی جاتی بلکہ اس میں موجود شرائط و احکام کی دی جاتی ہے، اس حساب سے آپ احادیث کا جائزہ لیں کس قدر تعدد کی احادیث احکام موجود ہیں، کسی عمل کے احادیثِ احکام کی کثرت اس کے فضائل کے لیے کافی ہیں۔

چلیں تسلیم کرلیں نبی کریم ﷺ نے کسی صحابی کو دوسرا نکاح کرنے کی یا کسی صحابیہ کو دوسری بیوی بننے کی ترغیب نہیں دی۔ کیا آپ نے کسی مرد کو دوسرا نکاح کرنے سے (سوائے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جس کی وجہِ ممانعت کچھ اور ہے) یا کسی عورت کو دوسری بیوی بننے سے روکا ہے؟؟

آپ نے یہاں تک کہا کہ فلاں بیوی کو بہت مارنے والا ہے، اپنی چھڑی شانے سے رکھتا نہیں ہے یا فلاں کنگال شخص ہے اس سے نکاح کا مشورہ نہیں ہے۔ فلاں عورت کو ذرا دیکھ لینا کیوں اس قبیلے کی آنکھوں میں کچھ (عیب) ہے۔ لیکن آپ نے کسی کو یہ کہہ کر منع نہیں کیا ہے کہ اس کی تو پہلے ہی سے بیوی ہے اس سے نکاح مت کرو، یا کسی کو کہا ہو کہ آپ کی ضرورت تین بیویوں سے بحسن وخوبی انجام پارہی ہیں آپ چوتھا نکاح مت کرو۔

یقیناً آپ ﷺ نے حضرت خدیجہ الکبری رضی اللہ عنہا کی موجودگی میں کوئی دوسرا نکاح نہیں فرمایا یہ حضرت خدیجہ الکبری رضی اللہ عنہا کے آپ ﷺ کے نزدیک عظیم المرتبت ہونے کی وجہ سے ہے اور اس وجہ سے کہ حضرت خدیجہ الکبری رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو دوسری بیوی سے بے نیاز کر دیا تھا۔

علماء کے اقوال ملاحظہ فرمائیں:

قال الحافظ ابن حجر رحمه الله :" وَهَذَا مِمَّا لَا اِخْتِلَاف فِيهِ بَيْن أَهْل الْعِلْم بِالْأَخْبَارِ , وَفِيهِ دَلِيل عَلَى عِظَمِ قَدْرهَا عِنْده وَعَلَى مَزِيد فَضْلهَا ، لِأَنَّهَا أَغْنَتْهُ عَنْ غَيْرهَا ، وَاخْتَصَّتْ بِهِ بِقَدْرِ مَا اِشْتَرَكَ فِيهِ غَيْرهَا مَرَّتَيْنِ , لِأَنَّهُ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَاش بَعْد أَنْ تَزَوَّجَهَا ثَمَانِيَة وَثَلَاثِينَ عَامًا ، اِنْفَرَدَتْ خَدِيجَة مِنْهَا بِخَمْسَةٍ وَعِشْرِينَ عَامًا وَهِيَ نَحْو الثُّلُثَيْنِ مِنْ الْمَجْمُوع , وَمَعَ طُول الْمُدَّة فَصَانَ قَلْبهَا فِيهَا مِنْ الْغَيْرَة وَمِنْ نَكَد الضَّرَائِرِ الَّذِي رُبَّمَا حَصَلَ لَهُ هُوَ مِنْهُ مَا يُشَوِّش عَلَيْهِ بِذَلِكَ , وَهِيَ فَضِيلَة لَمْ يُشَارِكهَا فِيهَا غَيْرهَا " ."فتح الباري" (١٣٧/٧) .

وقال الحافظ ابن كثير رحمه الله :"و لم يتزوج في حياتها بسواها، لجلالها و عظم محلها عنده " . ("الفصول في سيرة الرسول" ، ١٠٤)

ترجمہ: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اس بات میں اہلِ علم کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔ اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مرتبہ نبی کریم ﷺ کے نزدیک بہت بلند تھا اور ان کی فضیلت بہت زیادہ تھی، کیونکہ انہوں نے آپ ﷺ کو (اس طرح) بے نیاز کر دیا تھا کہ آپ ﷺ کو کسی اور کی حاجت نہیں رہی۔ اور وہ اس پہلو سے بھی ممتاز ہیں کہ جس معاملے میں دیگر ازواج نبی ﷺ شریک ہوئیں، اس میں وہ دو مرتبہ شریک ہوئیں، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ان سے شادی کے بعد کل اڑتیس سال زندہ رہے، جن میں سے پچیس سال صرف خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ گزارے۔ یہ کل مدت کا تقریباً دو تہائی حصہ بنتا ہے۔ اور یہ مدت بھی بہت طویل تھی، اور اس میں آپ ﷺ نے اُن کے دل کو غیرت اور سوکنوں کی طرف سے ملنے والی تکالیف سے محفوظ رکھا، وہ تکالیف جو بسا اوقات شوہر کو بھی پریشان کر دیتی ہیں۔ یہ ایسی فضیلت ہے جس میں نبی کریم ﷺ کی دوسری کوئی بیوی ان کی شریک نہیں۔"

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''ان کی حیات میں ان کے علاوہ کسی اور سے نکاح نہیں کیا ان کی جلالت شان کی وجہ سے اور اپنے نزدیک ان کے عظیم المرتبت ہونے کی وجہ سے۔''
ممکن ہے ان ہی وجوہات کی بنا پر نبیِ کریم ﷺ کے دامادوں نے آپ کی بیٹیوں کی موجودگی میں دوسرا نکاح نہیں کیا اور نہ ہی ان کو ضرورت پیش آئی ہو۔ اور بعض علماء نے فرمایا: نبی کریم ﷺ کی بیٹیوں کی خصوصیتوں میں سے ہے کہ ان پر کسی دوسری عورت سے نکاح نہیں کیا جائے گا۔

نسائی شریف کی روایت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی رسول اللہ ﷺ کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نکاح کا پیغام بھیجا اور آپ نے یہ کہتے ہوئے منع فرمادیا: انها صغيرة (کہ وہ چھوٹی ہیں عمر کا تفاوت کافی برس کا ہے) حالاں شیخین شادی شدہ تھے اگر دوسری بیوی ہونے کی حیثیت سے سیدۂ جنت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ہاتھ مانگنا آپ کے نزدیک برا ہوتا تو شیخین جو آپ کی مزاج کی سب سے سے زیادہ واقف کار ہیں کبھی پیغام نہ بھیجتے۔ اور نبیِ کریم ﷺ نے بھی جو منع فرمایا اس کی وجہ یہ نہیں فرمائی کہ تم پہلے سے بیویوں والے ہو۔

بہر حال کثرتِ زوجات کا اس قدر رواج تھا کہ نبی ﷺ آقائے دوجہاں کی بیٹی کو ادھیڑ عمر اشخاص پیغامِ نکاح دینے میں عار محسوس نہ کرتے اور ان کو یہ بھی اطمینان ہوتا کہ نبی ﷺ کو گراں بارِ خاطر نہ ہوگا۔

کوئی یہ نہ کہے کہ اس زمانے میں رواج تھا، اس دنیا میں اس کا چلن نہیں ہے اس لیے کہ رواج بنتا ہے اپنانے سے، اس زمانے کے افراد کے عمل میں لانے سے، کیا ہم نہیں دیکھتے کہ پاک میں افراد رواج دیتے جارہے ہیں اور دُبی و کویت میں افراد چلن ختم کرتے جارہے ہیں جس کے نتیجہ میں وہاں کا عائلی معاشرہ یورپ و امریکہ کا نقشہ پیش کر رہا ہے۔

(۷) بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تو روکنا ثابت ہے۔

جواب: حضرت علی کو سیدۂ جنت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر نکاح سے منع فرمایا اس کی کئی وجوہات علماء نے تحریر کیے ہیں:

۱) نبی کریم ﷺ تمام امت کے روحانی والد ہیں اور نبی کریم ﷺ کی نسبت کی وجہ سے

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا امت کی تمام عورتوں کے لیے قابلِ تعظیم ہیں جبکہ سوکن کے ساتھ عام طور پر عورتوں کی فطری خلقت کے اعتبار سے سوکنوں کا آپس میں حسد یا رشک اور شوہر کو خود سے قریب کرنے اور سوکن سے دور کرنے کا معاملہ ہوتا ہے جس کے نتیجے میں سوکنوں کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے بغض یا میل آجاتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہیں چاہتے تھے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، سوکن کی وجہ سے دینی اعتبار سے آزمائش میں مبتلا ہوں (شوہر کے حقوق ادا کرنے کے معاملے میں مثلاً) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو سوکن سے ایذاء پہنچنے کے خدشہ تھا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ایذاء پہنچنے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچتی جو کہ ممنوع ہے۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ سوکنوں کے بغض کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کے نکاح میں ہوتے ہوئے کسی دوسری عورت سے شادی کرنا ممنوع ہے اس لیے کہ پھر دوسری بیوی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی اور ان کے واسطے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانے سے بغض میں مبتلا ہوجائے گی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بغض چاہے معاشی امور کی وجہ سے ہی کیوں نہ ہو، کفر تک لے جاتا ہے! (دار الافتاء بنوریہ)

۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی کا جمع ہونا نامناسب ہونا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! رسول اللہ کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی ایک گھر میں کبھی جمع نہ ہوں گی۔''

امام ابن القیم رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ ایک عظیم حکمت ہے، کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مقام اتنا بلند تھا کہ ان کے برابر ابوجہل کی بیٹی کو رکھنا شرعاً و قدراً مناسب نہ تھا۔

۳) فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عظمت و مقام کا اظہار کی وجہ سے منع فرمایا۔

ابن حبان کہتے ہیں: یہ نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے اصلاً جائز تھا، مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تعظیم کے لیے اسے ناپسند فرمایا، نہ کہ نکاح کو حرام قرار دیا۔

اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحتاً فرمادیا: ''میں کسی حلال چیز کو حرام نہیں کرتا اور نہ کسی حرام کو حلال کرتا ہوں۔'' (بخاری، مسلم)

۴) حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: "السياق يشعر بأن ذلك مباحٌ لعلي ، لكنه منعه النبي صلى الله عليه وسلم رعاية لخاطر فاطمة ، وقَبِلَ هو ذلك امتثالاً لأمر النبي صلى الله عليه وسلم .

والذي يظهر لي أنه لا يبعد أن يُعدَّ في خصائص النبي صلى الله عليه وسلم أن لا يتزوج على بناته ، ويحتمل أن يكون ذلك خاصاً بفاطمة رضي الله عنها" انتهى من "فتح الباري" (۳۲۹/۹)

ترجمہ: سیاق اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ یہ (کام) علی رضی اللہ عنہ کے لیے مباح تھا، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ کی خاطر داری (اور دل کا خیال رکھنے) کی وجہ سے اسے منع فرمایا، اور انہوں (یعنی علی رضی اللہ عنہ) نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اسے قبول کرلیا۔

اور میرے نزدیک ظاہر یہ ہوتا ہے کہ یہ بات بعید نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص (خصوصی احکام) میں شمار کی جائے کہ آپ کی کسی بھی بیٹی پر (کسی اور عورت سے) نکاح نہ کیا جائے گا، اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ خصوصیت صرف فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ خاص ہو۔"

دوسری جگہ فرماتے ہیں: ''یہ واقعہ فتحِ مکّہ کے بعد کا تھا، اور اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں میں سے ان کے علاوہ کوئی باقی نہیں رہ گئی تھیں، اور وہ اپنی ماں کے بعد اپنی بہنوں (کی وفات) سے مصیبت زدہ ہو چکی تھیں، تو ان پر غیرت داخل کرنا ان کے غم کو بڑھانے والا ہوتا۔'' (اس لیے منع فرمایا) (فتح الباری)

سوال: کیا تعددِ ازدواج میں خواتین کے ارتداد کے بحران کا حل ہے؟

جواب: ہمارے محلے کی ایک خاتون میرے پاس آئی، اور میری بیوی کے ذریعے طلاق کے شرعی کاغذات بنانے کے لیے مجھ پر زور دیا۔ اس نے کہا: میرے شوہر (جو سری لنکا میں رہتے تھے) سے میرا طلاق ہوگیا ہے، اور یہاں سے سری لنکا جاکر واپس آنے کی پوری داستان سنائی، اس میں شوہر کی طرف سے ادا کردہ کلماتِ طلاق بھی تھے۔

میں نے ان کا یہ کام کروادیا، کچھ عرصے بعد مجھے معلوم ہوا کہ اس خاتون نے ایک عیسائی شخص سے نکاح کرلیا ہے۔ مجھے بہت افسوس ہوا اور کیا میں اس جرم میں حصے دار ہوں؟ یہ سوال میرا افسوس و رنج بڑھا رہا تھا۔ یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ اس سے کوئی نکاح کرنے کے لیے آمادہ نہیں تھا، چار و ناچار اس نے عیسائی سے نکاح کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ یہ صرف ایک واقعہ نہیں ایسے ہزاروں واقعات ہیں جو ہمارے کانوں کو دستک دیتے ہیں اور آنکھوں میں چبھتے ہیں۔

اس موقع پر مجھے اپنے ایک زیرک دانش مند مشفق استاذ: حضرت مولانا رشید احمد صاحب

سلوڑیؒ کی بات یاد آ گئی۔ ۲۰۰۴ء یا ۲۰۰۵ء کی بات ہے ہم چند ہم درس استاذِ محترم کے پاس بیٹھے تھے۔ انھوں نے فرمایا: ''آج سے سو سال پہلے نہ اس قدر مدارس تھے نہ خانقاہیں اور نہ ہی جماعتوں کی زیادہ آمد و رفت تھی؛ لیکن بے حیائی کم تھی۔ اب مدارس کی فراوانی ہے، خانقاہیں بھی کم نہیں اور جماعتیں بھی بے حد و حساب نکل رہی ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ بے حیائی افزوں تر ہوتی جا رہی ہے، فحاشی کے اڈے کھلے ہوئے ہیں، سنیما گھر بھرے ہوئے ہیں، زنا کا عموم ہے۔ میری سمجھ میں یہ آتا ہے بچوں (مولانا نے زور دیتے ہوئے کہا اور سلسلۂ کلام روانی سے چل رہا تھا، ہم پر بھی سکوت طاری تھا گویا سروں پر پرندے بیٹھے ہوں) فرمایا: تعددِ ازدواج کو رواج دینا چاہیے۔ جب لوگ کئی کئی نکاح کریں گے تو فحاشیت دم توڑ دے گی، قَحبہ خانے ویران ہو جائیں گے، زنا کا دروازہ بند ہو جائے گا، شیطان کی کوششیں ماند پڑ جائیں گیں۔ سب اپنی اپنی مشغولیوں میں، متعدد بیویوں کی ذمے داریوں میں لگے ہوں گے تو سنیما گھر سونے سونے، معاشرہ سہانہ سہانہ، اور بیویاں شونا شونا لگے گیں''۔

واقعات اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ استاذِ مرحوم کی یہ بات بالکل سچ اور آبِ زر سے لکھنے کے قابل تھی، اور اگر آج استاذِ مرحوم حیات ہوتے تو ارتداد کے بحران کا حل بعید نہیں کہ وہ یہی تجویز کرتے۔

حضرت مولانا قاضی مفتی محمد حفظ الرحمن صاحب دامت برکاتم فرماتے ہیں: ہمارے دیار میں ہنود کے ہاں جہیز اور بے فائدہ نقصان دہ رسومات کی وجہ سے بیٹیوں کی شرح پیدائش کم ہے اور مسلم معاشرہ میں بکثرت اور فزوں تر۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ان کے لڑکوں کو ان کے معاشرہ میں رشتۂ ازدواج مل نہیں پاتا۔ اس لئے وہ ہمارے معاشرہ کا رخ کرتے ہیں. اس لیے ہمارے معاشرہ میں تعدد ضروری اور لابدی امر ہے. اور تعدد ازدواج کے جو مفاسدِ موہمہ ذکر کئے جاتے ہے وہ ترکِ ایمان کے مقابلہ میں اخف ہیں لہٰذا اخف الضررین کو اختیار کیا جانا ہی اصل الاصول ہے. رہی بات ہماری اکابر کی تو وہ حالت گھروں کے عمومی ماحول کے زیرِ اثر ہے۔

تعددِ ازدواج ایک شرعی اجازت یا وقت کی ضرورت

تعددِ ازدواج اسلام میں محض ایک اجازت نہیں؛ بلکہ کئی حالات میں ضرورت اور سماجی فلاح کا ذریعہ ہے۔ یہ فطری خواہشات کی پاکیزہ تکمیل، معاشرتی توازن، عورتوں کے تحفظ، نسل

کی افزائش، اخلاقی بگاڑ سے بچاؤ کے لیے نہایت اہم اور ارتداد کے بحران کے سدِ باب کے لیے ایک اہم حل ہے۔

پادریوں نے بھی نظرِ عمیق کے بعد اس کی اہمیت وضرورت کو جانا اور اس کا فتویٰ دیا ہے۔

(معارف القرآن ادریسی بہ حوالہ تفسیر حقانی)

مولانا محمد ادریس صاحب لکھتے ہیں: ''صرف ایک ہی بیوی رکھنے کا حکم کسی مذہب اور ملت میں نہیں، نہ ہندوؤں کے شاستروں میں، نہ تورات میں، نہ انجیل میں، صرف یورپ کا رواج ہے، نہیں معلوم کس بنا پر یہ رواج رائج ہوا اور جب سے یورپ میں یہ رواج چلا اس وقت سے مغربی قوموں میں زنا کاری کی اس درجہ کثرت ہوئی کہ پچاس فیصد آبادی غیر ثابت النسب ہے اور جن قوموں نے تعددِ ازدواج کو برا سمجھا ہے وہی قوم اکثر زنا کاری میں مبتلا ہیں''۔

نکاح کی غرض ہے عفت اور شرم گاہ کی حفاظت بہ سہولت ہو سکے اور زنا سے بالکلیہ محفوظ ہو جائے۔بعض قوی، توانا، تندرست، فارغ البال اور خوش حال لوگوں کو ایک بیوی سے زیادہ کی ضرورت ہوتی ہے اور بہ وجہِ قوت و توانائی اور اوپر سے فارغ البالی و خوشحالی اور اس پر عمدہ مقوی غذائیں کھانے کی وجہ سے چار بیویوں کے بلا تکلف حقوقِ زوجیت ادا کرنے پر قادر ہوتے ہیں، اگر چار بیویاں میسر نہ آئیں تو زنا کی طرف رجحان بڑھ سکتا ہے۔ (معارف القرآن)

تعددِ ازدواج کی ضرورت اور جواز کی وجوہات

مرد کی جنسی خواہش عورت کے مقابلے میں عموماً زیادہ اور طویل المدت ہوتی ہے۔عورت کو حیض، نفاس، بیماری یا حمل کے دوران بعض اوقات ازدواجی تعلق سے روک دیا جاتا ہے، ایسی حالت میں مرد کی ضروریات پوری کرنے کا ایک شرعی اور پاکیزہ طریقہ یہی ہے کہ وہ دوسری بیوی کرے، نہ کہ حرام راستوں کی طرف جائے۔

معارف القرآن ادریسی میں ہے کہ: ''عورتوں کی تعداد قدرتاً اور عادتاً مردوں سے زیادہ ہے۔مرد بہ نسبت عورتوں کے پیدا کم ہوتے ہیں اور مرتے زیادہ ہیں لاکھوں مرد لڑائیوں میں مارے جاتے ہیں، ہزاروں مرد جہازوں میں ڈوب کر مر جاتے ہیں اور ہزاروں کانوں میں دب کر مر جاتے ہیں، جب کہ عورتیں پیدا زیادہ ہوتی ہیں اور مرتی کم ہیں، پس اگر ایک مرد کو کئی شادیوں کی اجازت نہ دی جائے تو یہ فاضل عورتیں بالکل معطل اور بے کار رہیں گی، کون ان کی

معاش کا کفیل اور ذمے دار بنے گا اور کس طرح یہ عورتیں اپنے کو زنا سے محفوظ رکھیں گی۔ بس تعددِ ازدواج کا حکم کسی عورتوں کا سہارا ہے اور ان کی عصمت اور ناموس کی حفاظت کا واحد ذریعہ ہے اور ان کی جان اور آبرو کا نگہبان اور پاسبان ہے عورتوں پر اسلام کے اس احسان کا شکر واجب ہے"۔

لیکن عورتیں ہی اس حکم سے جی چراتی ہیں۔ ہمارے ایک استاذ (حضرت مولانا مفتی محمود صاحب بارڈولی دامت برکاتہم) نے فرمایا تھا کہ: "میں ذاتی طور پر ایسے واقعات جانتا ہوں کہ عورتیں اپنے تئیں جانتی ہیں کہ وہ اب بعض عوارض کی وجہ سے شوہر کے لائق نہیں رہیں۔ وہ اپنے شوہروں کو گناہ (زنا) کے مواقع فراہم کر کے دیتی ہیں؛ لیکن دوسرا نکاح نہیں کراتیں"۔

ڈاکٹر ذاکر نائک نے ایک مرتبہ کہا تھا کہ: "مردوں اور عورتوں کے درمیان کشش رکھی گئی ہے اور عموماً عورتوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے اب اگر عورتوں کو نکاح کرنے کے لیے مرد نہ ملیں تو اس کے پاس دو آپشن ہوتے ہیں یا تو وہ شادی شدہ سے نکاح کرے یا وہ بازاری عورت بن جائے، میں اسے پبلک پراپرٹی کہتا ہوں، ظاہر ہے کوئی بھی شریف عورت شادی شدہ مرد سے نکاح کرنے کو ترجیح دے گی"۔

زیادہ نکاح سے زیادہ اولاد پیدا ہوتی ہے، اور مضبوط و بڑی آبادی امتِ مسلمہ کی قوت اور بقا کا ذریعہ بنتی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: "محبت کرنے والی اور زیادہ بچے جننے والی عورتوں سے نکاح کرو؛ کیونکہ میں قیامت کے دن تمہاری کثرتِ تعداد پر فخر کروں گا"۔ (ابو داؤد)

مغربی معاشرہ اختیار کر کے آج ہمارے معاشرے نے بھی تعددِ ازدواج کو ممنوع اور معیوب قرار دے دیا ہے جس کے نتیجے میں بے پردگی، ناجائز تعلقات، اکیلی ماؤں (single mothers) اور ان کی اولاد کی بے راہ روی جیسے مسائل نے جنم لے لیا ہے۔

آج بھی اگر مرد حلال طور پر ایک سے زیادہ شادیاں کریں تو نہ صرف ان کی اپنی زندگی پاکیزہ رہے گی بلکہ بے سہارا عورتوں کو بھی تحفظ ملے گا اور کفر کے کنارے جھولتی لڑکیوں کو بقاء کا سامان میسر آئے گا۔

کاندھلویؒ حکایت نقل کرتے ہیں کہ: "ایک بزرگ کی بیوی نابینا ہو گئی تو انہوں نے دوسرا نکاح کیا؛ تاکہ یہ دوسری بیوی پہلی نابینا بیوی کی خدمت کر سکے"۔

اہلِ عقل فتوی دیں کہ اگر کسی کی پہلی بیوی معذور ہو جائے اور دوسرا نکاح اس لیے کرے تا کہ دوسری بیوی آ کر پہلی بیوی کی خدمت کر سکے اور اس کے بچوں کی تربیت کر سکے تو کیا یہ دوسرا نکاح عین عبادت اور عین مروت اور عین انسانیت نہ ہو گا؟

محترم قارئین: ذیل میں مرد حضرات کا ایک سے زیادہ نکاح کرنے کی خواہش کی وجوہات و حوامل اور خواتین کا دوسرا نکاح نہ کرنے دینے کے اسباب وعوامل لکھے جاتے ہیں۔ آپ ان پر غائرانہ نظر ڈالیں اور غور و نظر کے بعد بہ حیثیتِ سر براہِ معاشرہ، معاشرے کی اصلاح کے خاطر بتائیں: آپ کن وجوہات کو ترجیح دیں گے؟

مردوں کی وجوہات

(۱) بعض مرد یہ سمجھتے ہیں کہ شریعت نے ایک سے زیادہ نکاح کی اجازت دی ہے، اس لیے اگر ان کے پاس مالی، جسمانی قوت ہے اور عدل و انصاف کی استطاعت ہے تو وہ اس اجازت سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

(۲) بعض کا مقصد بیوہ یا مطلقہ عورت کو سہارا دینا یا کسی ضرورت مند کو عزت کے ساتھ زندگی دینا ہوتا ہے۔

(۳) پہلی بیوی سے جذباتی یا جسمانی مطابقت نہ ہونا۔ بیوی کا بیمار ہونا یا ازدواجی تعلق قائم کرنے میں معذوری۔ یا پہلی بیوی کا بانجھ ہونا۔

(۴) بعض مردوں میں جنسی خواہش زیادہ ہوتی ہے اور وہ اسے حلال طریقے سے پورا کرنا چاہتے ہیں۔

(۵) عورتوں میں زائد رغبت اور نئی تبدیلی اور تنوع کی خواہش۔

(۶) محض جائز طریقے پر اپنی خواہشات پوری کرنا۔

(۷) نبی کریم ﷺ کی سنتِ فعلی کا احیاء اور ترویج۔

ان کے علاوہ اور بھی اسباب ہو سکتے ہیں۔

عورتوں کی وجوہات

(۱) محبت اور ملکیت کے احساس کی وجہ سے بیوی عام طور پر شوہر کو صرف اپنے لیے چاہتی ہے۔ وہ بٹا ہوا شوہر نہیں چاہتی۔ وہ سمجھتی ہے کہ دوسری بیوی آنے سے اس کی محبت، توجہ

اور وقت تقسیم ہو جائے گا۔

(۲) انسانی فطرت میں حسد و غَیرَت کا جذبہ ہوتا ہے، خاص طور پر عورت میں۔ وہ نہیں چاہتی کہ کوئی ان کے ساتھ شریکِ خیر بنے۔

(۳) عورت کو ڈر ہوتا ہے کہ شوہر نئی بیوی کو زیادہ پسند کرے گا اور پہلی کو نظرانداز کر دے گا۔

(۴) یہ بھی خوف ہوتا ہے کہ نئی بیوی اس کے گھر میں اپنی جگہ بڑھالے گی اور فیصلہ سازی میں اثر ڈالے گی۔

(۵) بہت سی خواتین کے نزدیک دوسری شادی سماج میں ''ناکامی'' کی علامت سمجھی جاتی ہے۔ رشتے دار یا لوگ طعنے دیتے ہیں کہ شوہر کو دوسری کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ بعض جگہ پہلی بیوی کو ''کافی نہ ہونے'' کا الزام دیا جاتا ہے۔

(۶) عورت کو فکر ہوتی ہے کہ شوہر کا خرچ، جائیداد اور آمدنی اب دو گھروں میں بٹے گی۔ بچوں کے مستقبل اور وراثت کے حق پر بھی خدشہ ہوتا ہے۔

(۷) بعض صرف ''اس مہنگائی کے زمانے میں عدل نہ ہو سکے گا'' والے خدشے کو بنیاد بنا کر مکمل طور پر مخالفت کرتی ہیں۔

(۸) عورتوں کی جذباتی وابستگی گہری ہوتی ہے، وہ شریکِ حیات کی تقسیم کو ذاتی دھوکہ سمجھتی ہیں۔ وہ یہ کہتی ہیں کہ اگر میں یہی کام تمہارے ساتھ کروں یعنی تمہارے نکاح میں رہتے ہوئے غیر مرد سے تعلق بناؤں تو تم برداشت کرو گے کیا؟

(۹) بعض خواتین سمجھتی ہیں دوسری بیوی کو قبول کرنا ان کے لیے شدید ذہنی دباؤ اور اضطراب کا سبب بن سکتا ہے۔سوکن کو برداشت کرنا ان کے بس کی بات نہیں۔

محترم قارئین! آپ دیکھ رہے ہوں گے کہ مرد کی غرض اور نیت عالی بلکہ عالمی ہے اور عورت کی وجوہات اس کی ذات تک محدود ہیں۔

ہمارے بچیوں میں ارتداد، شریعت کے کسی حکم پر اعتراض اور قرآن و حدیث کی کسی نص پر شبہات کی وجہ سے نہیں، بلکہ بے حیائی، مخلوط نظام اور بر وقت مناسب جوڑا نہ ملنے کی وجہ سے ہے، اگر تعددِ ازدواج کو رواج دیا گیا تو ان تینوں چیزوں پر قابو پایا جا سکتا ہے۔

ایک قدیم روایت: حضرت امِ سلیم رضی اللہ عنہا کے شوہر، حضرت انس رضی اللہ عنہ کے والد ''مالک'' اسلام

نہیں لائے اور حالتِ کفر میں وفات پائی۔ مدینہ منورہ میں اسلام کا گھر گھر چرچہ تھا، ایمان لوگوں کے دلوں میں اتر کر رگ و ریشے میں پیوست ہوتا جا رہا تھا، والدۂ انس، اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا بھی ان ہی خوش نصیب خاتون میں سے تھیں کہ جنھوں نے آگے بڑھ کر اسلام قبول کیا جب کہ گھر کا نگراں شوہر اسلام سے دور تھا۔ مالک کے بعد حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے نکاح کی پیشکش کی، وہ ابھی تک اسلام کے حلقے میں داخل نہیں ہوئے تھے، اگر چہ اس کے گرویدہ ہوگئے تھے۔ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے صاف کہا کہ "میں اسلام قبول کر چکی ہوں اگر آپ کو مجھ سے نکاح کرنا ہے تو اسلام قبول کرلو (ورنہ میں نکاح نہیں کرسکتی) ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اسلام سے روشناس تو ہو ہی چکے تھے، چناں چہ وہ اسلام لے آئے اور ان دونوں کا نکاح ہوگیا۔ (سنن النسائی)

مہاجر ام قیس رضی اللہ عنہا کا نام آپ نے سنا ہوگا، جن کا واقعہ حدیث "إنما الأعمال بالنیات" کا شانِ ورود ہے، انھوں نے حضرت ام قیس رضی اللہ عنہا کو نکاح کا پیغام بھیجا، انھوں نے بھی صاف کہہ دیا اگر تم ہجرت کر کے آتے ہو اور اسلام قبول کرتے ہو تو فبھا، میں نکاح کروں گی ورنہ نہیں۔ (نفحات)

یہ ایک قدیم روایت تھی کہ قرنِ اول تا قبل ایں قرن، مرد اگر کسی غیر مسلم سے نکاح کرتا تو اسے ضرور مسلمان کر دیتا، لیکن اگر عورت کسی غیر مسلم سے نکاح کرتی تو وہ بھی اسلام ہی کی شرط لگاتی تھی، ہمارے ایک بزرگ ساتھی ممبئی مدن پورہ کا واقعات سناتے تھے کہ ہنود پریشان تھے کہ لڑکی غیر مسلم ہو تو وہ بھی مسلمان ہو جاتی ہے اور اگر لڑکا غیر مسلم ہو تو وہ مختون ہونے کے درپے ہے! لیکن اب حال یہ ہے کہ لڑکی اگر غیر مسلم کے ساتھ میرج کرتی ہے تو برملا بھگوا ٹیکا لگا کر ویڈیو بناتی ہے اور اگر د مرد مسلم اور لڑکی ہندو ہو تو دونوں اپنے اپنے دھرم کا پالن کرتے ہیں یا کروس عبادتیں کرتے ہیں مرد بھی دونوں دھرم کا پالن کرتے ہیں اور عورت بھی۔ ان کا سب سے بڑا مذہب عشق ہے۔ کفر اتنا سستا ہوگیا ہے کہ ہر بازار بکتا ہے، شعائرِ اسلام کی توہین و تضحیک کی کوئی پرواہ نہیں کرتا، آخر اس تیزی سے کفر کے سوتے پھوٹنے کی وجہ کیا ہے؟

ایک وجہ یہی ہے جو حضرت مولانا مفتی قاضی حفظ الرحمن صاحب کی زبانی گزر چکی کہ ہمارے دیار میں ہنود کے ہاں جہیز اور بے فائدہ نقصان دہ رسومات کی وجہ سے بیٹیوں کی شرح پیدائش کم ہے اور مسلم معاشرہ میں بکثرت اور فزوں تر۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ان کے لڑکوں کو ان کے

معاشرہ میں رشتۂ ازدواج مل نہیں پاتا۔ اس لئے وہ ہمارے معاشرہ کا رخ کرتے ہیں۔ اس لیے ہمارے معاشرہ میں تعدد ضروری اور لابدی امر ہے۔ اور تعدد ازدواج کے جو مفاسدِ موہمہ ذکر کئے جاتے ہیں وہ ترکِ ایمان کے مقابلہ میں اخف ہیں، لہٰذا اخف الضررین کو اختیار کیا جانا ہی اصل الاصول ہے. رہی بات ہماری اکابر کی تو وہ حالت گھروں کے عمومی ماحول کے زیرِ اثر ہے۔

سوال: پوری دنیا میں چند زوجی کا رواج ختم ہو کر یک زوجی کا چلن کیسے ہوا؟

شادیوں سے شادی تک؛ یک زوجی کی کہانی شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی کی زبانی:

اٹھارویں صدی میں جب مشین ایجاد ہوئی تو یورپ کے اندر صنعتی انقلاب رونما ہوا جس نے اہلِ یورپ کی زندگی کے ہر شعبے پر بڑے گہرے اثرات مرتب کئے، جاگیری نظام نے دم توڑ دیا اور سرمایہ داری نظام نے اسکی جگہ لے لی، شہروں میں بڑے بڑے کارخانے کھلنے لگے، اور دیہاتی آبادیاں جو جاگیرداروں کے ظلم وستم سے تنگ آچکی تھیں شہروں کی طرف منتقل ہونا شروع ہو گئیں، اس پورے نظامِ معیشت کی تبدیلی کا اثر یہ ہوا کہ عام لوگوں کا معیارِ زندگی بھی بڑھنے لگا، ہر شخص کو سوسائٹی میں اپنا وقار باقی رکھنے کے لئے کافی سرمایہ کی ضرورت پیش آئی، چنانچہ پیسہ کمانے کی ہر ممکن کوشش کی جانے لگی، وقت کی رفتار کے ساتھ طرزِ بود و باش بدلتا رہا، ضروریاتِ زندگی بڑھتی ہی چلی گئیں، اس لئے حصولِ زر کی دوڑ شدید سے شدید تر ہوتی گئی۔

ان حالات میں مغربی مرد کی خودغرض طبیعت جو ہمیشہ سے بغیر کوئی قربانی دیے عورت سے نفع اٹھاتی چلی آئی تھی، یہ برداشت نہ کرسکی کہ جو سرمایہ اس کی اپنی ضروریات کے لئے بہ مشکل مہیا ہوتا ہے اس میں عورت کو بھی حصہ دار بنائے، اور اس کے لئے یا تو اپنی ضروریات میں کمی کرے یا مزید پیسہ حاصل کرنے کے لئے اپنی جان پر اور بوجھ ڈالے، نظامِ معیشت اور طرزِ تمدن کے اس غیر معمولی انقلاب کے بعد مرد کو عورت کا گھر میں رہنا دو وجہ سے بری طرح کھلنے لگا۔

ان میں سے ایک تو اس کی وہ ہوسناک طبیعت تھی جو عورت سے جدا ہونا پسند نہ کرتی تھی، جاگیری نظام کے زمانے میں عورت کا گھریلو کام کرنا اور گھر میں رہنا اس کے لئے اس لئے نقصان دہ نہ تھا کہ اُس کی بیرونی مشغولیات ایسی نہ تھیں جن کی بنا پر اسے عورت سے دور رہنا پڑے، لیکن جب پوری زندگی کا ڈھانچہ ہی تبدیل ہو گیا ہے تو اب مرد کا کام صرف ہل جوتنا

یا دوکانداری کرنا نہ تھا بلکہ صنعت اور تجارت کے غیر معمولی فروغ کی وجہ سے اُسے دن رات کارخانوں اور دفتروں میں رہنا ہوتا تھا، اسے اس کام کے لئے دور دراز کے سفر کرنے پڑتے تھے، جس کے لئے عورت سے دور رہنا لازمی تھا۔

دوسری وجہ وہی تھی کہ چونکہ معیارِ زندگی (Standard of living) کے بلند ہونے کی وجہ سے اُسے اپنے مصارف کا برداشت کرنا ہی مشکل تھا اس لیے اُسے اپنے ساتھ ایک اور فرد کے لئے بھی محنت ومشقت اٹھانا اپنے نفس پر ایک غیر ضروری بوجھ محسوس ہونے لگا۔ ان دونوں مشکلات کا حل اُسے ایک ہی نظر آیا کہ اب کسی طرح عورت کو بھی کمانے کے کام پر آمادہ کرو، تا کہ حصولِ زر کی مشکلات بھی ختم ہوں اور عورت کے ہر قدم پر ساتھ رہنے سے اُس نفسانی جذبے کی بھی تسکین ہو جو رگ وپے میں پیوست ہو چکا ہے۔

لیکن اگر یہ بات سیدھے سادے طریقے سے عورت سے کہی جاتی تو وہ مرد کی اس انسانیت سوز خود غرضی سے خبردار ہو جاتی کہ وہ ایک طرف تو ہر قدم پر عورت کے وجود سے اپنی جنسی آگ کو ٹھنڈا کرنا چاہتا ہے، دوسری طرف جب اُسی عورت کے لئے روٹی کے چند ٹکڑے مہیا کرنے کا مرحلہ آتا ہے تو اُسے یہ کام دو بھر معلوم ہوتا ہے، عورت یہ سوچتی کہ مرد کو اپنی جسمانی تکالیف کا تو اتنا احساس ہے کہ وہ ان کی وجہ سے عورت کو گھر سے نکالنا چاہتا ہے مگر اسے اپنا الو سیدھا کرنے کے لئے یہ خیال بھی نہیں آتا کہ عورت جیسی صنفِ نازک روپیہ کمانے اور گھر کا انتظام کرنے کے دونوں کام کس طرح کرے گی؟

اپنی اس خود غرضی پر پردہ ڈالنے کے لئے مغربی مرد کی عیاری نے جو ہمہ رنگ زمیں جال تیار کیا وہ اس قدر نظر فریب تھا کہ بیچاری عورت آج تک اُس جال میں پھنسی ہوئی ہونے کے باوجود اس کی دلفریبی میں مگن ہے، اسی نظر فریب جال کا دلکش اور معصوم نام ''تحریک آزادیٔ نسواں'' ہے۔

مرد نے اپنی اس خود غرضی پر عمل کرنے کے لئے آزاد خیالی کا سہارا لیا اور وہ لبرلسٹ (Liberalism) جو عرصۂ دراز سے یورپ کی معاشی، اقتصادی، اخلاقی اور مذہبی زندگی میں انقلاب لانا چاہتے تھے، اس کام کے لئے موزوں ترین ثابت ہوئے چنانچہ انھوں نے اس مقصد کے لئے عورتوں کی آزادی کا نعرہ لگایا اور عام مطالبہ کیا کہ ''عورت کو گھر کی چار دیواری میں

محصور رکھنا اس پر ظلم ہے حالانکہ مرتبہ کے لحاظ سے اس میں اور مرد میں کوئی فرق نہیں اُسے مردوں کے دوش بدوش ہر کام میں حصہ لینا چاہئے، حصول معاش کے معاملہ میں اُسے مرد کا محتاج ہونے کی بجائے مستقل بالذات خود کفیل (Independent) ہونا چاہیے۔''

یہ نعرہ چونکہ ہر اُس مرد کی دلی آواز تھا جو نئے طرزِ زندگی کے بعد عورت کا گھر میں رہنا اپنی حرص و ہوس کی وجہ سے برا سمجھ رہا تھا۔ چنانچہ لبرل پارٹی کی یہ آواز یورپ کے ہر خطے سے اٹھنی شروع ہوگئی، بیچاری عورت مرد کی اس مکارانہ چال کو نہ سمجھ سکی اور اس نے بخوشی گھر کو خیر باد کہہ کر مرد کی حرص و ہوس کو نہایت اطمینان سے پورا کر دیا، پھر مرد نے اپنی اس چال سے بڑے بڑے کام لئے، جب عورت بازاروں میں نکلی اور اور دفتروں میں داخل ہوئی تو مرد نے اپنی ہوسناک نگاہوں کی تسکین کے علاوہ اس کے ذریعے اپنی تجارت بھی خوب چمکائی، دوکانوں اور ہوٹلوں کے کاؤنٹروں پر دفتروں کی میزوں پر اخبار واشتہار کے صفحات پر اُس کے ایک ایک عضو کو سر بازار رسوا کیا گیا اور گاہکوں کو اس کے ذریعہ دعوت دی گئی کہ آؤ اور ہم سے مال خریدو، یہاں تک کہ وہ عورت جس کے سر پر فطرت نے عزت و آبرو کا تاج رکھا تھا اور جس کے گلے میں عفت وعصمت کے ہار ڈالے تھے، دوکان کی زینت بڑھانے کے لئے ایک شوپیس اور مرد کی تھکاوٹ دور کرنے کے لئے ایک تفریح کا سامان بن کر رہ گئی۔

اسی دوران عورت کو اسی حال پر خوش رکھنے اور اسے تسلی دینے کے لئے نت نئے افسانے گھڑے گئے جس سے عورت کو یہ محسوس ہو کہ واقعی ہمارے مرد ہمارے بڑے ہمدرد ہیں اور ہمیں ظلم سے نجات دلانا چاہتے ہیں، انہیں افسانوں میں سے ایک افسانہ کا سرعنوان ''تعدد ازدواج کی برائی'' تھا۔ مغربی مرد جانتا تھا کہ ''سوکن'' عورت کی کمزوری ہے، اور جو شخص اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرے عورت اُسے اپنا حقیقی خیر خواہ اور سچا ہمدرد سمجھ سکتی ہے، چنانچہ انہوں نے اُن اقوام پر جن کے یہاں تعدد ازواج رائج اور عام تھا، طعن و تشنیع شروع کی، کہ دیکھو یہ قومیں عورت پر کتنا ظلم کرتی ہیں کہ اُسے سوکنوں کی وجہ سے مرد کے جور و ستم سہنے پڑتے ہیں، اور ہم کتنے منصف ہیں کہ ہمارے یہاں تعدد ازواج جائز ہی نہیں، ہم ایک ہی بیوی پر قناعت کرتے ہیں، اب اُن سے کوئی یہ پوچھنے والا نہ رہا کہ اگر تم ایسے ہی صابر اور قانع ہو تو تمہارے ہر ہوٹل، ہر نائٹ کلب، ہر پارک اور ہر تفریح گاہ پر تمھاری ایک نئی ''بیوی'' کیسے پیدا ہو جاتی ہے؟

ہم نے جو تحریک آزادی نسواں کی بنیاد مرد کی خود غرضی کو قرار دیا ہے، اگر واقعہ ایسا نہیں تو کوئی ہمیں بتلائے کہ یہ لبرلزم کوئی نئی چیز تو نہ تھی، یورپ میں اس وسیع المشربی کا راگ تو کم و بیش پندرھویں صدی سے الاپا جارہا تھا، تاریخ شاہد ہے کہ اٹھارویں صدی سے تین سو سال پہلے یہ لبرلسٹ تمام فکری، اخلاقی، مذہبی، معاشرتی، سیاسی اور معاشی بندشوں کو توڑنے کے لئے ان تمام میدانوں میں تجدید و اصلاح کا پرچم لے کر اُٹھے تھے اس عرصہ میں انہوں نے صدیوں کے بنے اور جمے ہوئے دائروں سے باہر قدم نکالنے کے لئے پادریوں اور جاگیرداروں سے بڑی بڑی لڑائیاں لڑیں، کلیسا کے پرخچے اُڑائے، جاگیری نظام کی دھجیاں بکھیریں، جب یہ زندگی کے ہر شعبے میں تجدید و اصلاح کے نعرے لگارہے تھے اس وقت ان کے دل میں عورت کی مظلومیت اور گھر میں محصور ہونے کے تصور نے کیوں درد پیدا نہیں کیا؟ اس وقت انہیں یہ خیال کیوں نہ آیا کہ ہم عورت کو اس ظلم سے نجات دلائیں جب کہ یہ کام جاگیری نظام کا تختہ الٹنے اور کلیسا کا وقار تہس نہس کرنے سے کہیں زیادہ آسان تھا، عورت کے مقید ہونے کا درد تین سو سال کے بعد اٹھارویں صدی ہی میں کیوں پیدا ہوا؟ جبکہ صنعتی انقلاب آچکا تھا؟

ہم نے اہل مغرب کے ان اعتراضات کو بھی جو انھوں نے اسلام پر تعدد ازواج کے سلسلے میں کئے ہیں اسی عورت کو ورغلانے کا ذریعہ قرار دیا ہے، اگر ہمارا یہ خیال غلط ہے تو ہمیں کوئی یہ سمجھائے کہ اسلام میں تعدد ازواج کا اصول تو بارہ سو سال سے چلا آتا تھا، اس عرصہ میں کسی نے اس اصول پر اس قدر رشد و مد کے ساتھ کیوں اعتراض نہیں اٹھایا؟ بارہ صدیاں گزرنے کے بعد ہی اس اصول میں کون سے کیڑے پڑ گئے تھے جن کی بناء پر اہل مغرب کو اس کی تردید کی اس قدر شدت کے ساتھ ضرورت ہوئی؟

ان تمام چیزوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہم یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہیں کہ تحریک آزادی نسواں کا نعرہ مغربی مرد نے محض اپنے ذاتی مقاصد کے لئے لگایا تھا، اس تحریک سے عورت پر کس قدر ظلم ہوا؟ اور اس سے اسے کیا کیا نقصانات پہونچے؟ ان سوالات کا جواب تفصیل چاہتا ہے ہم اس موضوع پر زندگی رہی تو ان شاء اللہ پھر کبھی بحث کریں گئے اس وقت تو ہمیں محض یہ بتلانا ہے کہ تعدد ازواج کے خلاف اہل مغرب کے اعتراضات صرف اس احساس کمتری کا نتیجہ تھے جو انہیں عورت کے ساتھ اپنے خود غرضانہ سلوک کی وجہ سے پیدا ہوا، وہ یہ چاہتے

تھے کہ عورت کے دل میں یہ خیال پیدا نہ ہو کہ مردوں نے اپنے ذاتی مقاصد کی وجہ سے آزادی نسواں کا ڈھونگ رچایا ہے، اور عورت کی توجہ اُن بہیمانہ حرکات کی طرف مبذول نہ ہو سکے جن کا مظاہرہ شب و روز تفریح گاہوں پر ہوتا رہتا ہے، اس لئے انھوں نے یہ ڈنکا پیٹنا شروع کر دیا کہ ہم بڑے صبر و قناعت پر عمل کرنے والے ہیں کہ ایک بیوی سے زیادہ کی کوئی خواہش ہمارے دل میں پیدا نہیں ہوتی اور دوسری قوموں کی جنسی بھوک اس قدر بڑھی ہوئی ہے کہ وہ عورت کو سوکنوں کے جھنجھٹ میں پھنسانا گوارا کر سکتے ہیں مگر اپنی جنسی بھوک پر کوئی کنٹرول نہیں کر سکتے، اس سفید جھوٹ کی نشر و اشاعت گوبلز کے اصول پر پوری دنیا میں اس اہتمام سے کی گئی کہ دنیا اسے سچ سمجھنے لگی، مشرقی عورت نے اسی فریب میں آ کر اپنے یہاں بھی یک زوجی کے نعرے بلند کرنے شروع کر دیئے، حالانکہ خود مغرب میں یک زوجی کا یہ اصول مرد کے لئے کتنے ہی نے سامان تعیش پیدا کر رہا ہوں عورت کے لئے ایک عذاب جان بن چکا ہے۔

(ہمارے عائلی مسائل)

سوال: دوسرا نکاح اور مسئلہ اجازت؛ کیا دوسرے نکاح کے لیے پہلی بیوی سے اجازت لینا ضروری ہے؟

جواب: جس طرح ایک نکاح باعثِ فضیلت ہے اسی طرح کئی نکاح کرنا بھی باعثِ فضیلت ہے؛ البتہ شریعت میں اس کے چند شرائط ہیں، ان کا لحاظ ضروری ہے۔

تعدد ازدواج ”بات ایک رائے انیک“ کا مصداق ہے، کوئی کہتا ہے: دوسرے نکاح کا جواز وقتی تھا یعنی غزوۂ احد کی وجہ سے قلتِ رجال کے سبب پیش آنے والے مسائل کی بنا پر اجازت تھی، اب نہیں ہے۔ بعض کہتے ہیں: بلا ضرورت پہلی بیوی کے دل کو غم سے بھرنا نہیں چاہیے، اس لیے حتی الامکان ایک پر گزارا کرنا چاہیے۔ بعض کہتے ہیں: اس وقت دوسرا نکاح کرنا چاہیے جب پہلی سے اولاد حاصل نہ ہوتی ہو۔ جب کہ بعض کا کہنا ہے: اسی وقت کر سکتے ہیں جب پہلی بیوی سے اجازت حاصل کر لی ہو اور اس کو اس بات پر رضامند کر کے اطمینان و تسلی دے دی ہو۔

اس سلسلے میں ہمیں نبیِ کریم ﷺ کے اور تمام صحابہ کے عمل کو دیکھنا چاہیے، معدودے چند کے تمام کی کئی ازواج تھیں، علما تو غیر اختیاری یا عادتی سنتوں کا بھی اہتمام کرنے کا حکم دیتے ہیں، جب کہ تعددِ ازدواج تو اختیاری اور عبادتی سنت ہے، سنت ہونے کا مطلب یہ کہ جس کو نبیِ

کریم ﷺ نے کیا ہو۔ یہ الگ بات ہے کے اس کے شرائط ہیں اور یہ بات بھی معلوم ہے کہ پہلا نکاح کرنے کے بھی شرائط ہیں۔ اگر پہلی بیوی کے گراں خاطر ہونے کا اندیشہ ایسا ہی قابلِ لحاظ ہوتا جیسا بعض حضرات کہتے ہیں تو بالیقین حضرت نبیِ کریم ﷺ اپنی محبوب ترین بیوی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قلبی بوجھ کا لحاظ کرتے۔ ہاں دوسرا نکاح کرنے سے پہلے یہ طے کرلینا چاہیے کہ مظلوم بن جاؤں گا لیکن ظالم نہیں بنوں گا۔

رہی بات پہلی بیوی کی اجازت کی تو عرض ہے: شریعت کا یہ قاعدہ ہے کہ جو چیز جتنی زیادہ ضروری اور اہم ہوتی ہے وہ اتنی ہی زیادہ آسان اور سہل الحصول ہوتی ہے، اسلام لانا ہر ایک کی اشدضرورت ہے اس کے لیے کوئی چیز شرط نہیں ہے صرف اتنا کہ وہ دل سے تصدیق کرلے، نہ اقرار باللسان ضروری ہے نہ عمل بالارکان، نہ استشہاد ضروری ہے نہ اغتسال۔ اسی طرح علم حاصل کرنا ضروری ہے، اس کے لیے بھی کوئی شرط نہیں ہے ہر طبقے، ہر علاقے اور برادری کا شخص طالبِ علم بن سکتا ہے۔ مادیات میں بھی اللہ تعالی نے یہی سسٹم رکھا ہے جو اشدضروری ہے وہ اسہل الوصول اور ارزاں ہے، جیسے پانی، ہوا، آگ اور چارا یہ سب مباح الاصل ہیں۔

نکاح بھی انسانی ضروریات میں داخل ہے، بلکہ انسان اس کی طرف مجبور ہے اس لیے نکاح میں صرف اتنا ضروری ہے کہ نکاح کے الفاظ ہوں اور دفعِ تہمت اور ثبوتِ نسب کے لیے دو گواہ ہوں، باقی اور کوئی چیز نکاح کے شرائط میں سے نہیں ہے، نہ ولی کا ہونا نہ مہر کا، نہ ہی قاضی ضروری ہے نہ خطبہ، نہ مجلس، نہ مسجد۔

اسی وجہ سے کسی بزرگ کا قول ہے کہ: ”عجبت بالحنفي! كيف يزني“ (مجھے حنفی پر تعجب ہے کہ وہ کیوں کر زنا کا ارتکاب کرتا ہے) یعنی اس کے لیے نکاح اتنا آسان ہے کہ وہ لڑکی کو پکڑ کر دو لوگوں کے سامنے ایجاب و قبول کرے اور وطیِ صحیح کرے، زنا کی تو نوبت بھی نہیں آنی چاہیے۔

اور جو حال و شرائط پہلے نکاح کے ہیں وہی حال دوسرے نکاح کا ہے اس میں بھی ضروری اور شرط صرف کلمۂ نکاح (ایجاب و قبول) اور دو گواہ ہیں، اور برابری کرنا واجب ہے، شرط نہیں ہے، اور برابری صرف نفقہ اور بیتوتة (رات گذارنے) میں ہے اور قُبلہ (بوسہ) وجماع میں برابری مستحب قرار دی گئی ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ جو حکیمِ مطلق ہے اس نے تعددِ ازدواج کی اباحت کو سورۂ نساء میں اجازت سے مطلق رکھا ہے، پہلی کی نہ اجازت ضروری نہ رضامندی، نہ اس سے معذرت ضروری ہے، نہ دردمندی، حتیٰ کہ اگر پہلی بیوی دوسرے نکاح سے منع کرے تو بھی اللہ تعالیٰ نے مرد کو مجاز اور آزاد رکھا ہے۔

حضرت نبیِ کریم ﷺ جب سن سات ہجری میں غزوۂ خیبر سے واپسی کی تو لوگوں نے آپ سے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو اپنے تحت لینے کی درخواست کی کہ وہ سردار کی بیٹی اور سردار کی بیوی ہیں، ایک سردار کے پاس ہی بھلی معلوم ہوں گی، چناں چہ حضرت نبیِ کریم ﷺ نے ان کو اپنے تحت لے لیا، البتہ لوگوں کو یہ نہیں معلوم تھا کہ آپ نے ملکِ یمین کے تحت لیا ہے یا ملکِ نکاح کے تحت، لیکن جب صبح ہوئی اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے کجاوے پر پردا کسا گیا تو لوگوں کو علم ہوا کہ آپ نے ان سے نکاح کرلیا ہے، اور پھر ولیمہ کیا گیا۔

اس نکاح سے پہلے نہ تو کسی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہم سے پوچھا گیا حتیٰ کہ ان کو خبر تک نہیں دی گئی، (پتا چلا کہ نہ اجازت لینا بیوی کا حق ہے نہ خبر دینا؛ ورنہ حضرت نبیِ کریم ﷺ اس حق کو ضائع نہ فرماتے۔) حتیٰ کہ جب آپ مدینہ منورہ پہنچے تو انصاری خواتین نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بتایا۔ وہ فرماتی ہیں کہ میں حلیہ بدل اور نقاب ڈال کر اس جگہ گئی جہاں حضرت نبیِ کریم ﷺ اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا موجود تھے، نبیِ کریم ﷺ نے میری آنکھوں سے مجھ کو پہچان لیا، پس میں پلٹی اور تیز چلنے لگی، نبیِ کریم ﷺ نے بھی تیز چل کر مجھ کو پکڑ لیا اور مجھے اپنی آغوش میں لے کر کہا ''کیفَ رأیتِ'' کیسی ہیں صفیہ؟ (سنن ابن ماجہ)

یہی حال ہر اولو العزم باہمت مرد کا ہے کہ ان کو اپنے ذاتی فیصلے میں گھر کی اس خاتون سے (جس کی عزت، شہرت، نفقہ، سکنیٰ شوہر سے وابستہ ہے) اجازت لینے کی ذلت برداشت نہیں کرنا پڑتی ہے، چاہے وہ اولو العزم ابوبکر وعمر، عثمان وعلی ہوں یا ایوبی، غزنوی، خوارزم شاہ وسلیمان قانونی۔ کتنی پست ہمتی کی بات ہے کہ جس کو ہم ماتحت کہتے ہیں اس سے لجاجت کرتے ہیں، صحابہ کا بھی معاشرہ دو طرح کا تھا، مکہ مکرمہ میں قریشی مرد عورتوں پر غالب رہا کرتے تھے اور مدینہ منورہ میں انصاری خواتین مرد حضرات پر غلبہ رکھتی تھیں، لیکن کہیں دوسرے نکاح کے سلسلے میں کسی انصاری صحابی کو اجازت کے لیے لجاجت پر مجبور نہیں دیکھا گیا۔

اب سب جگہ گنگا اُلٹی بہہ رہی ہے، آزادیِ نسواں کے نام پر عورتوں کو صرف دلیر نہیں، سرکش بنادیا ہے، جن کی خوبی ماتحت رہنا تھا اب وہ ماتحت رکھنے پر فخر کرنے لگی ہیں۔

چہ باید کرد: اب دوسری شادی کرنے والے کو کیا کرنا چاہیے؟ یہ ایک اہم سوال ہے، بعض سمجھ دار اہلِ علم و دانش یہ کہتے ہیں کہ پہلی ہی پر اکتفاء کرے اور اس (پہلی) کے دل کو غم دکھ درد تکلیف سے نہ بھرے۔ بعضوں کا کہنا یہ ہے کہ ذہن سازی کر کے اجازت حاصل کر لے تا کہ اس وقت حالات قابو میں رہیں جس وقت حالات بے قابو ہوجاتے ہیں اور کوئی باز پرس پرسانِ حال نہیں ہوتا۔ جب کہ کچھ کا کہنا ہے کہ بیوی کی اجازت ضروری نہیں لیکن اس کو اعتماد میں لینا ضروری ہے، (لیکن یہ ضرورت عرفی ہے شریعت نے اس کو ضروری اور شرط قرار نہیں دیا ہے) اس کو اعتماد ہو کہ میرا شوہر اگر دوسری کرے گا تو انصاف کرے گا۔ بعض اصحاب کا کہنا یہ ہے کہ اجازت فضول ہے، پہلے کرلو بعد میں بتادو یا اسے خود پتا چل جائے گا، اگر اجازت اور اعتماد حاصل کرنے میں پڑ گئے تو سرے سے دوسری ہی سے یا دوسری کے سرورِ شہر (ابتدائی مستی کے ایام) سے محروم ہو جاؤ گے اور غمومِ دھر و کسورِ ظہر (زمانہ بھر کا غم اور کمر توڑ ذمہ داری) کے ایام پہلے ہی دن سے شروع ہو جائیں گے۔

میں تو اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اگر کسی کو دوسری شادی کرنا ہو تو پہلی بیوی کی خوب تربیت کر کے اور بتلا کر کرے لیکن یہ "دونک خرط القتاد" جوئے شیر لانے کے برابر ہے، بہت کم اس میں کامیاب ہو پاتے ہیں۔

ایک نصیحت عورت کو بھی

برصغیر کے مرد وعورت میں جذبہ محبت اور وفاداری ایک خاص وصف ہے، مرد ایک عورت کے ساتھ اور ایک عورت مرد کے ساتھ بہ آسانی پوری زندگی گذار لیتے ہیں، یہاں کے قدیم دھرم میں بھی یہ بات دماغ میں پیوست کر دی گئی ہے کہ یہ بندھن سات جنموں کا ہے، جو کسی چیز سے نہیں ٹوٹتا حتی کہ موت سے بھی نہیں، اس طرح کا کچھ اثر یہاں بسنے والی مسلمان عورتوں نے بھی لے لیا ہے اور وہ اس اثر یا غلبہ محبت میں یہ سمجھ بیٹھتی ہیں کہ میرے شوہر پر میرا ہی حق ہے وہ میرے علاوہ کسی کا نہیں ہوسکتا۔ نہ ہٹ سکتا نہ بٹ سکتا ہے گویا کہ یہ میری جاگیر ہے، اس پر میرا ہی پورا حق ہے، حتی کہ بعض عورتوں کے دلائل کی گنگا بھی الٹی بہتی ہے وہ کہتی ہیں کہ جس

طرح اللہ تعالی شرک کو پسند نہیں کرتے اسی طرح ایک عورت بھی اپنے خاوند میں شراکت داری نہیں چاہتی، خاوند پورا کا پورا اسی کا ہونا چاہیے۔

نادان کو یہ نہیں پتا کہ وہ پہلے ہی سے بٹا ہوا ہے اور اس بٹنے کے فیصلے آسمانوں پر طے کر دیے گئے ہیں؛ جب کوئی عورت اپنے شوہر کو دنیا میں تکلیف پہنچاتی ہے، ستاتی ہے یا برا بھلا بولتی ہے تو اس کی جنتی بیوی گوری رنگت بڑی خوب صورت آنکھوں والی اپنی دنیوی سوتن کو کہتی ہے ''اللہ تجھے غارت کرے، یہ تیرے پاس وقتی مہمان ہے قریب ہے کہ وہ تجھ سے جدا ہو کر ہمارے یہاں کی زینت بنے''۔ (سنن الترمذی: ۱۱۷۴)

اس لیے میری عورتوں کو نصیحت ہے کہ وہ اپنے مرد کو اپنی ہی جاگیر نہ سمجھیں، بلکہ اس کے بٹے ہوئے ہونے کا فیصلہ ازل ہی سے ہو گیا ہے۔

پہلی بیوی کی تکلیف کا احساس

مجھ کو کسی نے ایک بریلوی عالمِ دین کا مختصر ویڈیو بھیجا، جس میں وہ فرمارہے ہیں کہ اعلی حضرت کو کسی نے دوسرا نکاح کرنے کی درخواست کی، تو اعلی حضرت نے فرمایا میں دوسرا نکاح کرنے کی استطاعت بھی رکھتا ہوں اور شریعت کی اجازت بھی رکھتا ہوں؛ لیکن میری بیوی نے پوری زندگی میرا ساتھ دیا ہے، میں دینی کاموں میں مشغول رہا میں اسے وقت نہیں دے پایا وہ بڑی دیانت داری سے میرے ساتھ رہی، میں دوسری اس لیے نہیں کروں گا کہ میری بیوی کو تکلیف ہو گی۔ (انتہیٰ)

حضرت نبیِ کریم ﷺ نے اپنی محبوب ترین بیوی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اوپر آٹھ نکاح فرمائے اگرچہ تمام نکاح میں مصلحتیں تھیں؛ لیکن آپ نے اپنی محبوب ترین بیوی کی دل شکنی یا ناگوارِ خاطر ہونے کو مانع نہیں بنایا، اور آپ کے زمانے میں اور اس کے بعد بھی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اولیٰ پر ثانیہ، ثالثہ لاتے رہے، لیکن انھوں نے بھی ایسے کسی عذر کو مانع بننے نہیں دیا۔

یہ کہنا کہ اس وقت عورتوں کو سوتن کا ہونا برا نہیں لگتا تھا نہ ہی شوہر کا دوسرا نکاح کرنا دل پر گراں گذرتا تھا، یہ تاریخ اور حدیث میں آئے ہوئے واقعات سے ناواقفیت ہے۔

حضرت نوفل بن معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اس حال میں مسلمان ہوا کہ میرے نکاح میں پانچ عورتیں تھیں تو میں نے اس سلسلے میں حضرت نبیِ کریم ﷺ سے دریافت کیا تو

آپ نے فرمایا: کہ ایک کو علیحدہ کر دو اور چار روک لو تو میں نے پہلی بیوی کو علیحدہ کر دیا جو کہ بانجھ تھی اور ساٹھ سال سے میرے نکاح میں تھی۔ (مشکاۃ)

طلاق دینا تو نکاح میں رکھ کر بیوی لانے سے کم درجے کی دل شکنی ہے، پھر انھوں نے اس بیوی کو طلاق دینے کے لیے متعین کیا جو ساٹھ سال ان کی مصاحبت اٹھا چکی تھی، انھوں نے نہ تو طلاق دیتے وقت ساٹھ سالہ رفاقت کو مانع بننے دیا اور نہ ہی انھوں نے اس کے اظہار میں کوئی قباحت محسوس کی۔

بہر حال تعددِ ازدواج یہ شریعت میں جائز ہے اور آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ کا اختیاری طریقہ ہے، اور ہم کو ان کے طریقے کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے، چاہے کسی کو تکلیف ہو یا دل شکنی ہو۔

دوسرا نکاح نہ کرنا حدِ جواز میں آتا ہے اور ہر ایک دوسرا نکاح نہ کرنے کا مجاز ہے، لیکن اس کی وجہ اولیٰ کی دل آزاری کو قرار دینا یہ قرنِ اوّل کے لوگوں کے حق میں اعتراض کو جنم دیتا ہے کہ انھوں نے ایسی رعایت کیوں نہیں کی؟ کیا وہ اپنی بیویوں سے کم محبت کرتے تھے؟

سوال: کیا دوسرا نکاح پہلی بیوی کے علم میں لائے بغیر کرنا دھوکا ہے؟اور کیا پہلی بیوی کو بے خبر رکھ کر دوسرا نکاح کرنا بہتر ہے؟

جواب: آج ہم ان سوالات پر ذرا کم گہرائی سے نگاہ ڈالیں گے، کیوں کہ اس میدان میں بہت خال خال ہی لوگ زور آزماتے ہیں۔ اور جو اس جولان گاہ میں قدم ڈالتے ہیں وہ بہت کم کامیابی سے دوڑ پاتے ہیں۔

خاتون من نے مجھ سے کہا آپ بہت سی باتیں مجھ سے چھپاتے کیوں ہو؟ میری طرح اوپن کیوں نہیں رہتے؟ میری تمام باتیں آپ کو معلوم ہوتی ہیں، بلکہ میں خود سے تمام باتیں آپ سے شیئر کرتی ہوں۔

میں نے جواب میں کہا: آپ کچھ غلط کام کرتی نہیں ہو۔ اور کسی درست کام کے اطلاع دینے کے بارے میں آپ کو یہ اطمینان ہوتا ہے کہ میری طرف سے کوئی کرختگی، سختی، ترش روئی، ڈانٹ پھٹکار اور طعن و تشنیع کا سابقہ نہیں پڑے گا۔

جب کہ مجھے اس بات کا اطمینان نہیں ہے کہ جو درست، راست اور جائز کام میں کروں گا

اسے ٹھنڈے پیٹ برداشت کرلیا جائے گا اور وقفے وقفے سے یاد دہانی کے ذریعے ندامت کا احساس نہیں کرایا جائے گا۔

جو اطمینان میں نے آپ کو دے رکھا ہے وہی اطمینان آپ مجھے دے دیجیے، تب کوئی چیز نہیں پوشیدہ نہیں رکھی جائے گی۔ ہماری سب سے زیادہ مرغوب حلال چیز ہی کے بارے میں آپ کے سخت تحفظات ہیں۔(یعنی دوسرا نکاح)

ایک عورت کو جب اس کے تمام حقوق پہنچ رہے ہیں تو مرد کو بھی حق ہے کہ اس کو اسے تمام حقوق ملے۔ اللہ تعالی نے حقِ زواجِ ثانی کے لیے عدل کے علاوہ مزید کوئی شرط نہیں لگائی ہے، وہی شرطیں ہیں جو نکاحِ اول کی تھیں، بعض ماہرین اور اکابرین کہتے ہیں کہ پہلی بیوی کو اعتماد میں لینا ضروری ہے، یہ فرمان اِرشاداً اور جذبۂ خیر خواہی کے طور پر کہا گیا ہو شرطاً اور لزومِ شرعی کے طور پر نہ بھی کہا ہو تب بھی کیا عملاً فی الاغلب یہ ممکن ہے؟

خالص دینداری نماز جیسے معاملات میں وہ شوہر پر مطمئن نہیں رہتی، ہوا میں معلق مصلی پر نماز پڑھتے بزرگ اس کو ٹیڑھے ٹیڑھے نظر آتے ہیں، ہمارے ایک میمن دوست ہیں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے میمنوں کو سابقین فی الجنۃ میں سے بنائیں گے، دوستوں میں اور گھر والوں میں نرم مزاج، خوش اخلاق، لین الطبع اور منکسر الحال ہیں، ان کی بیوی کی بہن کے شوہر نے دوسرے نکاح کے لیے معمولی سی تگ و دو کیا کی، وہ اپنے بارے میں فکرمند ہو کر بے خود ہوگئیں اور آہ واویلا کچھ نہ ہونے پر ہونے لگا۔

ایک شخص نے دوسرا نکاح کیا اس کی بیوی کی بہن مجنون ہوگئی، بار بار اپنے شوہر پر بداعتمادی ظاہر کرتی ’’آپ نے بھی دوسرا نکاح کرلیا نا‘‘، ’’تم سب مرد ایک جیسے ہوتے ہو۔‘‘ پڑوس ملک میں عورتوں کا جائزہ لیا گیا کہ آپ کا شوہر اگر دوسرا نکاح کرنے کی اجازت چاہے تو آپ اجازت دیں گی؟ کسی عورت نے اثبات میں جواب نہیں دیا۔سب نے بے اطمینانی ظاہر کی۔سوائے بعض خواتین کے جنھوں نے کیمرے کے سامنے ہونے کا بھرم رکھ لیا اور ہنستے ہوئے کہا: ’’چاہے جتنی بیویاں کریں، اللہ تعالی نے انھیں اس کا حق دیا ہے۔‘‘

ایک خاتون تھیں وہ اپنے قریبی رشتہ دار کے دوسرے نکاح کے لیے پر تول رہی تھیں، اور اپنی ایک عزیزہ کا بحیثیت دوسری بیوی کے نکاح کرا چکی تھیں۔ جب ان کے شوہر نے دوسرا نکاح

کرلیا تو کہنے لگیں ”مجھے اللہ تعالی نے اس لائق نہیں بنایا ہے کہ میں سوتن برداشت کرسکوں، اور میرے شوہر کچے پیٹ کے غیر مستقل المزاج، ادھمڑی فطرت کے ہیں، ان کے لیے دوسرا نکاح جائز نہیں ہے۔“

سوال یہ ہے کہ کیا ہم ان زنانِ زمانہ کو اس بات پر اعتماد میں لے سکتے ہیں کہ ہم دوسرا، تیسرا، چوتھا نکاح کرنے کے لائق ہیں؟ اگر اعتماد میں لے بھی لیا تو اعتماد تو دونوں جانب سے بحال ہونا چاہیے۔ وہ کہیں گی: مجھے آپ پر تو اعتماد ہے لیکن اپنے آپ پر نہیں کیوں کہ سوتن ہونے کی آزمائش کو میں برداشت نہیں کرسکوں گی، میری دنیا اور آخرت داؤ پر لگ جائے گی۔

اس لیے رب تعالیٰ نے جب اس حکم کو اس طرح کی شرطوں سے خالی رکھا ہے تو اسے خالی ہی رہنے دیا جائے ورنہ زمانے میں خال خال ہی لوگ نظر آئیں گے جو پہلی بیوی کی حیات میں دوسری بیوی کا لطف حاصل کریں، اور تعدد ازدواج کی حکمتوں سے معاشرہ یکسر خالی ہوگا۔

یہ بات اہمیت رکھتی ہے کہ نکاح ثانی سے پہلے اولی کو باخبر کردیا جائے، کیوں کہ بعد میں جو اس کو اچانک سے خبر موصول ہوتی ہے یا شوہر کا موبائل گواہی دے دیتا ہے تو وہ زور کا جھٹکا ہوتا ہے، جو اس کے دل و دماغ کو شدید متاثر کرتا ہے، اور وہ جوش و جذبہ میں کردنی نہ کردنی کا ارتکاب کربیٹھتی ہے، شوہر پر سے اس کا اعتماد کچھ اس طرح ختم ہوتا ہے کہ زندگی بھر بحال نہیں ہوتا، دوسرے نکاح کی حلت جس کے سہارے شوہر ثانی مرتبہ دولہا بننے کی سعادت حاصل کرسکا ہے اس کو چبھنے لگتی ہے۔ دوسری بیوی اس کو غاصب اور اس کی خوشیوں پر ڈاکہ ڈالنے والی ڈائن لگتی ہے، اور سوتن والے رشتہ میں جو بہن جیسا پوِتر رشتہ ہے کبھی سدھار نہیں آنے پاتا۔

دوسری طرف مرد بھی امید سے کئی گنا زیادہ حالات کا سامنا کرنے سے عاجز ہوجاتا ہے، اور پیہم آفات اور مسلسل آلام سے بد دل، تندمزاج اور بگڑیل طبع ہوجاتا ہے۔ نہ یہاں کے گیسو سنوار پاتا ہے نہ وہاں کی پراگندگی ختم کرپاتا ہے۔اس کی مثال اس ڈمرو کی سی ہوتی ہے جو دونوں جانب سے بجایا جاتا رہتا ہے۔

اور تیسری طرف ایک نئی زندگی کی چاہت لیے دوشیزہ ہوتی ہے، اس نے کئی سنہرے خواب بن رکھے تھے کہ اپنے شوہر کے ساتھ وقت گزاروں گی، اس کی باہوں میں راتیں بسر ہوں گی، اس کی پسند کا کھانا بنانے کے خوش رکھوں گی، اس کے ساتھ ایک لمبے سفر پر جاؤں گی جہاں ان

کے اور میرے علاوہ کوئی نہ ہوگا، لیکن پہلی بیوی کی زیادتیوں اور شوہر کی کم ہمتی کی وجہ سے وہ اکیلے پن کا شکار ہوجاتی ہے۔ وہ آہستہ آہستہ شوہر کو بے ہمت، بے مروت اور پہلی بیوی کو ظالمہ حق مارنے والی سمجھنے لگتی ہے۔

ان سب حالات سے نیا گھر بسنے کے بجائے بسا بسایا گھر اجڑ جاتا ہے۔ پھر اگر پہلی بیوی سے بچے ہوں تو یہ حالات ان کے دل و دماغ پر بہت غلط چھاپ چھوڑتے ہیں۔ ان کی دینی و ذہنی تربیت شدید متاثر ہوتی ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ان سب حالات کی اہم ذمہ دار خاتون اول ہے، وہ اگر صبر سے کام لے، حدیث "الصبر عند الصدمة الاولی" (یعنی اصل صبر وہ ہے جو ابتداء ہی میں، صدمہ پڑتے ہی اختیار کیا جائے) کے پیش نظر صبر جمیل اختیار کرلے، اس کو مقدر جان کر وہ کہے جس کی تعلیم حدیث میں دی گئی ہے ماشاء اللہ کان، ومالم یشأ لم یکن (جو اللہ نے چاہا وہ ہوا اور جو نہیں چاہا وہ نہیں ہوا) تو یہ حالات رونما نہ ہوں۔

اگرچہ خاتون اول کی ہنگامہ آرائی اہم سبب ہے لیکن شوہر اگر بیوی کو دوسرے نکاح سے باخبر رکھتا تو حالات اس قدر خراب نہ ہوتے، بلیات کا رنگ کچھ پھیکا ہوتا، یا تو دوسرا نکاح ہی نہ ہوپاتا اور دوسری بیوی کی زندگی مصائب کا شکار نہ ہوتی یا دوسرا نکاح ہوجاتا لیکن سب ہنگامہ آرائیاں، چہ می گوئیاں، لن ترانیاں پہلے ہی ہوچکی ہوتیں اور دوسرے نکاح کے بعد حالات کی مار کچھ ہلکی ہوتی۔

البتہ یہ بات یقینی ہے کہ بے خبر رکھ کر شوہر دوسرا نکاح کرے تو دھوکا نہیں ہے، یہ اس کا بنیادی حق ہے، بلکہ بے خبر رکھنے پر آمادہ کرنے والی اس کی پہلی بیوی اور ناسمجھ معاشرہ ہے، اگر اس کے اس حق کو بسرو چشم قبول کیا جائے، اس سلسلے میں اسے آزاد چھوڑ دیا جائے تو کون احمق ہے جو پوشیدہ نکاح کرے گا؟

سوال: کیا پہلی بیوی کو باخبر رکھ کر دوسرا نکاح فی زمانہ ممکن ہے؟

جواب: ممکن تو ہے لیکن نادر الوجود اور دشوار ہے۔ کئی واقعات ہیں کہ شوہر نے دوسرے نکاح کا ارادہ کیا اور پہلی بیوی کے تیور دیکھ کر دُبک کر بیٹھ گیا، ایک صاحب کہنے لگے اگر میں پہلی بیوی سے اجازت لوں گا تو کبھی نہیں دے گی اور اگر باخبر کروں گا تو نکاح ثانی نہیں

ہونے دے گی۔ اس طرح بھی بات دیکھی گئی کہ عورت شادی ہال میں پہنچ گئی اور تقریبات میں خلل ڈالا، اور ایک خاتون نے شب زفاف کے موقع پر شوہر کو مجبور کر دیا کہ وہ یہ رات پہلی بیوی کے پاس گزارے۔

دوسری کا ارادہ رکھنے والا مرد بھی سوچتا ہے کہ دوسری بیوی کیا خبر کب ملے گی، پہلے ہی سے اطلاع دے کر کیوں گھر کا ماحول تتر بتر کروں۔ پھر جب کوئی خاتون دوسری بیوی کے طور پر دست یاب ہوجاتی ہے تو اس ڈر سے مطلع کرنا مناسب نہیں سمجھتا کہ کہیں یہ ہاتھ سے نہ نکل جائے، برسوں کے تشنہ کو آپ آب نظر آیا ہے، بے کلی کو قرار اب آیا چاہتا ہے، وہ خواب جو ادھورا تھا اب پورا ہوا چاہتا ہے، وہ سوچتا ہے پہلے دوسرا نکاح کرلوں، پھر ہوگا جو ہونا ہوگا۔

وہ اخفاء ہی میں عافیت سمجھتا ہے، لیکن ظاہر ہے پوشیدہ رکھنے کا مطلب ہے مکمل حقوق ادا کرنے سے دست بردار ہوجانا۔ اس لیے نکاح کرنے سے پہلے یا بعد میں باخبر کر دینا حقوق زوجۂ ثانیہ کی ادائیگی کے لیے ضروری ہے۔ الا یہ کہ دوسری بیوی اپنے حقوق معاف کردے۔

مولانا شبیر حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

اگر کوئی شخص شادی شدہ ہے اور وہ گناہ یعنی زنا میں مبتلا ہونے کا ڈر ہے تو اس صورت میں اُسے دوسری شادی کر کے اپنے ایمان کی حفاظت کرنا واجب ہے بشرطیکہ عدل کرنے کی قدرت ہو۔ دنیا کی مخالفت بالخصوص پہلی بیوی کی مخالفت کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اُسے چاہیے کہ کچھ مدت کے لئے اپنے اہل و عیال کا ذہن بنائے اگر وہ مان جائیں تو فبھا اگر نہ مانیں تو ان کے لئے اپنی آخرت کو خراب کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ انسان کے لئے لازمی ہے کہ وہ اپنے آپ کو جہنم سے بچائے، مخالفت کے ڈر سے آخرت برباد کرنا کوئی دانش مندی اور عقل مندی کی بات نہیں ہے۔　(دوسری شادی کے فضائل و مسائل)

راقم عرض کرتا ہے: اس الجھن کے حل کے لیے آپ کے پاس بھی کئی رائیں اور کئی راہیں ہوں گی کچھ باکار کچھ بے کار ہوں گی کچھ بجا تو کچھ بے جا۔

میں آپ لوگوں کے سامنے ایک تجویز رکھتا ہوں، مجھے نہیں معلوم کہ یہ میری ذہنی اختراع کتنی سدید ہے اور کتنی غیر صحیح، کتنی کارگر ہے اور کتنی لائق صرف نظر، بہر حال آپ کے نظر نواز کرتا ہے۔

جھوٹ اور دھوکا ایک بری بلا ہے، واجب الترک اور موجب سزا ہے لیکن حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا: لا يصلح الكذب إلا في ثلاث : الرجل يكذب في الحرب والحرب خدعة ، والرجل يكذب بين الرجلين ليصلح بينهما ، والرجل يكذب للمرأة ليرضيها بذاك۔ (ابو داود، مسند احمد)

یعنی تین جگہ جھوٹ کی اجازت مرحمت فرمائی، جنگ کے موقع پر، دو لوگوں کے درمیان مصالحت کرانے کے لیے، اور کوئی شخص اپنی بیوی کو جھوٹ اس لیے کہے کہ وہ اس سے راضی ہو جائے۔

اگرچہ اکثر احناف نے یہاں جھوٹ سے توریہ مراد لیا ہے یعنی گول مول بات کرنا جو صاف جھوٹ نہ ہو، لیکن احناف میں علامہ عینیؒ اور مفتی رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے کذب (جھوٹ) ہی مراد لیا ہے۔

لیکن ان دونوں کے درمیان ایک تیسری راہ بھی ہے جو توریہ سے مافوق اور کذب سے مادون ہے یعنی اس کو اس خواب وخیال میں رکھنا کہ میں تیرا بڑا دیوانہ ہوں، تیرے بنا میرا کچھ نہیں ہوسکتا، ایک تو ہی تو میری محبوبہ ہے تیرے علاوہ کے بارے میں میں سوچ بھی نہیں سکتا ہے اللہ معاف کرے میں کسی اور خاتون کو اس نظر سے دیکھوں بھی۔

اور وعدوں، تمناؤں میں اسے گم رکھے اگرچہ پورے نہ کرسکے، لیکن اسے سبز باغ دکھا کر امیدوں کے سہارے رکھیے، کہ تیرے لیے ایسا کروں گا ویسا کروں گا، بس ایک یہ کام ہو جائے، میرا مال میری جان تیری ہی تو ہے۔

بہر حال دھوکا دینا ایک بری بات ہے لیکن اس کو اس بھرم میں رکھنا کہ میرا شوہر میرا ہی ہے وہ میرے لیے کچھ بھی کرسکتا ہے۔ کسی اور کو دیکھنا بھی گنوارا نہیں کرتا۔

اس کی تعریفات کچھ یوں کرے کہ وہ دوسری عورتوں کو اپنی ہم پلّہ ہی گمان نہ کرے اور یہ سوچے کہ میرا شوہر میرے ہوتے ہوئے کبھی کسی دوسری عورت سے نکاح نہیں کرے گا۔

علماء فرماتے ہیں دوسری شادی کرلوں گا، تیری سوکن لے آؤں گا کہہ کر بیوی کو دھمکیاں نہیں دینا چاہیے، اس سے وہ سخت کوفت، بے چینی اور دم تحفظ کا احساس کرتی ہے۔ ہاں جب دوسری کے لائق کوئی خاتون دست یاب ہو جائے کرلینا چاہیے۔ دھمکیوں سے گھر کا سکون برباد

نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ اس کی اس کے حسن اور کاموں کی تعریف کرتے رہنا چاہیے۔

ویسے تو عموماً دوسرے نکاح کرنے کی نوبت نہیں آتی لہٰذا زندگی خوش گوار چلتی رہے گی اور اگر کوئی نیکی قبول ہوگئی اور دوسرے نکاح کی نوبت آگئی تو حالات سنوارنے کے لیے کوئی تجربہ کسی کے پاس نہیں ہے کیوں کہ ہر ایک کے حالات یہاں الگ ہوتے ہیں، بس اتنا یاد رہے کہ دوسرے نکاح سے قبل ذہن سازی کریں، حتی الامکان حقوق کے ضائع نہ کیے جانے کا اطمینان دلائیں، کوئی مالی حقوق نکلتا ہو تو صاف کرلیں، کوئی مالی احسان کرلیں کیوں کہ بعد میں برابری ضروری ہوگی اور دونوں جگہ معتد بہ مقدار میں مالی احسان کرنا گراں ہوگا۔ اور کبھی یہ مت کہنا کہ خواہش پوری کرنے کے لیے یا شہوت رانی کی وجہ سے دوسرا نکاح کیا۔ ہاں اتنا کہہ سکتے ہیں کہ سنت ہے، سنت کی ادائیگی کے لیے ایسا کیا، اور فی الواقع نیت بھی یہی رکھنی چاہیے۔ (کما قالہ الشیخ زید پوری)

سوال: ایک اہم سوال رہ جاتا ہے کہ پہلی بیوی کو نکاح ثانی کی اطلاع دینے کے بعد یا پہلی بیوی کو از خود خبر ہوگئی تو تینوں؛ میاں بیوی اور وہ (یعنی دوسری بیوی) کا کیا رویہ اور کردار ہونا چاہیے اور کیا لائحہ عمل ان کو اختیار کرنا چاہیے۔

جواب: نکاحِ ثانی کے بعد تینوں فریق کا شرعی، اخلاقی اور عملی لائحہ عمل:

حضرت مولانا اشرف علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نقل وعقل اور تجربات کی روشنی میں تینوں فریق کے لیے بہترین لائحہ عمل تجویز فرمایا ہے، جس کو آگے درج کیا جائے گا۔

اس میں سے کچھ امور کی بالتفصیل وضاحت ضروری ہے، ان امور کو کچھ زیادتی کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے، چوں کہ تینوں فریق میں سے اہم کڑی ”اولیٰ صاحبہ“ ہیں، اس لیے ان کے ذکر کو مقدم کیا جاتا ہے۔

نکاحِ ثانی کے موقع پر پہلی بیوی کے لیے شرعی، اخلاقی اور عملی لائحہ عمل:

عموماً عورتیں ایسے موقع پر سخت صدمہ کا شکار ہوکر اُدھم مچاتی ہیں، بحث وتکرار کے تمام حدود پھلانگ کر خوب ہنگامہ کرتی ہیں، سچ بات تو یہ ہے ایسی عورتوں کو بہت قریب سے دیکھا ہے– جو اس موقع پر رو رو کر اپنا برا حال کر دیتی ہیں، ذہنی توازن کھو بیٹھتی ہیں، ہموم وغموم کی بحر عمیق میں غوطہ زن ہوتی ہیں– لیکن مجھے یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ ان کو اتنا غم آخر ہوتا کیوں ہے؟ مرد کو اگر عورت کی بدچلنی، بے وفائی، ایکسٹرا میریٹل افیئر (Extra-marital affair) پر غم

وغصہ پیش آئے تو یہ بات قرین قیاس ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے مرد کی فطرت میں یہ نہیں رکھا ہے کہ وہ اپنے فراش کو شیئر کریں۔ اس کے بستر کے ساتھی سے کوئی ہم بستری کرے اور شریعت نے بھی اسے بے حیائی، فحاشی اور حرام قرار دیا ہے۔ جب کہ عورت کی فطرت میں یہ ہے کہ وہ اپنے صاحبِ فراش کو کسی اور کے بستر کو روندنے والا دیکھے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالی نے جنت میں بھی تعدد ازدواج رکھا ہے، كَذٰلِكَ ۖ وَ زَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ﴿۵۴﴾ [سورۂ دخان] (اسی طرح ہوگا اور ہم ان کو بڑی بڑی آنکھوں والی گوری گوری عورتوں سے بیاہ دیں گے)، قرآن نے بھی کثرتِ زوجات کا حکمِ طبعی باقی رکھا ہے۔ ہر مذہب میں اور اس کے پیشوائے اعلی کے تحت ہمیں بیویاں نظر آتی ہیں، یورپ اور ہند جو اس زمانے میں یک زوجی کا سر پرست اعلیٰ ہیں، وہاں بھی کسی زمانے میں چند زوجی ممنوع نہیں تھا بلکہ زور و شور سے رائج تھا اور رواج بھی فخرًا و استلذاذًا نہیں بلکہ ضرورت نے انھیں اس بات پر مجبور کیا تھا۔

یورپ کا حال ہم سنتے ہیں اور ہند کے حالات تو مشاہد ہیں کہ تعدد ازدواج کے بالکلیہ ترک نے جنسی بے راہ روی کے کس دہانے پر انھیں لا کھڑا کیا ہے۔ پچاس فی صد قتل و غارت گیری کے پیچھے بیوی، بیٹی یا بہن کے ناجائز تعلقات ہیں۔ قتل و غارتگری اور زنا کی بڑھوتری فساد کبیر نہیں تو اور کیا ہے۔

خیر عرض یہ کرنا ہے کہ سوتن کا ہونا عورت کی فطرت کے خلاف نہیں ہے، بہت سی عورتیں پہلی بیوی کے انتقال کے بعد مرد سے رشتۂ نکاح سے منسلک ہوتی ہیں، پوری زندگی شوہر کی بلا شرکت غیر بیوی بنی ہوتی ہیں پھر مرنے کے بعد انجام کار پہلی بیوی (سوکن) کے ساتھ جنت میں شریک ہوتی ہیں۔ اگرچہ وہاں دلوں سے میل نکال دیا جائے گا، لیکن جنت میں رہائش بیویوں میں سے ایک بیوی کی حیثیت سے ہوگی۔ اور دنیا میں بھی یہی حکم ہے کہ قلبی میل نکال کر بہن جیسا سلوک کریں۔ حدیث شریف میں بھی سوکن کے لیے بہن کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

لہٰذا یہ بات جان رکھیں کہ سب سے اوپر اللہ کا حکم اور اپنے ایمان کی حفاظت ہے۔ جب آپ کو یہ بات معلوم ہو کہ آپ کے شوہر نے دوسرا نکاح کرلیا ہے تو اللہ تعالیٰ سے مدد مانگے۔ وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ [سورۂ بقرہ:۴۵] (صبر اور نماز کے ذریعہ مدد چاہو) اللہ تعالیٰ سے صبر مانگیں۔ رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ

الْكٰفِرِيْنَ ۝۲۵۰ؕ (سورۂ بقرہ) اس قرآنی دعا کا ورد رکھیں۔
یاد رکھیں صبر کہتے ہیں: اپنے آپ کو خلاف شریعت، خلاف مروت اور جزع فزع کرنے سے روکے رکھنا۔ اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی آزمائش پر برضا و رغبت راضی رہنا، اسی کو علماء "رضا بر قضا" کہتے ہیں، اور اس بات کا یقین رکھیں مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ. [سورۂ حدید:۲۲] (کوئی بھی آفت جو زمین میں یا خود تم پر آتی ہے، وہ اس کے پیدا ہونے کے پہلے سے کتاب (لوح محفوظ) میں لکھی ہوئی ہے، یقیناً یہ اللہ پر آسان ہے۔)
مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ [سورۂ تغابن:۱۱] (جو بھی مصیبت آتی ہے، وہ اللہ ہی کے حکم سے آتی ہے)
اور بسا اوقات اس کو پہنچنے والی مصیبت خود اس کی بوئی ہوئی کھیتی ہوتی ہے جس کا اب کاٹنے کا وقت آیا ہے۔
وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَ يَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ.
[سورۂ شوریٰ:۳۰] (اور تم کو جو بھی مصیبت پہنچتی ہے، وہ تمہارے ہی ہاتھوں کے کئے ہوئے کاموں کا نتیجہ ہے اور بہت سی (غلطیوں) سے اللہ درگزر فرمادیتے ہیں۔)
شوہر کا دوسری شادی کر لینا یہ اگرچہ مصائب و حالات نہیں ہے لیکن ہماری ہندوستانی بہنوں نے اسے سب سے بڑی مصیبت سمجھ لیا ہے۔ پھر اگر کوئی عورت یہ سوچے کہ میں نے کسی کا کچھ غلط کیا نہیں تھا۔ میں تو سب کے ساتھ خیر و بھلائی سے پیش آئی ہوں۔ بھلا مجھ پر یہ آفت و آزمائش کیوں؟
تو بہن جان لیجیے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں نہایت تاکید کے ساتھ فرمایا کہ تم کو ضرور بالضرور آزمایا جائے گا۔ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَ الْجُوْعِ وَ نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَ الْاَنْفُسِ وَ الثَّمَرٰتِ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ [سورۂ بقرہ:۱۵۵] (اور ہم تم لوگوں کو خوف، بھوک، مال، جان اور پھلوں کے نقصان سے کچھ ضرور آزمائیں گے، (اس سلسلہ میں) آپ صبر کرنے والوں کو خوش خبری سنادیں)
اور اصل صبر حالات و بلیات کی آمد کے وقت اول وہلہ میں ہوتا جیسا کہ حدیث شریف

سے پتا چلتا ہے ورنہ آہستہ آہستہ تو صبر ہر ایک کو آجاتا ہے۔

وہ حدیث یہ کہ ایک عورت اپنے بیٹے کی قبر کے پاس بیٹھی رو رہی تھی، نبی کریم ﷺ کا وہاں سے گزر ہوا تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے ڈریے اور صبر کیجیے، اس عورت نے کہا مجھ سے دور رہیے، مجھ پر جو مصیبت پہنچی ہے وہ آپ کو نہیں پہنچی۔ (نبی کریم ﷺ وہاں سے گزر گئے،) اس عورت کو کہا گیا (جس کو آپ نے یہ جواب دیا ہے وہ)؛ نبی کریم ﷺ تھے۔ وہ عورت نبی کریم ﷺ کے پاس گئی، دروازے پر کوئی دربان نہیں تھا، اس نے کہا کہ اے اللہ کے رسول میں نے آپ کو پہچانا نہیں تھا۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: صبر تو صدمہ ٔاولی کے وقت ہوتا ہے۔ (ابوداود)

شوہر کا دوسری شادی کر لینا بیٹے کے وفات سے بڑھ کر تو نہیں ہوسکتا۔ اس موقع پر بھی نبی کریم ﷺ نے ابتدائی وقت میں صبر کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔ اب اگر عورت سالہا سال اپنی قسمت کو اور اپنے شوہر کو کوستی رہے، زبان سے ناشکری کے الفاظ نکالتی رہے یہ کیوں کر جائز ہوگا۔

سوکن کا غم برداشت کرنے والی میری بہن آنے حدیث کی روشنی میں اہتمام کے ساتھ اپنا محاسبہ و مراقبہ کرے۔ وہ حدیث یہ ہے: حضرت ابنِ دیلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان سے کہا: میرے دل میں تقدیر کے بارے میں ایک بات کھٹک رہی ہے، آپ مجھے کچھ بیان کیجیے، شاید اللہ تعالیٰ اسے میرے دل سے دور کر دے۔ انہوں نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین والوں سب کو عذاب دے دے تو وہ ان پر ظلم کرنے والا نہیں ہوگا، اور اگر وہ ان پر رحم فرمائے تو اس کی رحمت ان کے اعمال سے بہتر ہے۔ اور اگر تم اللہ کی راہ میں اُحد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کر دو، تو اللہ اسے قبول نہیں کرے گا جب تک تم تقدیر پر ایمان نہ لاؤ۔ اور یہ یقین رکھو کہ جو چیز تمہیں پہنچی ہے وہ تم سے ٹلنے والی نہ تھی، اور جو چیز تم سے ٹل گئی وہ تمہیں پہنچنے والی نہ تھی۔ اور اگر تم اس عقیدے کے بغیر مر گئے تو دوزخ میں داخل ہو جاؤ گے۔ ابنِ دیلمی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: پھر میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گیا، انہوں نے بھی یہی بات کہی۔ پھر میں حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کے پاس گیا، انہوں نے بھی یہی بات کہی۔ پھر میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس گیا، تو انہوں نے مجھے نبی کریم

ﷺ سے اسی طرح کی حدیث سنائی۔ (ابو داود)

یہ جو آپ کو مصیبت آئی ہے یہ ٹلنے والی ہی نہیں تھی اس لیے میری اسلامی بہن کو یہ نہیں سوچنا چاہیے کہ یہ مصیبت مجھے کیوں کر پہنچی؟ اگر میں ایسا نہ کرتی تو یہ دن دیکھنا نہ پڑتا، اگر وہ ہو جاتا تو یہ سب نہ ہوتا وغیرہ وغیرہ۔ یہ کلمہ 'لو (اگر) شیطان کے وسوسہ ڈالنے کی راہیں آسان کر دیتا ہے۔ بلکہ یہ سوچ کہ میرا رب حکیم مطلق ہے، اس کی مہربانی بے پایاں ہیں، ممکن ہے اس آزمائش کے پیچھے کئی حکمتیں ہوں، میرا رب جانتا ہے میں نہیں جانتی۔ میں تو میرے رب سے امید رکھتی ہوں اس لیے کہ ناامیدی کفر ہے۔ کبھی بندہ مصیبت و آزمائش کو دیکھ کر گھبرا رہا ہوتا ہے، اس کو یہ نہیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ عن قریب ٹل جانے والی، لیکن رب تعالیٰ علیم وخبیر ذات کو سب معلوم ہے کہ جن حالات سے یہ بد حال ہو رہا ہے وہ عن قریب ٹلنے والیں ہیں اور ہر آنے والی چیز قریب ہے، دور تو وہ ہے جو آنے والی ہی نہ ہو۔ اپنے بارے میں ہمیشہ یہ گمان رکھے کہ رب جس حال میں رکھے وہ حال اچھا ہے، میں تو اس سے بھی زیادہ برے حالات کی حقدار تھی۔

مرد (یعنی اپنے شوہر) کی طرف توجہ نہ دیں کہ وہ کیا کر رہے ہیں کہاں جا رہے ہیں، ان کے اعمال ان کے ساتھ ہیں، آپ ان کی تمام جائز ضرورتوں کی تکمیل کریں، بلکہ پہلے سے اچھا حسن معاشرت و مباشرت پیش کریں۔ دو کام ہرگز نہ کریں ایک یہ کہ روٹھ کر میکے جا بیٹھیں، دوسرا یہ کہ ہم بستری والا رشتہ ختم کر دیں۔ یہ دو وہ اسباب ہیں جو شوہر کو بیوی سے دور کریں گے۔ اگر آپ سوتن پر صبر کر کے شوہر سے حسن سیرت اور خوش اخلاقی سے پیش آئیں گی تو کوئی وجہ نہیں کہ شوہر آپ کا احسان مند نہ ہو۔

اور شوہر سے بات بات پر الجھنا اس کو متنفر و بے زار کرنے کے لیے کافی ہے، ان کی دوسری بیوی کے بارے میں کبھی کچھ نہ پوچھیں، ہمارے ایک استاذ فرماتے ہیں کہ جب آپ کو پتا ہے کہ سوئی چبھانے سے درد ہوتا ہے تو ہم کیوں بار بار سوئی چبھا کر تجربہ کریں، یہ یقینی بات ہے کہ شوہر اپنی دوسری بیوی کے بارے میں جو بھی کہے گا تو اس سے آپ کو تکلیف ہوگی اس لیے اس بارے میں گفت و شنید نہ کریں۔ مرد کے موبائل کی تجسس بھی درست نہیں ہے نیز اس سے آپ کو ایسی تمام ناتمام معلومات فراہم ہو سکتی ہیں جو تمام عمر آپ کو کرب و آلام میں رکھنے کے لیے کافی ہیں۔

نیز ایک اہم بات یہ ہے کہ بعض عورتیں اس سلسلے میں اپنے بچوں کو شوہر کی توجہ بٹورنے

کے لیے، دوسری بیوی کو طلاق دلوانے کے لیے یا بے انصافی کرنے کے لیے اپنا ہتھیار بناتی ہیں اور بچوں کے سامنے ہی بحث و تکرار کرتی ہیں۔خوب یاد رکھیں یہ شریف عورتوں کی عادت نہیں ہے اور یہ بچے آپ کا بھی مستقبل ہیں، آپ کے بڑھاپے کا سہارا اور آخرت کا ذخیرہ ہیں، ایک معمولی سے غم میں اپنے بچوں کی زیست و آخرت داؤ پر نہ لگائیں۔

اور نہ ہی اپنی سوتن کی طلاق کا مطالبہ کریں۔ حدیث شریف میں بھی اس سے منع کیا گیا ہے اور یہ دنیا میں بھی وبال ہے، جو عورت کسی کی طلاق پر مجبور کرتی ہے تو اسے یا اس کے اعزا و اقربا میں سے کسی کو طلاق ہوتی ہے، اور اگر طلاق نہ بھی ہو تو وہ شوہر کی نظر سے پورے طور پر اتر جاتی ہے، ان کا رشتہ فقط ظاہر داری کا ہوتا ہے خاطر داری دور دور تک نہیں ہوتی، شوہر اس سے دل سے راضی نہیں رہ پاتا ہے۔جس زندگی کی رنگینیوں کے لیے وہ یہ سب کرتی ہے وہی زندگی بدمزہ ہوجاتی ہے۔قران میں بھی ایک بدترین جرم کے طور پر اس کو بیان کیا گیا ہے فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ زَوْجِهٖ (یہ لوگ ان دونوں سے ایسا جادو سیکھتے تھے، جس کے ذریعہ شوہر اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی پیدا کردیں)

مولانا خالدسیف اللہ صاحب لکھتے ہیں: شیطان کو شوہر و بیوی کے درمیان تفریق بہت محبوب ہے؛ اس لئے کہ معاشرہ کا استحکام اور اس کا صحیح خطوط پر قائم رہنا اور چلنا ازدواجی زندگی کے استحکام پر مبنی ہے، حدیث میں بھی آیا ہے کہ شیطان اپنے اُن کارندوں سے بہت خوش ہوتا ہے جو میاں بیوی میں تفریق کرادیں؛ (مسلم: ۷۱۰۶) اس لئے خاص طور پر اس کا ذکر کیا گیا ہے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ پہلی بیوی کے حق میں ضروری دستورالعمل کی طرف رہنمائی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

پہلی بیوی کے لئے ضروری دستور العمل:

(۱) جدیدہ (نئی بیوی) پر حسد نہ کرے۔

(۲) اس پر طعن و تشنیع نہ کرے۔

(۳) بہ تکلف نئی بیوی کے ساتھ خوش اخلاقی کا برتاؤ کرے تا کہ اس کے دل میں محبت نہ ہو تو عداوت بھی نہ ہو۔

(۴) شوہر سے کوئی ایسی بے تکلف گفتگو نہ کرے کہ شوہر کو اس جدیدہ (نئی) کے سامنے اس کا

ہونا اس لئے ناگوار ہو کہ اس کو یہ احتمال ہو کہ یہ جدیدہ بھی ایسی بے تمیزی (بے ادبی) نہ سیکھ لے۔

(۵) شوہر سے نئی بیوی کا کوئی عیب بیان نہ کرے، کوئی شخص اپنے محبوب کی عیب گوئی خصوصا رقیب کی زبان سے پسند نہیں کرتا (اس میں خود پہلی بیوی ہی کا نقصان ہے)۔

(۶) جدیدہ (نئی بیوی) سے ایسا برتاؤ رکھے کہ اس کی زبان قدیمہ (پہلی) کے سامنے ہمیشہ بند رہے۔

(۷) شوہر کی اطاعت و خدمت و ادب میں پہلے سے زیادتی کر دے تا کہ اس کے دل سے نہ اتر جائے۔

(۸) اگر شوہر سے ادائے حقوق میں کچھ کمی ہو جائے تو جو کمی حدِ تکلیف تک نہ پہنچے اس کو زبان پر نہ لائے اور اگر تکلیف ہو تو جس وقت مزاج خوش دیکھے ادب سے عرض کر دے۔

(۹) جدیدہ کے رشتہ داروں سے خوش اخلاقی و مدارات اور حسن سلوک کا برتاؤ رکھے کہ جدیدہ کے دل میں جگہ ہو۔

(۱۰) کبھی کبھار اپنا دن (شوہر کے پاس رہنے کی باری) جدیدہ کو دے دیا کرے تا کہ شوہر کے دل میں قدر بڑھے۔

نکاح ثانی کے موقع پر شوہر کے لیے شرعی، اخلاقی اور عملی لائحۂ عمل:

اللہ تعالی نے مرد کو قوام، حاکم اور نگران بنایا ہے۔جس طرح وہ ادائے حقوق میں ذمہ دار ہے اسی طرح اپنے حقوق میں غیر مسؤول اور آزاد ہے۔ قدرے تفصیل سے یہ بات گزر چکی ہے کہ نبی کریم ﷺ سے لے کر ہر ذی شان، اَربابِ فضل و حکم شخصیت کی یہی شان تھی کہ انھوں نے کبھی نکاح ثانی کے لیے دامنِ عجز و زاری نہیں پھیلایا۔

لیکن ہمارے زمانے میں ہمتیں کمزور اور زنان زور آور ہیں، حاکمیت ماند پڑ گئی ہے اور محکومیت سر چڑھ رہی ہے، مرد کی قوامیت کو گھن لگ چکی ہے،ایسے حالات میں پہلی بیوی کو اطلاع دے کر یا کچھ اور پستی اختیار کرتے ہوئے کہہ لیجیے اجازت لے کر نکاح ثانی کرنے میں آنے والی بہت سی آفات کا ازالہ ہے۔ بالفاظ دیگر فتوی کی زبان ملاحظہ ہو:''اور اگر کوئی شخص مصلحتاً پہلے موجودہ بیوی کی ذہن سازی کر کے اسے بھی راضی کر لے،اس کے بعد دوسری شادی کرے تو

یہ مناسب ہے تا کہ دوسری بیوی کے آنے پر پہلی بیوی کی طرف سے ناخوش گوار حالات کا سامنا نہ کرنا پڑے، جو بعض مرتبہ آدمی کے لیے ناقابل برداشت ہوتے ہیں۔ (دار الافتاء دار العلوم دیوبند)

تاہم دوسری شادی سے پہلے اگر اپنی اہلیہ کو اعتماد میں لے لیں تو بہتر ہے، تا کہ مستقبل میں ذہنی پریشانیوں سے محفوظ رہ سکیں اور دوسری شادی کا مقصد پوری طرح حاصل ہو۔ (دار الافتاء بنوریہ)

دوسری شادی کے لئے پہلی بیوی کی اجازت ضروری نہیں ہے اور نہ ہی اس کو دوسری شادی میں رکاوٹ ڈالنے کا شرعاً کوئی حق ہے، ہاں بہتر یہ ہے کہ پہلی بیوی کو اعتماد میں لے کر نکاح کرے تا کہ حالات نہ بگڑیں۔ (دوسری شادی کے فضائل و احکام)

لہٰذا مرد اجازت حاصل کر کے یا بغیر اجازت لیے علی الاعلان برسر عام نکاح کرے، پوشیدہ نکاح میں بہت سی مصلحتیں فوت ہو جاتی ہیں اور عدل دشوار تر ہو جاتا ہے پھر کسی قائل محترم کا کہنا ہے: ”جس طرح سورج نکلتا ہے سب کو علم ہو جاتا ہے اسی طرح نکاح ہوتا سب کو معلوم ہو جاتا ہے، اگرچہ کچھ وقفہ کے بعد ہو، وہ زیادہ دیر تک پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔“ پہلی بیوی مرد کے جماع کے انداز، عضو کی سختی اور نکلنے والی منی کی مقدار سے اندازہ لگا لیتی ہے کہ شوہر نام دار کہیں اور بھی مصروف عمل ہیں۔ سیرابئ کھیتی اور حرثِ مزرعہ کہیں اور بھی جاری ہے۔ اس لیے علی رؤس الاشہاد نکاح کریں، اِلّا یہ کہ اس طرح نکاح دشوار ہو اور دوسری اہلیہ اپنے حقوق کے مطالبے سے دست بردار ہو۔

بہرصورت آپ نے نکاح کرلیا یقینا آپ کی نیت احیائے سنتِ مہجورہ (چھوڑ دی گئی سنت کو رواج دینا) اور احتساب (اللہ تعالیٰ سے ثواب حاصل کرنا)، عفت مآبی اور پارسائی جیسی عظیم نیات ہوں گی لیکن آپ کا نکاحِ ثانی منظر عام پر آئے گا، تو آپ کی نیت، عمل، کردار، کریکٹر، ماضی، حال اور مستقبل ہر چیز پر حرف سوال صرف باہر والے نہیں آپ کے گھر والے بھی اٹھائیں گے۔

اور اولی جو آپ کو سر آنکھوں پر بٹھاتی تھی، تھک جاتے تو پیر دباتی تھی، روٹھ جاتے تو مناتی تھی وہ اس طرح ہنگامۂ بدتمیزی کرسکتی ہے کہ الامان و الحفیظ۔ اس موقع پر مرد اپنے آپ کو بالکل اکیلا محسوس کرتا ہے۔

تنہائی کی یہ کون سی منزل ہے رفیقو — تا حدِ نظر ایک بیابان سا کیوں ہے

ایسے موقع پر ترویج سنت کی نیت سے راہ الفت میں قدم رکھنے میرے بھائی کو چاہیے کہ

صبر سے کام لے۔ اور جان لے کہ اس میدان میں خال خال ہی لوگ بال بال بچ پاتے ہیں۔

ایک مرتبہ فدوی کو اپنے حضرت مفتی احمد صاحب خان پوری دامت برکاتہم سے مغرب سے پہلے ملاقات کا شرف حاصل ہوا، مصافحہ کے وقت میں نے عرض کیا کہ حضرت تعددِ ازدواج کی وجہ سے حالات ہیں دعا فرمائیں، حضرت کا چہرہ پہلے ہی ضیاء پاشی کر رہا تھا جب آپ نے میری طرف نگاہیں اٹھائیں تو گلاب کی طرح کھلتا ہوا، نور بکھیرتا ہوا محسوس ہوا۔

حضرت نے فرمایا: ”تعدد ازدواج میں حالات تو آتے ہی ہیں، کرنے سے پہلے یہی دماغ میں رکھنا چاہیے تھا کہ حالات آتے ہیں۔“

میں ازدحام کی وجہ سے آگے بڑھ گیا حالاں کہ حضرت ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ ارشاد فرماتے جارہے تھے، جو میں سن نہ سکا۔

میں نے اپنے بعد والے مفتی محمد قیس صاحب سے پوچھا کہ حضرت نے کیا کہا، تو انھوں نے بتایا کہ فرمایا: ”کوئی ایسا آدمی بتاؤ کہ جس نے متعدد نکاح کیے ہوں اور حالات نہ آئے ہوں۔“

بہر حال حالات تو آنے ہیں اور کس قدر سخت حالات ہوں گے کچھ اندازہ نہیں لگایا جاسکتا، ایسے موقع پر صرف اللہ تعالی سے امیدیں وابستہ رکھے، لوگوں سے امیدیں منقطع کرنے کے ساتھ ساتھ ان کو اس سلسلے میں معذور سمجھے ورنہ ان سے متعلق بدگمانی اور نفرت دل میں جگہ پکڑ لے گی کہ میرے برے وقت میں ساتھ نہیں دیا۔ ہرگز آئی ہوئی مصیبت کی وجہ سے اپنے دوسرے نکاح کے فیصلے کو یا دوسرا نکاح کرنے کو غلط فیصلہ یا خلاف مصلحت عمل نہ سمجھے۔

اللہ پر بھروسہ رکھے اسی سے اچھے ایام اور عافیت کی دعا کرتا ہے، اولی کے لیے دعا کرے کہ اے اللہ اسے صبر، سکون قلب، اطمینان اور صحیح سمجھ عطا فرما۔

دونوں جانب نرمی کا معاملہ کریں، گرفتار مصائب ہوکر اپنے مزاج میں چڑچڑاپن، اکتاہٹ اور سرد مہری نہ لائیں۔ ایامِ آزمائش میں بھی عدل و مساوات میں خلل نہ پڑنے دے، پہلی بیوی باریوں میں خلل ڈالنے پر زور دے تو نرمی سے منع کریں اور باریاں برابر دیں۔

ہرگز کسی کے طلاق کا ارادہ نہ کرے، اگر آپ نے پہلی کو طلاق دے دی تو آپ نے دوسرے نکاح کی مصلحت کو کافی حد تک فوت کر دیا اور اگر دوسری کو طلاق دے دی تو آپ نے دوسری کے اعتماد کو اور اس سنت کی ترویج کو سخت ٹھیس پہنچائی۔ ضرورت کے مواقع ہر جگہ مستثنیٰ ہیں۔

آپ اپنے بچوں کے سامنے بھی واضح کر دیں کہ میں نے دوسرا نکاح کر کے کوئی غلط قدم نہیں اٹھایا ہے، کسی جرم یا گناہ کا ارتکاب نہیں کیا ہے، بلکہ اس کی اجازت رب ذو الجلال نے اپنی راہ نما کتاب میں دی ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ پہلی بیوی کو شیطان ورغلا کر بچوں کو باپ کے خلاف کر دے۔

کہا جاتا ہے سوتنوں کا جلاپا ہی اچھا ان کو آپس میں دوست نہ بنایا جائے۔ ورنہ وہ ایک دوسرے کی فریق نہیں بلکہ رفیق بن کر شوہر کے خلاف ہو جائیں گے اور ایسے ایسے ہتھ کنڈے اور داؤ پیچ استعمال کریں گی کہ شوہر کی عقل ٹھکانے آجائے گی، ایسے واقعات مسموع ہیں کہ دونوں سوتنوں نے شوہر کی ہاتھوں سے دُرگت بنائی اور ایک جگہ دونوں سوتنیں اکٹھا قاضی کے پاس شوہر کے خلاف گئیں۔

حالات یہاں تک پہنچ سکتے ہیں کہ آپ کی جائے ملازمت سے یہ کہہ کر رخصت کر دیا جائے کہ جس کی زندگی اس قدر اُدھیڑ بن کا شکار ہے ہم اسے ملازمت پر رکھنا خلاف مصلحت سمجھتے ہیں۔ یا تو آپ خود استعفیٰ دے دیں یا ہم معذرت کر دیں۔ ہمارے یہاں ایک امام صاحب دوسرے نکاح پر اقدام کر بیٹھے تو انتظامیہ نے بھی دست عفو اٹھا لیے، کہیں اور انتظام کر لیں کہہ کر رخصت کر دیا۔ کوئی ایک دروازہ بند کرتا ہے اللہ تعالی اس کے لیے رزق کے کئی دروازے کھول دیتے ہیں آج وہ پہلے سے تین گنا حلال روزی حاصل کر رہے ہیں۔ ہوشیار مرد کو چاہیے کہ اپنے منتظم اور صاحب اقتدار ہی کا دوسرا نکاح کرا دے تا کہ اس طرف سے امن حاصل ہو جائے بلکہ آپ ان کے اسی راہ کے شیخ قرار پائیں۔

ان ایامِ الم و بلا میں اپنے چھوٹے بچوں کی تربیت سے غافل نہ ہو جائیں بلکہ ان پر پہلے سے زیادہ شفقت، مودت، رحمت اور نرمی سے پیش آئیں، اللہ تعالیٰ نے اگر مال دیا ہے تو خوب دل کھول کر ان کی ضروریات پر خرچ کریں۔

آپ کی ترش روئی و کرختگی اور ان کی ضروریات کا خیال نہ رکھنا سخت ذہنی تناو میں مبتلا کر کے انھیں دماغی مریض بنا سکتا ہے، بچوں کی طبائع بہت حساس ہوتی ہیں، ان کے سامنے ان کی ماں سے الجھنا یا اس پر دست درازی کرنا ان کی تربیت کو داؤ پر لگانے کے لیے کافی وافی ہے۔

بہر حال مرد کے ہر کام میں اور ہر ایک سے برتاؤ کرنے میں صبر و استقامت، محبت وسخاوت،

بردباری و لطافت، شفقت و مروّت و خوش خُلقی و ظرافت، درگزر و بسالت (بہادری) ہونی چاہیے۔ اور قدرے سختی سے کام لینا بھی ضروری ہے بالخصوص باریوں کی تقسیم اور دوسری بیوی کے حقوق کی ادائیگی میں۔ یاد رکھنا جہاں آپ نے دوسری بیوی کے شب باشی کے حق میں ڈانڈی مارنا شروع کی آپ کی پہلی بیوی دلیر ہوتی جائے گی،اور اللہ تعالیٰ کی مدد دور ہوتی جائے گی۔ پہلی بیوی کی تمام تر رو رعایت کریں لیکن دوسری بیوی کی حق تلفی کرنے کی صورت میں نہیں۔ اس طرح کرنے سے دوسری بیوی کے دل سے آپ کی محبت، وقعت، اہمیت اور مردمیت کم ہو کر رہ جائے گی نیز کسی ایک کا غصہ دوسری پر نہ اُتاریں، ہر ایک کے معاملات اسی تک سمیٹ کر رکھیں۔

غصہ میں طلاق یا کوئی بھی قدم نہ اٹھایں، پہلی بیوی کے صدمے کو تسلیم کرے اور حتی الامکان سوالات سے جان نہ چڑھایں، عدل، شب باشی، رہائش، بچوں کی ذمہ داری سب کا واضح نظام بنایں۔ دونوں بیویوں سے ایک دوسرے کی شکایت نہ کرے نہ ہی سنے اور نہ ہی دوسری کو پہلی کے خلاف بطور ہتھیار استعمال کریں۔ دونوں کو اتنے فاصلے پر رہائش دے کہ ایک دوسری تک بآسانی نہ پہنچ سکے دونوں سے ایک دوسرے کا پتہ بھی مجہول رکھنا مفید ہے۔ دونوں میں سے کسی کے سامنے دوسری کو بطور مثال پیش نہ کرے کہ فلانی بیوی تو اس طرح خدمت کرتی ہے آپ نہیں کرتیں اس سے خوب بچیں۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ شوہر کے حق میں ضروری دستور العمل کی طرف رہنمائی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

شوہر کے لئے دستور العمل:

(۱) ایک بیوی کا راز دوسری سے نہ کہے۔

(۲) دونوں کا کھانا اور دونوں کا رہنا الگ الگ رکھے ان کا اجتماع آگ اور بارود کے اجتماع سے کم نہیں۔

(۳) ایک بیوی سے دوسری بیوی کی شکایت ہرگز نہ سنے۔

(۴) ایک کی تعریف دوسری سے نہ کرے۔

(۵) غرض ایک کا تذکرہ نہ دوسری سے کرے اور نہ دوسری سے سنے، اگر ایک شروع بھی کرے تو فوراً روک دے کہ اور کچھ بات کرو۔

(۶) اگر ایک دوسرے کی کوئی بات پوچھے تو ہرگز نہ بتلائے لیکن سختی نہ کرے نرمی سے منع کر دے۔
(۷) لینے دینے میں یہ شبہ نہ ہونے دے کہ ایک کو زیادہ دے دیا ہو بلکہ اس کو صاف صاف ظاہر کر دے۔
(۸) باہر آنے والی عورتوں کو سختی سے رو کے کہ وہ دوسری جگہ کی حکایت یا شکایت بیان نہ کریں۔
(۹) خوشامد میں بھی ایک کے ساتھ کم محبتی کا دعوی دوسری کے سامنے نہ رکھے۔
(۱۰) اگر موقع ہو تو ایک سے ایسی روایت کر دے کہ دوسری تمہاری تعریف کرتی تھی۔
(۱۱) لطف (نرمی) سے اس کی تدبیر ہو سکے تو مفید ہے کہ ایک دوسرے کے پاس ہدیہ وغیرہ بھی بھیجا کریں۔

نکاح ثانی کے موقع پر دوسری بیوی کے لیے شرعی، اخلاقی اور عملی لائحۂ عمل:

دوسری بیوی بننے والی اس بہن کو سب سے پہلے ہم مبارک بادی پیش کرتے ہیں کہ انھوں نے گھر قعودی (اپنے گھر بیٹھے رہنے) کے بجائے گھر آبادی کو دوسری بیوی بننے کی صورت میں اختیار کیا۔مرد اپنے دوسرے نکاح کی چاہت کو باوجود شدید احتیاج و اشتیاق کے پائے تکمیل کو اس وقت تک نہیں پہنچا سکتے جب کہ آپ جیسی مضبوط ہمت خاتون دوسری بیوی بننے پر رضامند نہ ہوجائیں، مانتا ہوں یہ (دوسری بیوی بننا) ضرورت ہے لیکن فی زماننا اس کو ضرورت سے زیادہ آزمائش تصور کرلیا گیا ہے۔لڑکی کے ماں باپ بھی خلاف ہوتے ہیں اور معاشرہ و سماج بھی ہم درد نہیں ہوتا۔

پھر اس راہ میں قدم اٹھانے والی خاتون کو چاہے وہ لاکھ صفائی پیش کرے، اس کو کئی تہمتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور کئی خطرات درپیش ہوتے ہیں۔تہمتیں یہ لگتی ہیں کہ مال کی وجہ سے نکاح کرلیا، پہلی کے گھرانے کی خوشیوں کی لُٹیری ہے، مفاد پرست اور بدچلن ہے، دوسرے کے شوہر کو اپنی زلفوں کا اسیر کرلیا ہے۔

خطرات بھی کم نہیں ہوتے کہ کہیں شوہر جس سے ساری امیدیں وابستہ ہیں، پہلی بیوی کے دباؤ میں یا بچوں کے پیار کے بہاؤ میں تحفۂ طلاق نہ دے دے یا خود گرفتارِ مصیبت ہو کر مجھے مصیبتوں کی جڑ سمجھنے لگے اور میری خواہشوں کو درخورِ اعتنا نہ لائے، یا بے یار و مددگار کسی گھر

میں چھوڑ کر مجھے تنہائی کا مسافر اور آہٹوں کا منتظر بنادے۔

ان سب کے باوجود جس بہن نے نکاح کیا ہے وہ پہلے اپنی نیت متاہل ہونے کی، گھر بسانے کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی تمثیل کی اور نکاح کے باب میں آئی ہوئی فضیلتوں کے حصول کی کرلے۔

شوہر سے پہلے ہی اطمینان حاصل کرلے کہ ''میں کوئی بے جا بوجھ آپ پر نہیں ڈالوں گی لیکن بجا حق جو شریعت نے مجھے دیا ہے شب باشی و نفقات کا وہ مجھے ایسے ہی عطا کیے جائیں جیسے پہلی بیوی کے ہیں۔'' اس سلسلے میں اگر آپ نرمی کرسکتی ہیں تو آپ کو اختیار ہے۔ اگر اپنے بعض حقوق چھوڑ دیں مثلاً کچھ دنوں کے لیے شب باشی کا حکم ساقط کر دیں تو یہ بھی جائز ہے۔ البتہ اپنے ساقط کیے ہوئے حقوق کو آپ کبھی بھی بحال کرسکتی ہیں۔

ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ آپ احساس کمتری میں مبتلا نہ ہوں کہ میں دوسری بیوی ہوں، میرے مقابلے میں بیاہتا کی حیثیت زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شریعت میں دونوں کے حقوق مساوی رکھے ہیں۔

اور نہ ہی یہ بات ہو کہ ناز کا احساس ہونے لگے کہ شوہر کو مجھ سے زیادہ محبت ہے اس لیے پہلی پر مجھ سے شادی کر کے مجھے ترجیح دی ہے۔ اور اگر کبھی شوہر پہلی کی برائی کرنے لگے یا محبتوں میں تقابل کرتے ہوئے آپ کو ترجیح دے تو دھوکے میں نہیں آنا چاہیے، اور نہ آپ خود شوہر سے یہ پوچھیں کہ میرے ہمدم! میں زیادہ محبوب ہوں یا میری سوتن؟ بسا اوقات شوہر شادی سے پہلے پہلی بیوی کی برائی کرتا ہے، کہتا ہے کہ اس کے ساتھ وقت گزارنے اور رہنے پر دل آمادہ نہیں ہوتا، یا اس کے احلاق و گفتار پر حرف اٹھاتا ہے۔ آپ اسے سنجیدگی سے نہ لیں اور شوہر کو ایسی گفتگو سے آئندہ روک دیں، یہ فقط آپ کو اپنی طرف متوجہ اور مائل کرنے کا ایک حربہ ہے، ایک خاتون نے روتے ہوئے کہا کہ پہلے یہ اپنی پہلی بیوی کی شکایتوں کا پٹارا کھول کر بیٹھتے تھے اب دیکھ رہی ہوں کہ اس سے خوب دل لگتا ہے۔

بہر حال اللہ تعالی سے خیر کی امید رکھنی چاہیے لیکن اگر مصیبت آن پڑے تو اس پر یہ سوچ کر صبر کرنا چاہیے کہ یہ بھی اللہ کی دی ہوئی چیز ہے۔ اللہ تعالی بہتر جانتے ہیں کہ میرے بندے کے لیے کیا بہتر ہے۔

عموماً دوسری بیوی بننے پر آزمائش آتی ہے، ایسے موقع پر شوہر کی ہمت بڑھائیں، اس کو

مہلت دیں، اس کو موردِ الزام نہ ٹھہرائیں، اگر پہلی بیوی سے اس کو بے سکونی ہے آپ مکمل سکون فراہم کریں، اگر وہ اپنے حالات کی وجہ سے باریوں میں خُرد بُرد کر رہے ہیں تو آپ صبر کریں، فوری عدل کا مطالبہ آپ کا حق ہے لیکن آپ اس کی مجبوری کو سمجھیں، وہ آپ سے زیادہ پریشانی میں مبتلا ہو سکتے ہیں، نرمی اور پیار سے اپنے حقوق چاہیں، بلا وجہ بحث و تکرار سے اپنے آپ سے بد دل نہ کریں۔

ابتدائی آزمائش اس کے لیے غیر مترقبہ ،بسا اوقات نالائق بیان، اور ناقابل برداشت ہوتی ہے، ایسے موقع پر اس کو خوب تسلی اور مکمل اعتماد کی ضرورت ہوتی ہے، اور رات کا پیار اس کی تکان و گھبراہٹ،حزن و ملال، بے بسی و کسمپرسی، تناؤ و ٹکراؤ کے لیے نسخۂ اکسیر ہے۔سونے کی جگہ کی صفائی اور لباسِ شب کی عمدگی کا خوب اہتمام کریں، بدن کو اور گھر کو خوشبودار بنا کر رکھیں، غیر ضروری بال ہمیشہ صاف رکھیں۔عورتوں ہی سے سنی کہاوت ہے کہ مرد کے دل کا راستہ اس کے پیٹ سے جاتا ہے، اس لیے اسے عمدہ غذائیں اور روایتی پکوان سے شکم سیر رکھیں۔

اگر اس کا دل آپ کی طرف زیادہ مائل دیکھیں تو بے عدلی پر کبھی نہ ابھاریں، کیوں کہ بے عدلی سکون ختم کرنے والی ، بے برکتی لانے والی اور بے اعتمادی بڑھانے والی شیئ ہے، نہ اپنی سوتن کی طلاق کا مطالبہ کرے نہ ہی اپنی طلاق چاہیں،نبی کریم ﷺ نے ان دونوں باتوں سے منع فرمایا ہے۔ خدانخواستہ اگر شوہر نے دباؤ میں آ کر یا بے بسی ظاہر کرتے ہوئے آپ ہی کو طلاق دے دی تو قانونی چارہ جوئی پر اقدام نہ کریں بلکہ شرعاً جو حق آپ کو حاصل ہوتا ہو وہ لے کر اپنا معاملہ اپنے رب کے حوالے کر دیں۔

اگر آپ ان سے خوش اخلاقی، خندہ پیشانی، فرماں برداری، شکر گزاری، اور مشکل حالات میں رخصت و تسلی دہی سے کام لیں تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ آپ کے شوہر آپ کو بے یار و مددگار چھوڑ دیں۔ ابتدائی کچھ دنوں کی بات ہوتی ہے پھر انشاءاللہ معاملہ عموماً بحال ہو جاتا ہے۔ اصل ازمائش انہی ابتدائی دنوں میں ہوتی ہے۔

مطالبات کے باب میں بھی اعتدال ضروری ہے۔ اسلام دوسری بیوی کو اس کے حقوق دیتا ہے، مگر ان حقوق کا مطالبہ اس انداز سے نہیں ہونا چاہیے کہ کسی اور کے حصے میں کمی واقع ہو یا شوہر کی طاقت اور وسعت سے بڑھ کر بوجھ ڈال دیا جائے۔مطالبے میں نرمی، قناعت اور سمجھ

داری ہی گھریلو زندگی کو بگاڑ سے بچا سکتی ہےاور ایسے معاملات میں برابری کا مطالبہ نہ کریں جن معاملات میں خدا تعالیٰ نے بندے پر برابری لازم نہیں کی ہے۔

مزید برآں، دوسری بیوی کے لیے یہ نہایت اہم ہے کہ وہ خاندان کی عزت اور راز داری کی محافظ بنے۔ گھریلو اختلافات کو بازار کی گفتگو بنانا، پہلی بیوی یا اس کے بچوں کو موضوعِ تنقید بنانا، یا ماضی کو بار بار چھیڑنا نہ صرف اخلاقی کمزوری ہے بلکہ خاندان کے شیرازے کو بکھیرنے کا سبب بھی بنتا ہے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نئی بیوی کے حق میں ضروری دستور العمل کی طرف رہنمائی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

نئی بیوی کے لئے ضروری دستور العمل:

(۱) قدیمہ (پہلی بیوی) کے ساتھ ایسا برتاؤ کرے جیسے اپنے بڑوں کے ساتھ کیا کرتے ہیں۔

(۲) شوہر پر زیادہ ناز نہ کرے اس گمان سے کہ میں زیادہ محبوب ہوں (بلکہ) خوب سمجھ لے کہ قدیمہ (پہلی) سے جو تعلقاتِ رفاقت ہیں جو کہ دل میں جاگزیں ہو چکے ہیں یہ نفسانی جوش اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

(۳) شوہر سے خود الگ رہنے سہنے کی درخواست نہ کرے۔

(۴) اگر شوہر الگ رکھنے لگے تب بھی کبھی کبھی قدیمہ (پہلی) سے ملنے جایا کرے اور قدیمہ کو دعوت وغیرہ کے لئے کبھی کبھی بلایا کرے۔

(۵) شوہر کو سمجھاتی رہے کہ قدیمہ سے بے پروائی نہ کرے۔

(۶) اگر قدیمہ کچھ سختی یا طعن وغیرہ کرے تو اس کو ایک درجہ میں معذور سمجھ کر معاف کر دے اور شوہر سے ہرگز شکایت نہ کرے۔

(۷) قدیمہ کے رشتہ داروں کی خوب خدمت کرے۔

(۸) قدیمہ کی اولاد سے بالخصوص ایسا معاملہ رکھے کہ قدیمہ کے دل میں اس کی محبت و قدر ہو جائے۔

(۹) ضروری امور میں قدیمہ سے مشورہ کرتی رہے کہ اس کے دل میں قدر بھی ہو اور اس کو تجربہ بھی زیادہ ہے۔

(۱۰) اور اپنے میکہ جائے تو قدیمہ سے خط و کتابت بھی رکھے۔ (اسلامی شادی)

نکاح ثانی کے موقع پر اقربا و احبا کے لیے شرعی، اخلاقی، فکری اور عملی لائحۂ عمل:

والدین، رشتہ داروں اور شناساؤں کا کیا دستور العمل ہوگا؟ اس کی تفصیل میں جانے سے پہلے تین واقعات پڑھیے:

(۱) ہمارے ایک بزرگ ساتھی نے ادھیڑ عمر کے بعد دوسرا نکاح کیا، نکاح سے پہلے اہلیۂ اولی کو کوئی اطلاع نہیں تھی، بلکہ انھیں خود دوپہر ہونے سے پہلے اپنے نکاح کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں تھا، چٹ منگنی پٹ بیاہ کا یہ حقیقی مصداق تھا، جب شام کو اپنی اہلیۂ ثانیہ کے لے کر گھر پہنچے تو بیوی ہکا بکا رہ گئی، لیکن عمر پختہ ہوچکی تھی، بچے جوانی کی دہلیز کو پہنچ رہے تھے، طبعی شرافت اور خاندانی تربیت کا بھی نتیجہ تھا کہ وہ یہ کڑوا گھونٹ پی گئیں اور صبر کی چادر تان کر سوگئیں۔ دوسرے دن ان کے گھر پر اعزا و اقربا کا تانتا بندھ گیا اور آ کر ایسی گریہ وزاری کرنے لگے گویا گھر میں کسی کا انتقال ہوگیا اور تسلی کی ایسی تھپکیاں دینے لگیں گویا وہ بیوہ ہوگئیں ہوں۔ بالآخر ان کا صبر چھلک پڑا پھر ایک لمبے وقت تک آپسی نزاع کا ہنگامہ بپا رہا۔

(۲) ایک صاحب نے دوسرا نکاح کیا ان کی بیوی کے پاس اقربا و احبا اور حق جار نبھاتے پڑوسی زیارت کو آتے اور ایسے جملے کہہ کہہ کر جاتے جس سے بیچارگی جھلکتی، یا کوئی ایسی نگاہوں سے دیکھتا جس میں تشمیت (کسی کی مصیبت پر ہنسنا) ٹپکتا، یہ کلمات اور نگاہیں اس کو سخت کوفت میں مبتلا کرتی رہیں، اور اس کے غم کو ناقابل برداشت بناتی رہیں۔

(۳) سعودی عرب سے ایک شخص کا فون آیا کہا کہ ”مفتی صاحب! میرا ایک نکاح ہوچکا تھا، میری بیوی کا شروع ہی سے مجھ سے رویہ حاکمانہ تھا۔ اپنی من مانی اس کی نہ چھوٹنے والی بچپن کی عادت تھی، اب میں نے یہاں دوسرا نکاح کرلیا ہے۔ میرے والدین مجھے کہہ رہے ہیں اس کو چھوڑ دے ورنہ ہم تجھے یہاں کی تمام جائیداد سے بے دخل کردیں گے اور تیری جائیداد تیری بیوی اور بچوں کے نام کردیں گے۔“

میں یہ نہیں کہتا کہ تمام مواقع پر والدین اور محبین کا یہی رویہ اور برتاؤ ہوتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایسا بھی ہوتا ہے۔ لہٰذا ایسے متعلقین کو چاہیے کہ حق کا ساتھ دیں اور حق بات ہی زباں پر لائیں، دوسری شادی کی مخالفت پر کوئی حرف نہ نکالیں، بالخصوص پہلی بیوی اور اس کے والدین،

اور دیگر خاندانی عورتیں۔ مفتی شبیر احمد لکھتے ہیں: کسی نے دوسری شادی کی، اور اس کو کسی شخص نے شہوت پرست کہا یا دوسری شادی کرنے پر اس پر ملامت کی تو ایسے شخص پر کفر کا اندیشہ ہے۔
چنانچہ در مختار میں ہے: فلو له أربع وألف سرية وأراد شراء أخرى فلامه رجل خيف عليه الكفر۔
اس لئے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: اِلَّا عَلٰۤى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ. ترجمہ: سوائے اپنی بیویوں اور باندیوں کے کہ (اس میں) ان پر کوئی ملامت نہیں۔
جب قرآن مجید نے ایسے لوگوں کو ملامت سے بری قرار دیا ہے جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کے لئے (چار) بیویاں یا (جتنی چاہے) لونڈیاں رکھتے ہیں، تو پھر اس شخص کا ملامت کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس کو قرآن کا یقین نہیں ہے۔
علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مزید تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا: اگر کوئی تسری (باندی کو مباشرت کے لئے مہیا کرنے والے کے) اصل فعل پر ملامت کرے کہ تم نے برا کام کیا، تو اس آیت کی بناء پر وہ کافر ہو جائے گا، البتہ اگر کوئی کسی کی تسری پر ملامت و تنقید اس لئے کرے کہ اس کی بیوی کو یہ بات بری لگ سکتی ہے، یا ملامت کی کوئی اور وجہ ہو تو پھر اس صورت میں اس کی تکفیر (یعنی اس کو کافر) نہیں کی جائے گی۔
ملامت یا مخالفت کرنے کا دنیوی نقصان بھی ممکن ہے، چناچہ ایک واقعہ آنکھوں دیکھا ہے کہ ایک عورت نے -اس عورت کو جس کے شوہر نے دوسرا نکاح کرلیا تھا اس کے زخموں کو کریدتے ہوئے - کہا: "اگر میرا شوہر ایسا کرے تو میں اس کو دوپٹا بھی نہ چھونے دوں۔"
خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ اس کا جوان شوہر ایک سال کے عرصہ میں دل کے دورے سے دنیا سے منہ موڑ کر چلا گیا۔ اور اپنے ساتھ وہ ہاتھ بھی لے جس سے وہ ان شاءاللہ حوروں کے گیسوئیں سنوارے گا لیکن اب اس کے ڈوپٹے کا چھونے والا کوئی نہ رہا۔ اور اب وہ سوچ رہی ہے کہ تین بچوں سمیت مجھ سے کوئی کنوارا تو شادی نہیں کرے گا خدارا تو ہی کوئی سبیل فرما۔
ہمارے انڈین معاشرے میں عموماً دیکھا جاتا ہے جو دل سے تعدد ازدواج والوں کے ساتھ ہوتے ہیں لیکن اس ڈر سے کہیں پہلی بیوی کے عقاب کا شکار نہ ہو جائیں مرد کو مرد کے احباء اور

عورت (دوسری بیوی) کو عورت کے اقربا یہ کہہ کر بے یار و مددگار چھوڑ دیتے ہیں کہ جب کیا ہے تو بھگتو۔ یہ کیوں کر ہو کہ مزے کرو تم اور آفت جھیلیں ہم۔

یہ طرز عمل ہمارا درست نہیں ہے۔ ہم حق کا ساتھ دیں حق کے لیے کھڑے رہیں، انھیں سلوک اور رویوں کی وجہ سے ہم نے دیکھا کہ عورت بھی یہی چاہتی ہے کہ ”چھپ کر نکاح کر لیں جب تک خدا خیر رکھے چلتا رہے گا، میں اپنے رشتہ داروں کا- اگر اولاد ہیں تو- بچوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔“

ہمارے معاشرے کا دوسرے نکاح کے بارے میں کردار معاندت کے بجائے معاونت کا ہونا چاہیے۔ جو بچیاں بے بیاہی ہیں، یا طلاق شدہ ہیں یا بیوائیں ہیں ان سے پوچھا جائے کہ آپ اگر کسی کی دوسری بیوی بننا چاہیں تو ہم اس کا انتظام کرتے ہیں، صاحب استطاعت مردوں کو اس بات پر آمادہ کیا جائے کہ کوئی دوسرا نکاح کرنا چاہے تو ہمارے پہنچان میں ایسی خواتین ہیں جو دوسرا نکاح کرنا چاہتی ہیں۔ حدیث میں نکاح کے باب میں سفارش کرنے کو افضل سفارش قرار دیا گیا ہے۔ (ابن ماجہ)

صاحب استطاعت بزرگ (بوڑھا) شخص اگر دوسرے نکاح کا متمنی ہو تو ان کی تمناؤں کا بھی احترام کرنا چاہیے۔ مفتی شبیر احمد لکھتے ہیں: ”دوسری شادی کرنے کی کوئی خاص عمر متعین نہیں ہے لہٰذا انسان کسی وقت بھی خواہ بڑھاپے میں بھی ہو نکاح ثانی کر سکتا ہے، اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ ہمارے ہاں صورت حال یہ ہے کہ کوئی بڑی عمر میں دوسری شادی کرے تو کہا جاتا ہے کتنی بے شرمی کی بات ہے کہ بچوں کی شادی کی بجائے اپنی شادی کی جارہی ہے۔ اگر کوئی جوانی میں کرے تو چھوٹے چھوٹے بچوں کا طعنہ دیا جاتا ہے۔ حالانکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے لے کر زمانہ قریب کے بزرگانِ دین تک عمر کے کسی بھی حصہ میں شادی کرتے رہے ہیں۔ محدث العصر حضرت بنوری رحمہ اللہ نے غالباً پچھتر /۷۵ سال کی عمر میں نوجوان خاتون سے شادی کی تھی۔ فقیہ العصر مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ کے والد نے سو سال کی عمر میں شادی کی اور اس سے بچے بھی پیدا ہوئے۔ حضرت مولانا فضل رحمن رحمہ اللہ کی عمر سو سال سے بھی زائد تھی جب انہوں نے دوسری شادی کی تھی۔“

خلاصہ یہ ہے کہ ہمارا سماج بالخصوص دوسرا نکاح کرنے والے کے رشتہ دار و شناسا اس بات

کی کوشش کریں کہ یہ نیا نکاح جو وجود میں آیا پھلے پھولے، نظر بد یا سازشوں کا شکار نہ ہوجائے، پہلی بیوی کو اگر خطرات ہیں تو اسے سمجھائیں، اطمینان دلائیں اور ظلم میں حصہ ڈالنے کے بجائے باز رکھیں، دوسری بیوی کی عزت نفس کا لحاظ کریں، اس کو آوارہ، بدچلن جیسے ناموں سے غیبوبت میں بھی نہ پکاریں، جان لیں کی بڑی بڑی صحابیات دوسری بیوی بنی ہیں، دوسری بیوی بننے کی وجہ سے اسے بدکردار قرار دینا نہایت سخت ہے۔

یہ کہنا کہ پہلی بیوی کی طرف داری کرنا کہ یہ بیاہتا ہے لہٰذا ہم تو اسی کو خاندان کی بہو مانتے ہیں اس نئی آنے والی سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے یہ اسلامی طرز نہیں ہے بلکہ نادانی اور ناواقفیت ہے۔

ایک اہم تنبیہ: عموماً شادی سے پہلے ماں باپ اور دوسرے رشتہ دار اور سہیلیاں لڑکی کو اپنے تجربات بتاتے ہیں اور نصیحتیں کرتے ہیں کہ شوہر کے ساتھ کیسے رہنا چاہیے اور ساس سسر کے ساتھ کیسے رہنا چاہیے، پیار، محبت، خدمت، ایثار، درگزر و قربانی سے کس طرح گھر کو جنت کا گہوارہ بنانا چاہیے۔ اسی طرح جب کوئی خاتون کسی کی دوسری یا تیسری بیوی بننے کا ارادہ کرتی ہیں تو اس کو بھی انہیں نصیحتوں کے ساتھ رخصت کرنا چاہیے، برخلاف اس کے کہ اس سے کہا جائے کہ جاتے ہی عدل کا مطالبہ کرنا، قرآن میں جہاں تعدد ازدواج میں عدل کا حکم ہے وہیں شریعت میں ایک نکاح کرنے والوں کے لیے بھی حکم ہے اگر تم نکاح کے حقوق ادا نہ کرسکو تو پھر نکاح نہ کرو۔ پھر بھی ایک شادی میں جب شوہر کی طرف سے یا دوسرے سسرالی رشتہ داروں کی طرف سے حالات آتے ہیں تو بیٹی سے نباہ کرنے کی ہی نصیحت کی جاتی ہے۔ یہ نصیحتیں تعدد ازدواج جیسے رشتہ میں کیوں نہیں کی جاتی، جبکہ یہاں اس کی زیادہ ضرورت ہے۔

چند بیوی والوں کے لیے نبوی راہ عمل

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواجِ مطہرات میں سے کسی ایک کے گھر تشریف فرما تھے۔ اتنے میں امہات المؤمنین میں سے ایک نے ایک برتن میں کھانا بھیجا۔ جس زوجہ کے گھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے، انہوں نے خادم کے ہاتھ پر مارا، تو وہ برتن گر گیا اور ٹوٹ کر دو حصوں میں بٹ گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹوٹے ہوئے برتن کے ٹکڑے جمع کیے، پھر اس میں وہ کھانا اکٹھا کرنے لگے جو اس برتن میں تھا، اور فرماتے

جاتے تھے: ”تمہاری ماں کو غیرت آ گئی ہے۔“

آپ ﷺ نے خادم کو روک لیا، یہاں تک کہ اس زوجہ کے گھر سے ایک صحیح برتن لایا گیا جن کے گھر آپ ﷺ تشریف فرماتھے۔ آپ ﷺ نے وہ صحیح برتن اس زوجہ کو دے دیا جن کا برتن ٹوٹا تھا، اور ٹوٹا ہوا برتن اسی زوجہ کے گھر رکھ دیا جنہوں نے توڑا تھا۔ (بخاری: ۵۲۲۵)

ایک روایت میں ہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”تمہاری ماں کو غیرت آ گئی ہے۔“ راوی کہتے ہیں: آپ ﷺ نے ٹوٹے ہوئے برتن کے دونوں ٹکڑے اٹھائے، ایک کو دوسرے کے ساتھ ملا دیا اور اس میں کھانا ڈال دیا، پھر فرمایا: ”کھاؤ“ چنانچہ سب نے کھانا کھایا۔ (مسند احمد)

وضاحت: جن کے گھر پر نبی کریم ﷺ تھے وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ اور جنہوں نے کھانا بھجوایا تھا وہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا تھیں۔

غیرت کہتے ہیں: اپنی خاص چیز میں دوسرے کی شرکت کی وجہ سے غیض وغضب کا ہیجان اور دل کا متغیر ہونا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نبی ﷺ کا فرمان ”غارت أمكم“ (تمہاری ماں کو غیرت آ گئی) دراصل آپ ﷺ کی طرف سے عذر خواہی ہے، تاکہ اس (امّ المؤمنین) کے اس عمل کو قابلِ مذمت نہ سمجھا جائے، بلکہ اسے ازواج کے درمیان پائی جانے والی فطری غیرت پر محمول کیا جائے۔ کیونکہ غیرت انسانی نفس میں پیوست ایک صفت ہے، جسے بالکل روک دینا ممکن نہیں۔

اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ غیرت میں مبتلا عورت سے صادر ہونے والے افعال پر اس کو مؤاخذہ نہیں کیا جاتا، کیونکہ اس حالت میں اس کی عقل شدید غصے اور غیرت کے غلبے کی وجہ سے پردہ میں چلی جاتی ہے۔

ہمارے لیے سبق: حافظ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں نبی ﷺ کے حسنِ اخلاق، عدل و انصاف اور حلم و بردباری کا بیان ہے۔

اور ہَرَوِیؒ کہتے ہیں: یہ سب نبی ﷺ کے کمالِ حلم، تواضع، حسنِ معاشرت اور اپنے رب کی نعمت کی قدر دانی کا مظہر ہے۔ ”غارت أمكم“ کے بارے میں طیبی رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ خطاب عام ہے، ہر اس مؤمن کے لیے جو اس واقعے کو سنے۔ نبی ﷺ نے یہ بات عذر خواہی

کے طور پر فرمائی، تا کہ لوگ امّ المؤمنین کے عمل کو قابلِ مذمت نہ سمجھیں۔

غیرت میاں بیوی کے درمیان ایک فطری اور صحت مند جذبہ ہے، لیکن جب یہ اپنی معتدل اور طبعی حدوں سے بڑھ جائے تو ازدواجی زندگی پر منفی اثرات مرتب کرتی ہے، اور ایسے مسائل اور منفی نتائج پیدا ہوتے ہیں جو پورے خاندان کے افراد کو متاثر کرتے ہیں۔ ایسے حالات میں شوہر کے لیے ضروری ہے کہ وہ حکمت، حلم، حسنِ اخلاق اور غلطی کے ساتھ دانائی سے معاملہ کرنے کا رویہ اختیار کرے۔

اس باب میں ہمارے لیے بہترین نمونہ ہمارے نبی ﷺ ہیں، جن کے عظیم اخلاق نے آپ کی بعض ازواج کی غیرت کے مواقع کو بھی اپنے دامن میں سمو لیا۔ آپ ﷺ کا طرزِ عمل یہ تھا کہ آپ انہیں معذور سمجھتے، بعض کے مقابلے میں بعض کے ساتھ انصاف کرتے، بغیر کسی گھبراہٹ اور غصے کے۔

نبی ﷺ کا یہ فرمان ”غارت أمکم“ اس کی بہترین شہادت ہے، کیونکہ اس میں بیوی کی فطرت میں پیوست غیرت پر آپ ﷺ کے صبر کی دلیل ہے، غیرت میں مبتلا بیوی پر مؤاخذہ نہ کرنے، اس کے بارے میں حسنِ ظن رکھنے، اس سے صادر ہونے والی باتوں کو برداشت کرنے، اور معاملات کو نرمی اور حلم کے ساتھ درست کرنے کا واضح بیان ہے۔ نیز اس بات کی قدر دانی بھی ہے کہ غیرت کے پیچھے شوہر کے لیے بیوی کے دل میں چھپا ہوا سچا اور گہرا محبت کا جذبہ کارفرما ہوتا ہے۔

اسی طرح وفادار اور محبت کرنے والا شوہر اپنی بیوی کی غیرت سے پیدا ہونے والے منفی رویے کو محبت، رضا، حلم اور صبر سے لبریز نظر سے دیکھتا ہے، اللہ عزوجل سے اجر کی امید رکھتا ہے، اور اس میں اس کے لیے نمونہ نبی ﷺ کی ذاتِ اقدس ہے۔ (اسلام ویب)

راقم عرض کرتا ہے مذکورہ بالا تصریحات سے معلوم ہوا کہ دو بیویوں کے الجھنے کے درمیان شوہر کو ان کے ساتھ مزید الجھنے کے بجائے حلم و بردباری، اور عدل و انصاف سے کام لینا چاہیے۔ بیوی کی طرف سے پیش آنے والی ناگوار باتوں کو شوہر سے شدتِ محبت کی وجہ سے آنے والی غیرت پر محمول کرنا چاہیے، اس کے نامناسب قول و فعل کو اسی حسن ظن پر محمول کرنا چاہیے کیوں کہ اللہ تعالی نے یہاں پائی جانے والی بعض باتوں کو معاف رکھا ہے، لیکن کسی ایک کی طرف

داری یا دلجوئی میں انصاف کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوٹنا چاہیے۔

بڑوں سے یہ بات کہتے ہوئے سنا ہے کہ کسی بیوی کے سامنے دوسری بیوی کو بطور مثال پیش نہیں کرنا چاہیے کہ وہ تو ایسا کرتی ہیں آپ نہیں کرتیں اور نہ ہی بطور طعن کے دوسری کا تذکرہ کرنا چاہیے کہ آپ سے اچھی تو میری وہ بیوی ہیں۔ کوشش اس بات کی بھی ہونی چاہیے کہ ایک بیوی کی بدن و عطر کی خوشبو بھی دوسری بیوی کو اپنے بدن سے محسوس نہ ہو۔

مذکورہ بالا حدیث میں نبی کریم ﷺ کا کردار دیکھیے، برتن طعام سمیت گر جانے کے بعد نہ آپ غصہ کرتے ہیں اور نہ چیں بہ جبین ہو کر ناراضگی ظاہر کرتے ہیں، بلکہ آپ بذات خود برتن جوڑ کر کھانا جمع کرتے ہیں اور گھر میں موجود افراد کو کھانا تناول فرمانے کا حکم کرتے ہیں۔

جس مرد میں اس قدر دریا دلی، بردباری اور معاف کرنے کا جذبہ ہوگا وہ ایک کامیاب چند زوجی زندگی گزار سکتا ہے۔

ازواج مطہرات کے سلسلے میں ایک ضروری تنبیہ:

آگے کے واقعات پڑھنے اور ان سے سبق لینے سے پہلے یہ بات جاننا ضروری ہے کہ ازواج مطہرات کے درمیان رشک و غیرت کا ہونا ایک فطری چیز تھی لیکن اس امر کی وجہ سے ان کے درمیان عداوت و دشمنی پیدا نہیں ہوئی تھی، انہوں نے اپنے اندر حسد کے جذبات کو سرے سے ابھرنے ہی نہیں دیا کیونکہ وہ جانتی تھیں کہ ان کے یہ جذبات خاندانی سکون کے شیرازے کو پاش پاش کر سکتے ہیں۔

ازواج مطہرات خواتین کے لئے نہ کہ صرف تعدد ازواج میں عمدہ مثال ہیں بلکہ ان کی زندگی کے ہر پہلو میں ان کے لئے رہنما اصول موجود ہیں، اگر کبھی فطری تقاضوں کے تحت اپنے جذبات پر قابو نہ پاسکیں تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے فوراً رجوع کیا ہے لیکن اکثر وہ اپنے منفی جذبات قابو پانے میں کامیابی سے ہمکنار ہوئیں ہیں۔

بعض لوگ ان کے چند واقعات کو موضوع بنا کر تعدد ازواج کو قبیح رسم قرار دیتے ہیں، روایات میں جتنے واقعات کو بیان کیا گیا ہے چند ایک کے علاوہ زیادہ تر واقعات رشک غیرت پر مبنی ہیں جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا کہ رشک و غیرت ایک خاتون کے اندر عین فطری امر ہے۔ ان واقعات سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ رشک و غیرت کی بنا پر اگر انہوں نے اپنے

شوہر یا سوکن کو کچھ کہا تو اسے باہمی گفتگو سے حل کر لیا، یہ رشک وغیرت ان کے درمیان دشمنی کا سبب نہیں بنی۔ یہی ان کی زندگی کی خوبصورتی اور کامیابی کا راز تھا۔

مزید برآں انہوں نے کبھی بھی اپنی سوکن یا شوہر کے لئے فتنہ برپا نہیں کیا، اس کی ایک مثال حضرت زینب کی شادی ہے جس میں دعوت رسول اللہ ﷺ کی طرف سے دی گئی تھی، یہ دعوت دوسری دعوتوں سے بڑی تھی۔

چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: مَا أَوْلَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى شَيْءٍ مِنْ نِسَائِهِ مَا أَوْلَمَ عَلَى زَيْنَبَ، أَوْلَمَ بِشَاةٍ. (صحیح البخاری: ۵۱۶۸)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے زینب رضی اللہ عنہا جیسا ولیمہ اپنی بیویوں میں سے کسی کا نہیں کیا، ان کا ولیمہ آپ نے ایک بکری کا کیا تھا۔

اس دعوت کی وجہ سے کسی زوجۂ نبی نے اعتراض نہیں کیا اور نہ اسے نزع کا سبب بنایا۔

اس کی ایک اور مثال حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا اپنی ضرورت کی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں اس وقت جانا جب نبی کریم ﷺ آپ کے پاس بیٹھے ہوئے کھانا تناول فرما رہے تھے۔ (صحیح البخاری: ۵۲۳۷)

کسی سوکن کا اس وقت دوسری سوکن کے گھر میں داخل ہونا کسی نزاع کا سبب ہوسکتا تھا لیکن یہ بات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر گراں نہیں گزری بلکہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا ایک شرعی مسئلہ معلوم کرنے کی متمنی تھیں۔

افسوس کہ آج تعدد ازدواج کے طریقہ کو یہ کہہ کر رد کر دیا جاتا ہے کہ یہ لڑائی جھگڑا اور فساد کا سبب ہے، حالانکہ اگر دیکھا جائے تو جھگڑ او فساد تو وہاں بھی ہوتا ہے جہاں ایک بیوی ہو، اگر صبر و تحمل، اور قناعت کا جذبہ نہ ہو تو اس صورت میں بھی لڑائی اور تنازعات جنم لیتے ہیں بلکہ بعض اوقات طلاق کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔ ازواج مطہرات کی زندگی سے ہمیں ایک سبق یہ بھی ملتا ہے کہ تعدد ازواج کے باوجود ہمیں دوسروں کے لئے وہی پسند کرنا چاہیے جو ہمیں پسند ہو اور شوہر ہمیں جو دینے پر قدرت رکھتا ہو اسے لے لیں اور جو نہ دینے پر قدرت رکھتا ہو اس کے حصول کے لئے خاوند کے ساتھ تعلقات خراب نہیں کرنے چاہیے بلکہ صبر قناعت کا دامن کسی حالت میں چھوڑنا نہیں چاہیے۔ (ملخص از دوسری شادی کے فضائل و احکام)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ایک دوسرے کے بارے میں دلی جذبات:

ازواج مطہرات میں فضیلت والی بیویوں میں سے ایک حضرت زینب رضی اللہ عنہا ہیں، ان کی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ بر بنائے غیرت بعض باتیں رونما ہوئیں ہیں، لیکن وہ دونوں ایک دوسرے کے بارے میں کیا دلی جذبات رکھتے تھے، اور بر ملا علی الاعلان اس کا اظہار کرتے تھے اس کا اندازہ ان دو واقعات سے ہوتا ہے۔

جس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی گئی، جس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کافی پریشان ہوئے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تو گویا پہاڑ ٹوٹ گیا ہو، آپ کی آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں اور نیند غائب ہو چکی تھی، تہمت لگانے والوں کے پروپیگنڈہ کا شکار حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی بہن حضرت حمنہ رضی اللہ عنہا بھی ہوگئی تھیں۔ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے جو استفسار کیا وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی سنیے؛ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بن جحش رضی اللہ عنہا سے بھی میرے معاملہ میں پوچھا تھا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ زینب! تم نے بھی کوئی چیز کبھی دیکھی ہے؟ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے کان اور میری آنکھ کو اللہ سلامت رکھے، میں نے ان کے اندر خیر کے سوا اور کوئی چیز نہیں دیکھی۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ازواج مطہرات میں وہی ایک تھیں جو مجھ سے بھی اوپر رہنا چاہتی تھیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی پرہیز گاری کی وجہ سے انہیں تہمت لگانے سے محفوظ رکھا۔ لیکن ان کی بہن حمنہ ان کے لیے لڑی اور تہمت لگانے والوں کے ساتھ وہ بھی ہلاک ہوگئی۔ (بخاری: ۴۷۵۰)

دوسرا واقعہ: ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "تم میں سب سے پہلے مجھ سے وہ آ ملے گی جس کا ہاتھ سب سے لمبا ہوگا۔" حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: چنانچہ ہم میں زینب رضی اللہ عنہا کا ہاتھ سب سے لمبا تھا، کیونکہ وہ اپنے ہاتھ سے عمل کرتی تھیں اور صدقہ کیا کرتی تھیں۔ (صحیح المسلم)

ان دونوں واقعوں سے پتا چلتا ہے کہ کس طرح یہ ازواج مطہرات ایک دوسرے کے فضل کا اعتراف اور ان کے مرتبہ کا خیال کرتی تھیں، اور مشکل وقت میں اک دوسرے کی مدد کیا کرتی تھیں۔

چند بیوی والوں کے لیے چند اور نبوی راہِ عمل:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (غزوۂ خیبر سے لوٹ کر مدینہ منورہ آئے تو اس وقت) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نوشاہ تھے حضرت صفیہ بنت حُی رضی اللہ عنہا کے، انصار

کی عورتیں آئیں اور حضرت صفیہ بنت حُی رضی اللہ عنہا کی حالت بیان کیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اپنی حالت بدلی اور منہ پر نقاب ڈال کر گئی، رسول اکرم سرورِ دو عالم نے میری آنکھ کی طرف دیکھا، اور مجھے پہچان لیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے یہ دیکھ کر منہ موڑا اور تیزی کے ساتھ چلی، لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو پالیا اور مجھے گود میں اٹھالیا، اور فرمایا: آپ نے کیسا دیکھا؟ (یعنی صفیہ کو کیسا پایا) میں نے عرض کیا چھوڑ دیجئے ایک یہودی عورت ہے چند یہود عورت کے بیچ میں۔ (رواہ ابن ماجہ :١٩٨٠, فيه علي بن زيد قد تكلم فيه)

کسی اور موقع پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: میں نے کہا: یا رسول اللہ ! بیشک صفیہ بنت حیی ایک عورت ہیں، اور حضرت عائشہ نے اپنے ہاتھ سے یوں اشارہ کیا، گویا وہ مراد لے رہی ہیں کہ حضرت صفیہ ٹھگنی ہیں، پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لقد مَزَجْتِ بِكَلِمَةٍ لَوْ مُزِجَ بِهَا مَاءُ الْبَحْرِ لَمُزِجَ : البتہ واقعہ یہ ہے کہ تم نے (اپنے اعمال کو) ایک ایسی (بری) بات کے ساتھ ملایا ہے کہ اگر اس بری بات کے ساتھ سمندر کا پانی ملایا جاتا تو وہ بگڑ جاتا (اور جو سمندر کے پانی کو بگاڑ دے وہ نامہ اعمال کو کیوں نہیں بگاڑ سکتا؟) (ترمذی: ۲۵۰۲، تحفۃ الالمعی)

ہمارے لیے سبق: شوہر کو اپنی بیویوں میں سے کسی کی بات ناگوار گزرے تو صبر و بردباری اختیار کرے اور حسب موقع نرمی و سختی اختیار کرے۔

دو سوکنوں کی لڑائی میں شوہر کیا کرے؟

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: مجھے خبر ہی نہ ہوئی یہاں تک کہ زینب (رضی اللہ عنہا) بغیر اجازت میرے پاس آ گئیں، اور وہ غصے میں تھیں۔ پھر انہوں نے کہا: "یا رسول اللہ! کیا آپ کے لیے یہی کافی ہے کہ ابوبکر کی بیٹی (عائشہ) اپنی دونوں باہیں ہلا دے (پھیلا دے)؟" پھر وہ میری طرف متوجہ ہوئیں، تو میں نے ان سے منہ پھیر لیا۔ یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اسے جواب دو، اپنا دفاع کرو۔" تو میں ان کی طرف متوجہ ہوئی، یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ ان کے منہ کا لعاب خشک ہو گیا اور وہ مجھے کوئی جواب نہ دے سکیں۔ اس پر میں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا۔ (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فصیح و بلیغ اور مسکت جواب سن کر جو کہ مبنی بر حق تھا) (ابن ماجہ: ۱۹۸۱)

اس حدیث سے ہمیں چند باتیں معلوم ہوئیں:

(۱) مرد کا اکثر جواب خاموشی ہونا چاہیے، کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو کوئی جواب نہیں دیا۔

(۲) دو سوکنوں کی لڑائی میں مرد کسی ایک کا فریق بننے کے بجائے بیوی ہی کو اجازت دے کہ آپ اپنا خود دفاع کرے۔ ہاں اگر نوبت ہاتھا پائی تک پہنچ جائے تو درمیان میں آنا ناگزیر ہے۔

(۳) سوکن حتی الامکان اعراض کرے اور صبر سے کام لے، اس موقع پر بدلا لینا جائز اور صبر کرنا افضل ہے۔ البتہ بدلہ لینے میں چند باتوں کا خیال رکھا جائے گا، بدلہ لینے میں زیادتی نہ ہو، جھوٹ، تہمت گالیاں اور ہذیان گوئی نہ ہو۔ اور بدلہ لینے میں فائدہ ہو، اگر بدلہ لینا کوئی بڑا مفسدہ اور خرابی کا سبب ہو تو صبر کرنا چاہیے اور اپنے رب سے انصاف کی امید رکھنی چاہیے۔

اگر بیوی کو اس کی سوکن سے ایذاء پہنچے تو اس کی دلداری کرنا:

ترمذی میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا رو رہی تھیں آنحضرت ﷺ تشریف لائے اور رونے کی وجہ پوچھی انہوں نے کہا مجھ کو حفصہ نے کہا کہ تم یہودی کی بیٹی ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم نبی کی بیٹی ہو، تمہارا چچا پیغمبر ہے اور پیغمبر کے نکاح میں ہو حفصہ تم پر کس بات پر فخر کر سکتی ہیں؟

ایک بار حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہن نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے نزدیک تم سے زیادہ معزز ہیں ہم آپ ﷺ کی بیوی بھی ہیں اور چچازاد بہن بھی۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو ناگوار گزرا انہوں نے آں حضرت ﷺ سے اس کی شکایت کی آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے یہ کیوں نہیں کہا کہ تم مجھ سے زیادہ کیوں کر معزز ہو سکتی ہو، میرے شوہر محمد ﷺ میرے باپ ہارون اور میرے چچا ''موسیٰ'' ہیں۔ (سیرۃ النبی ﷺ)

اس حدیث سے ہمیں چند اسباق ملتے ہیں: دلجوئی کرنا سنت ہے؛ اگر کسی بیوی کو دوسری بیوی سے کوئی تکلیف پہنچی ہو تو اس کی دلجوئی کرنا چاہیے۔

نبی ﷺ غیر معمولی حسنِ اخلاق؛ آپ ﷺ نے نہ ڈانٹا، نہ سختی کی، بلکہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا مقام واضح کر کے ان کا حوصلہ بڑھایا۔ یہ سکھاتا ہے کہ اصلاح نرمی اور حکمت سے ہونی چاہیے۔

بیوی کے جذبات کی قدر کرنا شوہر کی اخلاقی ذمہ داری ہے؛آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے رونے کو معمولی نہیں سمجھا بلکہ فوراً وجہ پوچھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ عورت کے جذبات کو سنجیدگی سے لینا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے۔

احساسِ کمتری کا ازالہ کرنا سنت ہے؛ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو اپنے حسب ونسب کے حوالے سے جو خلش محسوس ہوئی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا مکمل ازالہ فرمایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے صحابہ میں بھی یہ معمول تھا کہ وہ ان کی احساس کمتری کو دور فرماتے اور جو جس میں ماہر ہوتا اس میں اس کو ابھارتے، بڑھاتے اور چمکاتے۔ گھریلو زندگی میں بھی یہ بہت بڑا اصول ہے۔

مظلوم کو بولنا سکھانا بھی تربیت ہے؛ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے براہِ راست نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا جواب سکھایا جو نہ جھگڑا بڑھائے اور نہ دل دکھائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو یہ نہیں کہا کہ خاموش رہو، بلکہ یہ سکھایا کہ اگر آئندہ ایسی بات ہو تو وقار اور دلیل کے ساتھ جواب دو۔

گھریلو تنازعات کو باہر اچھالنا نہیں بلکہ اندر حل کرنا چاہیے؛ یہ مسئلہ گھر کے اندر ہی حکمت سے حل ہوا، جس سے گھر کا سکون برقرار رہا۔

کسی ایک بیوی کی دلداری ایک حد تک ہونی چاہیے

حضرت مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: گھر کے بگاڑ کا ایک سبب بیوی کی حد سے زیادہ خاطر داری ہے، اس کی ہر روا نا روا بات نہیں ماننی چاہیے، ورنہ گھر تباہ ہو گا، بیوی بے شک محبت کرنے کی چیز ہے، اس سے محبت نہیں کرے گا تو کس سے کرے گا مگر اس کی محبت میں پاگل نہیں ہو جانا چاہیے، جو شخص بیوی کی حد سے زیادہ رضامندی چاہتا ہے وہ بھی اس کی محبت میں نامناسب کام کر بیٹھتا ہے، اس کی ایک مثال سورۂ تحریم کی پہلی آیت کے شان نزول کے واقعہ میں ہے۔

حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سُرِّیہ تھیں، اسکندریہ کے بادشاہ نے ان کا ہدیہ بھیجا تھا، ان کو قبا میں رکھا گیا تھا اور گاہ بہ گاہ آپ ان کے پاس تشریف لے جاتے تھے، ایک مرتبہ وہ آپ سے ملنے آئیں، آپ اس وقت حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے، اور وہ اپنے ابا کے گھر گئی ہوئی تھیں، اس لئے گھر خالی تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماریہ سے اس گھر میں مقاربت

فرمائی، جب یہ بات حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے علم میں آئی تو ان کو سخت غیرت آئی، اور انھوں نے کہا: آپ اس کو میرے گھر میں لائے کسی اور بیوی کے گھر میں نہیں لے گئے، معلوم ہوا کہ میری حیثیت آپ کی نظر میں چار پیسے کی بھی نہیں تدْخِلُها في بيتي، ما صنعت هذا من بين نسالك إلا من هواني عليك۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم یہ بات عائشہ سے ذکر مت کرنا، وہ مجھ پر حرام ہے میں اس سے صحبت نہیں کروں گا: لا تذكرى هذا لعائشة، فهي على حرام إن قربتها، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا: وہ آپ پر حرام کیسے ہوگی وہ تو آپ کی باندی ہے؟ آپ نے ان کو خوش کرنے کے لئے قسم کھائی کہ آپ اس سے صحبت نہیں کریں گے، اس پر پہلی آیت نازل ہوئی، اس میں خفگی کا اظہار ہے کہ آپ نے اپنی بیوی کی خوشی کے لئے ایک حلال چیز کو حرام کیوں کیا! خیر اللہ نے آپ کو معاف کیا۔

ملحوظہ: یہ روایت دار قطنی میں ہے اور یہی آیت کی اچھی تفسیر ہے، قرطبی رحمہ اللہ یہ حدیث لکھ کر فرماتے ہیں: وأما من روى أنه حَرَّم مارية القبطية فهو أمثل في السند وأقرب إلى المعنى، ولكنه لم يُدوَّن في الصحيح، و روى مرسلاً: [الجامع لأحكام القرآن]

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ج تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ط وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱﴾ ترجمہ: اے نبی! آپ کیوں حرام کرتے ہیں اس چیز کو جس کو اللہ نے آپ کے لئے حلال کیا ہے؟ آپ اپنی بیویوں کی خوشنودی چاہتے ہیں! اور اللہ بڑے بخشنے والے بڑے مہربان ہیں۔ (تفسیر ہدایت القران)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حلم و بردباری کا ایک اور واقعہ:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نو بیویاں تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب ان میں باری کرتے تھے تو پہلی بیوی کے پاس نویں دن تشریف لاتے تھے اور بیویوں کا قاعدہ تھا کہ جس کے گھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے تھے اس کے گھر جمع ہوتی تھیں۔ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر تھے اور زینب رضی اللہ عنہا آئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف ہاتھ بڑھایا اور انھوں نے عرض کی کہ زینب ہے سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کھینچ لیا۔ (کیوں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری تھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تاریکی کی وجہ سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا گمان کیا، جب

بتایا گیا کہ یہ زینب ہیں تو ہاتھ کھینچ لیا یا معنی یہ ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف ہاتھ بڑھایا اس درمیان حضرت زینب رضی اللہ عنہا تشریف لے آئیں، جب آپ کو بتایا گیا کہ زینب ہیں تو آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہاتھ کھینچ لیے، کیوں کہ سوکن کی موجودگی میں یہ مناسب نہیں تھا) پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے بیچ تکرار ہونے لگی۔ یہاں تک کہ دونوں کی آوازیں بلند ہوگئیں اور نماز کی تکبیر ہوگئی۔ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ ان کے قریب سے گزرے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ ! آپ نماز کے لیے تشریف لائیے اور ان کے منہ میں خاک ڈالیے (حقیقی معنی مراد نہیں ہے) نبی ﷺ تشریف لے گئے اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اب نبی کریم ﷺ نماز پڑھ چکیں گے تو ابو بکر رضی اللہ عنہ آ کر ایسا ویسا خفا ہوں گے پھر جب آپ ﷺ نماز پڑھ چکے تو ابو بکر رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور ان کو بہت سخت سست کہا اور فرمایا: کہ تو ایسا کرتی ہے (یعنی حضور ﷺ کے آگے آواز بلند کرتی ہے)۔ (مسلم: ۱۴۶۲)

اس موقع پر نبی ﷺ نے نہ سختی کی، نہ فوراً ڈانٹا، نہ گھر کا ماحول خراب کیا، یہ شوہروں کے لیے حلم، صبر اور بردباری کی اعلیٰ مثال ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شادی کے بعد بھی باپ کا اپنی بیٹی کی تربیت کرتے رہنا چاہیے۔ جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تنبیہ فرمائی، ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو تنبیہ فرمائی تھی؛ روایت یہ ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم لوگ زمانہ جاہلیت میں عورتوں کو کوئی چیز نہیں سمجھتے تھے ایک دن کسی معاملے میں غور کر رہا تھا اتفاق سے میری بی بی نے مجھ کو مشورہ دیا۔ میں نے کہا تم کو ان معاملات میں کیا دخل ہے۔ وہ بولیں کہ تم میری بات پسند نہیں کرتے حالانکہ تمہاری بیٹی رسول اللہ ﷺ کو برابر کا جواب دیتی ہیں۔ میں اٹھا اور حفصہ کے پاس آیا۔ میں نے کہا: بیٹی تم رسول اللہ ﷺ کو جواب دیتی ہو؟ یہاں تک کہ اپ دن بھر رنجیدہ رہتے ہیں۔ بولیں ہاں ہم ایسا کرتے ہیں۔ میں نے کہا خبردار میں تمہیں عذاب الٰہی سے ڈراتا ہوں تم اس کے گھمنڈ میں نہ آ جانا جس کے حسن نے رسول اللہ ﷺ کو فریفتہ کرلیا ہے۔ (یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) (صحیح بخاری بحوالہ سیرۃ النبی ﷺ)

بیمار بیوی کی خبر گیری اور تیمار داری کرنا:

نبی کریم ﷺ کی اپنی ازواجِ مطہرات سے محبت کی ایک صورت یہ بھی تھی کہ جب ان میں

سے کوئی بیمار ہو جاتی تو آپ ﷺ اس کی بیماری کے حال کا خیال رکھتے اور اس پر دم کیا کرتے تھے۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: "جب رسول اللہ ﷺ کے گھر والوں میں سے کوئی بیمار ہوتا تو آپ ﷺ اس پر معوذات (سورۂ فلق اور سورۂ ناس) پڑھ کر پھونک دیا کرتے تھے۔" (مسلم)

اپنی بیویوں کی فکر کرنا، ان کے دل کو خوشی اور سرور سے بھر دینا اور چمکارنا اور دلاسا دینا:

امام نسائی نے کتاب عشرۃ النساء میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ: حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں تھیں، اور وہ انہی کا دن تھا، مگر وہ قافلے سے پیچھے رہ گئیں۔تو رسول اللہ ﷺ ان کی طرف آئے، اس حال میں کہ وہ رو رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں: آپ نے مجھے سست رفتار اونٹ پر سوار کر دیا ہے! تو رسول اللہ ﷺ اپنے ہاتھوں سے ان کی آنکھیں پونچھنے لگے اور انہیں تسلی دیتے اور چپ کراتے رہے۔

بخاری میں روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب غزوۂ خیبر سے واپس تشریف لائے اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بنت حُیَی سے نکاح فرمایا، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ اپنے اونٹ کے پاس بیٹھ جاتے اور اپنا گھٹنا کھڑا کر دیتے، تو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اپنا پاؤں آپ ﷺ کے گھٹنے پر رکھ کر سوار ہوتیں۔ (۴۲۱۱)

یہ منظر لوگوں کی نظروں سے اوجھل نہیں تھا، کیونکہ اسے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔ گویا نبی کریم ﷺ ہمیں یہ سبق دے رہے تھے کہ اللہ کے نبی ہونے کے باوجود، بیوی کے لیے تواضع اختیار کرنا، اس کی مدد کرنا، اس کے دل میں خوشی ڈالنا اور اسے مسرور کرنا آپ ﷺ کے مرتبے میں کسی کمی کا باعث نہیں بنتا ہے، لہٰذا آپ لوگوں کو بھی ایسا رویہ رکھنا چاہیے۔

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ وہ اور ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ آ رہے تھے، اور نبی کریم ﷺ کے ساتھ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں، جو آپ ﷺ کے ساتھ ایک ہی سواری پر سوار تھیں۔ راستے کے ایک حصے میں اونٹنی پھسل گئی، جس کی وجہ سے نبی کریم ﷺ اور وہ خاتون (حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا) گر پڑے۔ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ فوراً اپنی سواری سے کود پڑے اور رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا: یا نبی اللہ! اللہ مجھے آپ پر فدا کرے، کیا آپ کو کچھ چوٹ لگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، لیکن عورت کا خیال کرو۔

چنانچہ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنا کپڑا اپنے چہرے پر ڈال لیا، پھر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی طرف

بڑھے اور ان پر اپنا کپڑا ڈال دیا۔ وہ کھڑی ہوگئیں، پھر ابوطلحہ نے ان دونوں کے لیے سواری درست کی اور وہ دونوں سوار ہو گئے۔ (بخاری:۳۰۸۶)

چند بیویاں آپس میں اور اپنے شوہر کے ساتھ کس طرح رہیں؟

سیرت رسول سے چند اسباق: شوہر کا راز فاش کرنا غضب ڈھا سکتا ہے:

ہوتا عموماً یہ ہے کہ میاں بیوی چوں کہ ایک دوسرے کے لباس ہیں اس لیے وہ ایک دوسرے کے عیوب و کمیوں پر واقف اور مطلع ہوتے ہیں، جب شوہر دوسرا نکاح کرلیتا ہے تو پہلی بیوی عیوب اور راز ہائے سر بستہ کا پورا پٹارا کھول دیتے ہے، اور ہر چھوٹی بڑی قابلِ عیب بات کا افشاء کر دیتی ہے، حالاں کہ وہ اس سے پہلے ان تمام عیوب کے ساتھ شوہر سے راضی اور خوش تھی۔

مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں: شوہر کو بیوی کی خلقی (بالفتح) اور خلقی حالت اجنبی کے سامنے بیان نہیں کرنی چاہیے، ورنہ رقابت پیدا ہوسکتی ہے۔ اور بیوی بھی شوہر کی خلقی اور خلقی حالت کسی عورت سے بیان نہ کرے، ورنہ وہ اس کو دھکا دے گی یا شریک کار ہو جائے گی اور بیوی شوہر کی رازدار ہوتی ہے، اس کو چاہیے کہ شوہر کا راز فاش نہ کرے، خاص طور پر جب کسی کی متعدد بیویاں ہوں، اور راز ازواج سے متعلق ہو تو اس کا فاش کرنا غضب ڈھا سکتا ہے، اس کی ایک مثال سورۂ تحریم کی دو آیتوں کے شان نزول کا واقعہ میں ہے، اس میں اگر بات حضرت زینب رضی اللہ عنہا تک پہنچ جاتی تو محاذ آرائی شروع ہو جاتی، پھر بات کہاں تک بڑھتی اس کا اندازہ کون کرسکتا ہے!

شان نزول کا واقعہ: آپ کا معمول تھا کہ آپ عصر کے بعد سب ازواج کے پاس مزاج پرسی اور ضروریات معلوم کرنے کے لئے تشریف لے جاتے تھے، اس موقعہ پر ہر بیوی کی خواہش ہوتی تھی کہ آپ اس کے پاس زیادہ سے زیادہ رکیں، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شہد پسند تھا، چنانچہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے جو آپ کی پھوپی زاد بہن بھی تھیں، شہد منگوالیا، جب آپ ان کے پاس پہنچتے تو وہ پوچھتیں: کیا آپ شہد نوش فرمائیں گے؟ آپ خواہش کا اظہار فرماتے تو وہ شربت بناتیں اور باتیں کرتیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ان سے حسن میں مقابلہ تھا، جب انھوں نے دیکھا کہ آپ زینب کے یہاں زیادہ ٹھہرتے ہیں تو وہ ٹوہ میں لگ گئیں، جب پتہ چلا کہ انھوں نے شہد

منگوا رکھا ہے اور وہ شربت کے بہانے روکتی ہیں تو انھوں نے حضرات حفصہ و سودہ رضی اللہ عنہما کے ساتھ مل کر ایک اسکیم بنائی کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شہد نوش فرما کر جس کے پاس بھی آئیں تو وہ کہے: یا رسول اللہ ! آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ (یہ ایک بد بودار گوند ہے) آپ کہیں گے نہیں ! میں نے شہد پیا ہے تو وہ کہے: شاید شہد کی مکھی نے مغافیر کے پھول کا رس چوسا ہوگا، اور آپ کو یہ بات نہایت ناپسند تھی کہ ازواج آپ کے منہ سے بد بو محسوس کریں، اسی لئے گھر میں آتے ہی مسواک کرنے کا معمول تھا، چنانچہ جب آپ حضرت سودہ کے پاس پہنچے تو انھوں نے یہ بات کہی آپ نے وہی جواب دیا تو انھوں نے وہی وجہ بتائی، پھر آپ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے تو انھوں نے بھی یہی بات کہی، آپ نے ان کو بھی یہی جواب دیا، پھر جب آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے تو انھوں نے بھی یہی بات کہی، آپ نے ان سے فرمایا: اب میں وہ شہد نہیں پیونگا مگر تم کسی سے ذکر نہ کرنا، خیال تھا کہ اگر یہ بات زینب کو پہنچے گی تو ان کا دل ٹوٹے گا، دوسرے دن آپ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے تو انھوں نے شہد کی پیش کش کی، آپ نے فرمایا: مجھے شہد نہیں پینا، اور آپ تھوڑی دیر رک کر آگے بڑھ گئے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سمجھ گئیں کہ پلان کامیاب ہو گیا، اور انھوں نے یہ بات حصہ کو بتادی، کیونکہ وہ بھی شریک کار تھیں۔

اُدھر زینب بھی ٹوہ میں لگ گئیں کہ اب آپ شہد کیوں نوش نہیں فرماتے، اور ازواج میں ان کی بھی ہم نوا تھیں، پس اندیشہ لاحق ہوا کہ بات بڑھ جائے، چنانچہ وحی نازل ہوئی، اور آپ کو صورت حال سے واقف کیا گیا، آپ نے عائشہ سے فرمایا: تم نے راز فاش کر دیا، مگر یہ نہیں بتایا کہ کس کو بتایا؟ مگر ان کا ماتھا ٹھنکا، انھوں نے خیال کیا کہ حفصہ نے بتایا ہوگا، کیونکہ انھوں نے صرف حفصہ کو بتایا تھا، انھوں نے پوچھا: آپ کو یہ بات کس نے بتلائی؟ اگر حفصہ نے بتلائی ہے تو وہ ان کے سر ہو جائیں گی، آپ نے جواب دیا: مجھے علیم وخبیر اللہ نے یہ بات بتلائی ہے۔ [ہدایت القرآن]

اپنے شوہر کی دوسری شادی کرانا:

اگر کوئی عورت اپنے شوہر کے پاس خوش ہے تو کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ اس خیر میں کسی دوسری کو شریک کرے بشرطیکہ اس کو اپنے شوہر پر عدل و انصاف کا اطمینان ہو، خود پر بھی اطمینان ہو کہ فتنہ اور شیطانی لغزش کا شکار ہو کر نہ ظلم کرے گی نہ ظلم کا سبب بنے گی نہ ہی کردنی نہ کردنی کا ارتکاب کرے گی۔

ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے عرض کیا: یا رسول اللہ ! آپ میری بہن سے نکاح کر لیں، آپ نے پوچھا: کیا تم اس کو پسند کرتی ہو؟ (عورتیں سوکن کو پسند نہیں کرتیں، پس یہ پیش کش خلاف توقع تھی) ام حبیبہ نے کہا: ہاں! میں کچھ اکیلی تو آپ کے پاس ہوں نہیں (ماشاء اللہ آپ کی بہت سی بیویاں ہیں) اور ان میں زیادہ پسند جو میرے ساتھ خیر میں شریک ہو جائے میری بہن ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وہ میرے لئے حلال نہیں!' (کیونکہ دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے) ام حبیبہ نے کہا: ہم باتیں کئے جاتے ہیں کہ آپ ابوسلمہ کی بیٹی سے نکاح کا ارادہ رکھتے ہیں، آپ نے پوچھا: ام سلمہ کی بیٹی سے؟ میں نے کہا: ہاں! آپ نے فرمایا: اگر وہ میری پرورده اور میری گود میں نہ ہوتی تو بھی وہ میرے لئے حلال نہیں تھی، کیونکہ وہ میری رضاعی بھتیجی ہے، مجھے اور ابوسلمہ کو ثویبہ نے دودھ پلایا ہے یعنی اس میں حرمت کی دو وجہیں جمع ہیں، پس ہرگز پیش نہ کیا کرو تم میرے سامنے اپنی بیٹیوں کو اور اپنی بہنوں کو!

(صحیح بخاری: ۵۱۰۱ بحوالہ تحفۃ القاری)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی عزت کرنا:

حضرت عائشہ اپنی سوکن حضرت سودہ بنت زمعہ کا بڑا احترام کیا کرتی تھیں اور ہمیشہ ان کی خوبیوں پر ان کی نظر ہوا کرتی تھی۔

چنانچہ حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ: مَا رَأَيْتُ امْرَأَةً أَحَبَّ إِلَيَّ أَنْ أَكُونَ فِي مِسْلَاخِهَا مِنْ سَوْدَةَ بِنْتِ زَمْعَةَ . (صحیح مسلم: ۱۴۶۳)

ترجمہ: میں نے کسی عورت کو ایسا نہیں دیکھا کہ آرزو کرتی میں اس کے جسم میں ہونے کی سودہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے بھی جب اپنی باری کا حق ساقط کیا تو ان ہی کے حق میں ساقط فرمایا یعنی اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ فرمائی۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اس وقت بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض ضروری باتیں دریافت کرنے کے لیے آنے میں کوئی بار نہ سمجھتیں جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر ہوں اور کھانا ہی کیوں نہ تناول فرما رہے ہوں۔

ناراض شوہر کو راضی کرنے کے لیے اپنی باری اپنی سوکن کو ہبہ کرنا:

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ (ایک دن) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کسی بات پر حضرت صفیہ بنت حُیَی رضی اللہ عنہا پر غصہ ہوئے، تو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ اے عائشہ! کیا آپ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو میری طرف سے راضی کر سکتی ہیں تو راضی کر دیجیے، آپ کے لیے میری باری کا دن ہے، انھوں نے کہا: ہاں! چناں چہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک اوڑھنی لی جو زعفران کے رنگ میں رنگی ہوئی تھی، اس سے خوشبو پھوٹنے کی غرض سے پانی چھڑکا پھر اس کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں جا کر بیٹھ گئیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ! مجھ سے دور رہیں یہ آپ کی باری کا دن نہیں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا یہ تو اللہ پاک کا فضل و کرم ہے وہ جسے چاہے عطا کر دے پھر حضرت عائشہ نے سارا قصہ بیان کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صفیہ سے راضی ہو گئے۔ (ابن ماجہ: ۱۹۷۳)

راقم عرض کرتا ہے کہ ایک سوکن کا دل اتنا بڑا ہونا چاہیے اور اس کی ترجیحات یہی ہونی چاہیے کہ اس کے لیے اس کے شوہر کا راضی ہو جانا اہمیت رکھتا ہو چاہے اس کی سوکن کا کتنا ہی فائدہ کیوں نہ ہو رہا ہو۔ ہمارے دیار میں بسا اوقات خواتین اس چکّر میں کہ سوکن کو کوئی خیر نہ پہنچ جائے شوہر کو ایذائیں پہنچاتی ہیں، پھر اپنی قسمت کو روتی ہیں کہ ہماری زندگی میں سکون ہی نہیں۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا حضرت عائشہ وحضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما کو وفات کے وقت بلا کر اپنے معاملات صاف کرنا:

عوف بن حارث سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے مجھے اپنی وفات کے وقت بلوایا، اور کہنے لگیں: ہمارے درمیان خلش جو عموماً سوتنوں کے درمیان ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ تمام معاف فرمائے، میں نے ان تمام سے درگزر کر لیا ہے اور میں نے وہ تمام معاف کر دی ہیں۔ حضرت عائشہ نے فرمایا: آپ نے مجھے خوش کیا، اللہ تعالیٰ آپ کو خوش کرے۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بھی اسی طرح معاملات کی صفائی کی۔ (المستدرک علی الصحیحین: ۶۷۷۳)

حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کا آپسی دوستانہ اور باہم رشک کرنا:

حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کے درمیان تو بڑا دوستانہ تھا، آپس میں ایک دوسرے سے خوب گاڑھی چھنتی تھی۔ آنے والے چند واقعات اس کے شاہد ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں اور حفصہ دونوں روزے سے تھیں، ہمارے پاس کھانے

کی ایک چیز آئی جس کی ہمیں رغبت ہوئی، تو ہم نے اس میں سے کھالیا۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ آ گئے ، تو حفصہ مجھ سے سبقت کر گئیں۔ وہ اپنے باپ ہی کی بیٹی تو تھیں، انہوں نے پوچھا: اللہ کے رسول! ہم لوگ روزے سے تھے۔ ہمارے سامنے کھانا آ گیا، ہمیں اس کی خواہش ہوئی تو ہم نے اسے کھالیا، آپ نے فرمایا: تم دونوں کسی اور دن اس کی قضاء کر لینا۔ (سنن الترمذی:۷۳۵)

نبی کریم ﷺ کے بیماری کے ایام تھے۔ آپ نمازیں مسجد میں تشریف لا کر برابر پڑھا رہے تھے تا آں کی اس عشاء کا وقت آیا جس سے پہلے مغرب کی نماز آپ کی پڑھائی ہوئی آخری مکمل نماز ثابت ہوئی، لہٰذا جب عشاء کا وقت آیا تو بیماری کی وجہ سے حضور ﷺ پر بے ہوشی کے دورے پڑنے لگے، آپ پر غشی طاری ہوگئی، جب آپ کو ہوش آیا تو پوچھا کہ: سب نے نماز پڑھ لی؟ تو کہا گیا کہ نہیں، آپ کا انتظار ہے، آپ نے کہا: پانی لاؤ، چناں چہ پانی لایا گیا، آپ نے غسل فرمایا، اور اٹھنا چاہتے تھے کہ پھر غشی طاری ہوئی، جب دوبارہ ہوش میں آئے تو پھر پوچھا کہ: سب نے نماز پڑھی؟ جواب میں عرض کیا گیا کہ نہیں، آپ کا انتظار ہے، پھر آپ نے پانی منگوایا اور غسل کیا، اور اٹھنا چاہتے تھے کہ پھر غشی طاری ہوگئی، پھر جب ہوش میں آئے تو پوچھا کہ: سب نے نماز پڑھی؟ کہا گیا کہ نہیں، آپ ﷺ کا انتظار ہے، پھر آپ ﷺ نے پانی منگوایا اور غسل کیا، اٹھنا چاہتے تھے کہ پھر غشی طاری ہوئی، تین مرتبہ ایسا ہوا، چوتھی مرتبہ جب ہوش آیا تو فرمایا کہ: ابوبکر سے کہو کہ: سب کو نماز پڑھائیں۔ اس موقع پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ: اللہ کے رسول! ابوبکر نرم دل آدمی ہیں، آپ ﷺ کی جگہ پر جب کھڑے ہوں گے تو نرم دلی کی وجہ سے اپنے آپ پر قابو نہیں رکھ سکیں گے، یعنی قراءت پوری نہیں کر سکیں گے، آپ ﷺ عمر رضی اللہ عنہ کو حکم دیجیے کہ وہ نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: میرے دل میں یہ خیال تھا کہ جو آدمی نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ میں آپ ﷺ کی جگہ کھڑا ہوگا لوگ اس کو اچھا نہیں سمجھیں گے؛ اس لیے میں نے یہ بات کہی تھی؟ بلکہ اپنی اس بات کی تائید کے لیے میں نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو سمجھا بجھا کر تیار کر لیا تھا، اور انھوں نے یوں سمجھ کر کہ میرے ابا نماز پڑھائیں گے آمادہ ہو کر اس پر تائید کر دی، اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: انتن صواحب یوسف او صواحبات یوسف کہ تم یوسف والیاں ہوں، یعنی اندر کیا بات ہے اور ظاہر میں کیا ہے! (شمائل ترمذی مع محمود الخصائل)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا۔ بھلا مجھ کو کہیں تم سے بھلائی پہنچ سکتی ہے؟

علامہ شبلی نعمانیؒ لکھتے ہیں: حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ حضرت ابوبکر اور عمر کی بیٹی تھیں جو تقرب نبوی میں دوش بدوش تھے اس بنا پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا دیگر ازواج کے مقابلہ میں باہم ایک تھیں لیکن کبھی کبھی خود بھی باہم رشک و رقابت کا اظہار ہو جایا کرتا تھا ایک مرتبہ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راتوں کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ پر چلتے تھے اور ان سے باتیں کرتے تھے۔ ایک دن حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ آج رات کو تم میرے اونٹ پر اور میں تمہارے اونٹ پر سوار ہوں تا کہ مختلف مناظر دیکھنے میں آئیں۔ (یا مطلب یہ ہے کہ ایک دوسرے کے اونٹ کی چال دیکھیں) انہوں نے یہ تجویز قبول کر لی اور ہر ایک دوسرے کے اونٹ پر سوار ہو گئیں۔ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کے پاس تشریف لائے۔ اس وقت اس پر حفصہ رضی اللہ عنہا بیٹھی ہوئی تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سلام کیا، پھر چلتے رہے، جب پڑاؤ ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس میں نہیں ہیں (اس غلطی پر عائشہ کو اس درجہ رنج ہوا کہ) جب لوگ سواریوں سے اتر گئے تو ام المؤمنین نے اپنے پاؤں اذخر گھاس میں ڈال لیے اور کہنے لگی کہ اے میرے رب! مجھ پر کوئی بچھو یا سانپ مسلط کر دے جو مجھ کو ڈس لے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تو کچھ کہہ نہیں سکتی تھی کیونکہ یہ حرکت خود میری ہی تھی۔ (صحیح بخاری:۵۲۱۱)

مذکورہ روایت سے ان دونوں کے درمیان دوستی کی جھلک دیکھی جا سکتی ہے، لیکن کبھی کبھی معمولی سی نوک جھونک بھی ہو جایا کرتی تھی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ جب یہ مقدس مائیں آپس میں معاہدہ کر لیتیں تو اس کو پورا کرتیں۔

ازواج مطہرات کا اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دینے کا بے مثال واقعہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مرض وفات میں بھی ازواج مطہرات کے یہاں ہر رات کی جو باری مقرر تھی اس کے مطابق ہر ایک کے یہاں تشریف لے جاتے تھے، یعنی بیویوں کے درمیان برابری کا سلوک اور انصاف کا معاملہ فرماتے تھے۔ اس بیماری میں بار بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ جملہ ارشاد فرمایا

کرتے تھے: أين أنا غدا؟ أين أنا غدا؟ میں کل کہاں ہوں گا، دراصل آپ ﷺ کا اشارہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کی طرف تھا، چوں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ دیگر ازواج کے مقابلہ میں نبی کریم ﷺ کو زیادہ محبت اور زیادہ انس تھا، اور جس کے ساتھ انس زیادہ ہوتا ہے وہاں قیام میں راحت بھی زیادہ ملتی ہے؛ اس لیے آپ ﷺ بار بار یہ سوال کرتے تھے، آپ ﷺ کے اس سوال کو سن کر ازواج مطہرات سمجھ گئیں کہ آپ ﷺ یہ چاہتے ہیں کہ آپ کا قیام وہاں ہو؛ بلکہ بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے امہات المؤمنین سے عرض کیا کہ: حضور ﷺ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہو رہا ہے کہ آپ ﷺ بیماری کے ان ایام کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گذاریں، چناں چہ تمام امہات المؤمنین نے بہ رضا و رغبت حضور ﷺ سے عرض کیا کہ: آپ شوق سے ہماری بہن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہاں اپنے بیماری کے ایام گذاریں۔ (محمود الخصائل)

سوال: مرد دوسرا نکاح کیوں کرے؟ اس کی کیا نیات اور مقاصد ہونے چاہیے؟

جواب[1]: اس جواب سے پہلے ہم مناکحات رسول اکرم ﷺ پر ایک نظر ڈالتے ہیں، اتباعِ رسول کے ساتھ ساتھ ہم ان مقاصد کی بھی نیت کر سکتے ہیں جن کے پیش نظر نبی کریم ﷺ نے نکاح فرمایا اور ان حکمتوں کے حصول کی بھی نیت کر سکتے ہیں جن کا ذکر مفصل گزر چکا۔

(۱) حضور ﷺ کا پہلا نکاح حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے:

حضرت خدیجہ ایک معزز خاتون تھیں۔ ان کا سلسلہ نسب پانچویں پشت میں آں حضرت ﷺ کے خاندان سے ملتا ہے اور اس رشتہ کے لحاظ سے وہ آپ کی چچیری بہن تھیں۔ ان کی دو شادیاں پہلے ہو چکی تھیں، اب وہ بیوہ تھیں، نہایت شریف النفس اور پاکیزہ اخلاق تھیں، جاہلیت میں لوگ ان کو طاہرہ کے نام سے پکارتے تھے، نہایت دولتمند تھیں، طبقات ابن سعد میں لکھا ہے کہ جب اہل مکہ کا قافلہ تجارت کو روانہ ہوتا تو اکیلا ان کا سامان تمام قریش کے برابر ہوتا تھا۔

جناب رسول اللہ ﷺ کی عمر اب پچیس برس کی ہو چکی تھی، متعدد قومی کاموں میں آپ شریک ہو چکے تھے، تجارت کے کاروبار کے ذریعہ سے لوگوں کے ساتھ معاملات پیش آتے تھے، اس بنا پر آپ ﷺ کے حسن معاملہ، راست بازی، صدق و دیانت اور پاکیزہ اخلاق کی

---

(۱) اس جواب کی اکثر باتیں حضرت مفتی سعید احمد صاحب پالنپوریؒ کی علمی خطبات سے ماخوذ ہیں۔

عام شہرت ہو چکی تھی، یہاں تک زبانِ خلق نے آپ کو امین کا لقب دے دیا تھا۔حضرت خدیجہ نے ان اسباب کے لحاظ سے آں حضرت ﷺ کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ میرا مال تجارت لے کر شام کو جائیں، جو معاوضہ میں اوروں کو دیتی ہوں آپ ﷺ کو اس کا مضاعف دوں گی آں حضرت ﷺ نے قبول فرمایا اور مال تجارت لے کر بصری تشریف لے گئے۔

واپس آنے کے تقریبا تین مہینہ کے بعد حضرت خدیجہ نے آپ ﷺ کے پاس شادی کا پیغام بھیجا ان کے والد کا انتقال ہو چکا تھا، لیکن ان کے چچا عمرو بن اسد زندہ تھے عرب میں عورتوں کو یہ آزادی حاصل تھی کہ شادی بیاہ کے متعلق خود گفتگو کر سکتی تھیں۔تاریخِ معین پر ابو طالب اور تمام رؤسائے خاندان جن میں حضرت حمزہ بھی تھے حضرت خدیجہ کے مکان پر آئے ابو طالب نے خطبہ نکاح پڑھا اور پانچ سو طلائی درہم مہر قرار پایا۔

بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت خدیجہ کے والد زندہ تھے اور ان کی موجودگی میں نکاح ہوا، لیکن شراب میں مخمور تھے جب ہوش میں آئے تو نکاح کا حال سن کے برہم ہوئے کہ یہ برابر کا جوڑ نہیں۔ (المعجم الکبیر:۱۸۵۸)

لیکن یہ روایت صحیح نہیں امام سہیلی نے بہ تصریح اور بدلیل ثابت کیا ہے کہ حضرت خدیجہ کے والد جنگ فجار سے قبل انتقال کر چکے تھے۔ (سیرۃ النبی ﷺ)

حضرت مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نبی پاک ﷺ نے سب سے پہلا نکاح حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے کیا، اس وقت آپ ﷺ کی عمرِ مبارک ۲۵ر سال تھی، اور جب تک حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا زندہ رہیں، آپ ﷺ نے دوسرا کوئی نکاح نہیں کیا، آپ ﷺ کی ساری اولاد [ایک صاحبزادے کے علاوہ، جو ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھے، اور جن کا نام ابراہیم رضی اللہ عنہ تھا] حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے ہی ہوئی ہیں، دو یا تین صاحبزادے پیدا ہوئے، جو بچپن ہی میں وفات پا گئے، اور چار صاحبزادیاں ہوئیں، جب آنحضرت ﷺ نبوت سے سرفراز کئے گئے، اس وقت آپ ﷺ کی یہی ایک بیوی تھی۔

(۲) حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح خانگی ضرورت سے کیا:

پھر جب نبوت کے پانچویں، یا ساتویں سال حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا، تو گھر کا انتظام کرنے والا کوئی نہ رہا، آپ ﷺ پر ایک طرف نبوت کی ذمہ داریاں تھیں، دوسری

طرف گھر کے انتظام اور بچیوں کی پرورش کا مسئلہ تھا، اس لئے خاندان کی عورتوں نے مشورہ دیا، کہ آپ دوسری شادی کرلیں، تا کہ بیوی آپ کے گھر کا انتظام بھی کرے، اور بچیوں کو بھی سنبھالے، چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا، حضرت سودہ رضی اللہ عنہا ابتداءِ نبوت ہی میں مشرف باسلام ہوچکی تھیں، اور بیوہ تھیں، ان کا پہلا نکاح ان کے چچازاد بھائی ''سکران بن عمرو'' سے ہوا تھا، انہوں نے آکر گھر اور بچیوں کو سنبھالا، یہ دوسری بیوی ہیں، جو حضورِ اکرم ﷺ کے گھر میں آئیں۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا واقعہ:

سیرۃ النبی ﷺ میں ہے: حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے انتقال سے آں حضرت ﷺ نہایت پریشان وغمگین تھے، یہ حالت دیکھ کر خولہ بنت حکیم نے عرض کیا کہ آپ کو ایک مونس و رفیق کی ضرورت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! گھر بار بال بچوں کا انتظام سب خدیجہ کے متعلق تھا آپ ﷺ کے ایما سے وہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے والد کے پاس گئیں اور نکاح کا پیغام سنایا۔ انہوں نے کہا: ہاں! محمد شریف کفو ہیں۔ لیکن سودہ سے بھی تو دریافت کرو، غرض سب مراتب طے ہو گئے تو آں حضرت ﷺ خود تشریف لے گئے اور سودہ کے والد نے نکاح پڑھایا۔ چار سو درہم مہر قرار پایا نکاح کے بعد عبد اللہ بن زمعہ (حضرت سودہ کے بھائی) جو اس وقت کافر تھے آئے اور ان کو یہ حال معلوم ہوا تو سر پر خاک ڈال لی کہ کیا غضب ہوگیا چنانچہ اسلام لانے کے بعد اپنی اس حماقت شعاری پر ہمیشہ افسوس آتا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور سودہ کا خِطبہ اور نکاح چونکہ قریب قریب ایک ہی زمانہ میں ہوا اس لیے مؤرخین میں اختلاف ہے کہ کس کو تقدم حاصل ہے۔ ابن سحاق کی روایت ہے کہ سودہ رضی اللہ عنہا کو تقدم ہے، عبداللہ بن محمد بن عقیلؒ کا قول ہے کہ وہ حضرت عائشہ کے بعد نکاح میں آئیں۔

مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: دو باتیں آپ حضرات ذہن میں رکھیں:

پہلی بات: نبی پاک ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ تمام نکاح بیوہ عورتوں سے کئے ہیں، حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا جو آپ ﷺ کی سب سے پہلی زوجۂ مطہرہ ہیں، اور جن کے ساتھ آپ ﷺ نے پوری جوانی کا زمانہ گذارا ہے، وہ بھی بیوہ تھیں، حضورِ اکرم ﷺ سے پہلے

دو جگہ ان کی شادی ہوچکی تھی، پہلا نکاح ''ابوہالہ بن زرارہ تمیمی'' سے ہوا تھا، اور دوسرا نکاح ''عتیق بن عائذ مخزومی'' سے ہوا تھا۔

دوسری بات: دو نکاح اللہ تعالیٰ نے کرائے ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نکاح کرنے کا صریح حکم آیا ہے، یا اشارہ ملا ہے، اس لئے آپ ﷺ نے وہ دونوں نکاح کئے ہیں، حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح اللہ تعالیٰ نے کرایا ہے، اس نکاح کا تذکرہ قرآن کریم میں سورۂ احزاب آیت نمبر ۳۷ میں ہے: فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا. جب زید رضی اللہ عنہ ان سے اپنی حاجت پوری کر چکے (اور انہوں نے طلاق دیدی) تو ہم نے ان کے ساتھ آپ ﷺ کا نکاح کر دیا، پس حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح، وحی متلو سے ہوا، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح، وحی غیر متلو سے ہوا ہے، ان کو خواب میں دکھایا گیا، اور بتایا گیا، کہ یہ آپ کی بیوی ہیں، یہ دو نکاح تو اللہ تعالیٰ نے کرائے ہیں، باقی جتنے نکاح کئے ہیں، وہ حضورِ اقدس ﷺ نے خود کئے ہیں، اور سارے نکاح مذکورہ تین مصلحتوں سے کئے ہیں۔ ملی، ملکی اور شخصی مصلحتیں۔

ملی، ملکی اور شخصی مصلحتوں کی مثالیں:

ملی ضرورت سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے اللہ تعالیٰ نے نکاح کرایا ہے، اور حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بہن، حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے جو حضور ﷺ نے نکاح کیا ہے، وہ ملکی (سیاسی) مصلحت سے کیا ہے، اور شخصی مصلحت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا، اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے کیا ہے، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دلجوئی کے لئے، اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح خود ان کی دلجوئی کے لئے کیا ہے۔

(۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کی مصلحت:

نبی پاک ﷺ کی زندگی خلوت و جلوت میں منقسم ہے، اور آپ ﷺ کے قول و فعل سے شریعت بنتی ہے، اور آپ ﷺ جلوت میں جو کچھ ارشاد فرمائیں گے، یا جو کام کریں گے، اس کو صحابہ رضی اللہ عنہم سنیں گے، دیکھیں گے، اور محفوظ کریں گے، مگر خلوت کے اقوال و افعال کو صحابہ رضی اللہ عنہم اخذ نہیں کر سکتے، جبکہ وہ اقوال و افعال بھی شریعت ہیں، اس لئے ضروری تھا، کہ آپ ﷺ کے گھر میں کوئی ایسی سمجھ دار، زیرک بیوی ہو، جو خانگی زندگی کے اقوال و افعال کو محفوظ

کرے، اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں تھیں، مگر وہ عمر رسیدہ تھیں، اور بہت زیادہ زیرک بھی نہیں تھیں، وہ اس اہم ترین ذمہ داری کو بخوبی انجام نہیں دے سکتی تھیں، اس لئے وحی غیر متلو سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح کرایا گیا، تاکہ وہ خانگی زندگی کے اقوال و افعال کو محفوظ کر کے امت تک پہنچائیں، اور شریعت مکمل ہو۔

چنانچہ جب دو ہجری سے شریعت نازل ہونی شروع ہوئی، تب وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں آئیں۔ [مکی زندگی میں اسلامی عقائد یعنی توحیدِ خداوندی، اور رسالتِ محمدی اور آخرت پر زور دیا گیا تھا، احکام تفصیل سے نازل نہیں ہوئے تھے، بالاجمال زکوٰۃ وغیرہ کا حکم آیا تھا، مگر اس کی تفصیلات نازل نہیں ہوئی تھیں، تفصیلات دو ہجری سے نازل ہونی شروع ہوئی ہیں۔]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نصفِ دین کی حامل:

ایک موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم میں اعلان فرمایا: خُذُوا نِصْفَ دِيْنِكُمْ مِنْ حُمَيراء (آدھا دین عائشہ رضی اللہ عنہا سے حاصل کرو) آدھے دین سے پچاس فیصد مراد نہیں ہے، عربی میں لفظِ نصف مختلف اعتبارات سے بولا جاتا ہے، علمِ میراث (علم الفرائض) کو آدھا علم کہا گیا ہے، تَعَلموا الفَرائضَ فانها نِصْفُ العلم: علم الفرائض کو سیکھو، وہ آدھا علم ہے، انسان کی زندگی دو حصوں میں منقسم ہے، موت سے پہلے کی زندگی، اور موت کے بعد کی زندگی، پس جو احکام دنیا کی زندگی سے متعلق ہیں، وہ آدھا علم ہیں، اور علمِ میراث موت کے بعد کے احوال سے متعلق ہے، اس لئے وہ آدھا علم ہے، غرض آدھے کے لئے پچاس فیصد ہونا ضروری نہیں، مختلف اعتبارات سے نصف کی مختلف شکلیں ہوتی ہیں، حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے کہ نصف علم عائشہ رضی اللہ عنہا سے حاصل کرو، اس کا مطلب ہے کہ خلوت کے احکام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے معلوم کرو، اور جلوت کے احکام، صحابہ رضی اللہ عنہم سے سیکھو، نفس الامر میں جلوت کے مسائل زیادہ ہیں، اور خلوت کے کم، مگر جلوت اور خلوت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے دو پہلو ہیں، اس اعتبار سے خلوت کے احکام کو نصف علم کہا گیا ہے۔ [حديث خذوا شطر دينكم من الحميراء] محض بے اصل روایت ہے، کسی کتاب میں اس کی کوئی سند نہیں (تحفۃ الاحوذی جلد نمبر ۴ صفحہ نمبر ۳۶۴) مگر ترمذی شریف میں حدیث (نمبر ۳۹۱۰) ہے: ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، جب بھی صحابہ پر کوئی بات مشتبہ ہوتی تھی، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس اس مسئلہ کا کچھ نہ کچھ علم ہوتا تھا، پس

مضمون صحیح ہے، کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس دین کا بڑا علم تھا]۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا واقعہ:

شیخ پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح بہ اذنِ الٰہی ہوا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خواب دیکھا، اور دو مرتبہ دیکھا، ایک فرشتہ ریشمی کپڑا لایا، اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس کو کھولیے، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کھولا، تو اس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نظر آئیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں، اور ان کے گھر میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بکثرت آنا جانا تھا، اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بچی تھیں، چھ سال کی تھیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا تھا، اس لئے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کپڑا کھولا، اور اس میں وہ نظر آئیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً پہچان لیا، کہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں، فرشتہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ آپ کی بیوی ہیں۔ (بخاری شریف: ۲۰۱۲)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوچا، کہ شادی تو کرنی ہے، مگر عائشہ ابھی بچی ہیں، سات، آٹھ سال کے بعد بالغ ہونگی، اور رخصتی کے لائق ہونگی، اور بیوی کی ضرورت ابھی ہے۔ بخاری شریف کی روایت میں ہے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دل میں سوچا: اگر یہ بات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، تو اس کا کوئی سبب بنے گا، چند دن کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر بعینہٖ یہی خواب دیکھا۔

دوسری طرف یہ ہوا، کہ جب خاندان کے لوگ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مناسب رشتہ تلاش کر رہے تھے، ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دل میں خیال آیا کہ اگر کسی مناسب جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رشتہ ہوجاتا، تو بہتر تھا، اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بچی تھیں، اور دوسری کوئی صاحبزادی ان کی نہیں تھی۔ نیز انہوں نے سوچا کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بوڑھی عورت ہیں، بظاہر زیادہ دنوں کی مہمان نہیں، مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی عمر میں برکت فرمائی، اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تک زندہ رہیں، لیکن عمرِ طبعی کے اعتبار سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ اندازہ کیا، کہ چند سالوں میں ان کا انتقال ہوجائے گا، اور اس وقت تک عائشہ بڑی ہوجائیں گی، اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے بعد وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر سنبھال لیں گی، یہ سب باتیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ذہن میں تھیں۔

اُدھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم دو مرتبہ خواب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھ چکے تھے، اور فرشتہ کہہ چکا تھا، کہ وہ آپ کی بیوی ہیں، چنانچہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پیشکش کی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے

آنحضور ﷺ کا نکاح ہوگیا، مگر وہ شوہر کے گھر بھیجنے کے قابل نہیں تھیں، اس لئے صرف نکاح ہوا، رخصتی عمل میں نہیں آئی۔ [یورپ و امریکہ میں لوگ سوال کرتے ہیں، کہ چھ سال کی لڑکی سے نکاح کرنے کا کیا تک ہے؟ وہ لوگ نکاح اور زفاف کا فرق نہیں جانتے، زمانۂ جاہلیت میں بھی، ہندوؤں میں بھی، اور مسلمانوں میں بھی نابالغوں کے نکاح کا رواج ہے، مگر لڑکی شوہر کے گھر اس وقت بھیجی جاتی ہے، جب وہ شوہر کے قابل ہوجائے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی بلوغ کے بعد رخصت کی گئی تھیں، اور یورپ و امریکہ والوں کے نزدیک بلوغ کی عمر، سترہ اٹھارہ سال ہے، اسلامی نقطۂ نظر سے یہ غلط ہے، اسلام میں جب لڑکی کو ماہواری آجائے تو وہ بالغ ہوجاتی ہے۔]

ہجرت تک تنہا حضرت سودہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے گھر میں رہیں، ہجرت کے بعد دوسرے سال، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس قابل ہوگئیں، کہ وہ شوہر کے گھر بھیجی جاسکیں، چنانچہ ہجرت کے دوسرے سال ان کی رخصتی عمل میں آئی، اب آپ ﷺ کے گھر میں دو بیویاں اکٹھی ہوئیں، اس وقت نبی پاک ﷺ کی عمرِ مبارک ۵۵/ سال تھی، اور پوری عمرِ مبارک ۶۳/ سال ہوئی ہے، پس گویا وفات سے آٹھ سال پہلے حضور ﷺ کے گھر میں دو بیویاں جمع ہوئیں ہیں۔

(۴) حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح لے پالک کی رسم ختم کرنے کے لئے کیا ہے:

جب سے شریعت کی تفصیلات نازل ہونی شروع ہوئی ہیں، تب سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کے گھر میں آئی ہیں، تاکہ خلوت کے احکام محفوظ کرکے امت کو پہنچائیں، یہ ملی مصلحت ہے، اسی مصلحت سے اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ ﷺ سے کرایا ہے، اور اسی مصلحت سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے بھی اللہ تعالیٰ نے نکاح کرایا ہے، زمانۂ جاہلیت سے یہ تصور چلا آرہا تھا، کہ منہ بولا بیٹا / بیٹی حقیقی اولاد کی طرح ہیں، حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے جو آپ ﷺ کے متبنیٰ حضرت زید رضی اللہ عنہ کی مطلقہ تھیں، نکاح کراکر اس رسم کو ختم کردیا۔

منہ بولے بیٹے / بیٹی سے پردہ واجب ہے:

چنانچہ آج معمولی پڑھے لکھے آدمی کے ذہن میں بھی کوئی الجھن نہیں، وہ بخوبی جانتا ہے، کہ منہ بولا بیٹا اور بیٹی حقیقی اولاد نہیں، لہٰذا ان کو میراث نہیں ملے گی، ہاں گود لینے والا اپنی زندگی میں ان کو مکان، زمین، دولت وغیرہ دیدے، یا تہائی مال کی وصیت کرے تو جائز ہے، مگر ان کو میراث نہیں ملے گی، میراث صرف ورثاء کا حق ہے، اور متبنیٰ وارث نہیں، اس کے احکام وہی

ہیں، جو اجنبی کے ہیں، چنانچہ گود لی ہوئی لڑکی سے بالغ ہونے کے بعد پردہ واجب ہے، کیونکہ وہ اجنبی ہے، گود لینے سے وہ بیٹی نہیں بن گئی، اسی طرح کسی عورت نے کوئی لڑکا گود لیا، تو بالغ ہونے کے بعد گود لینے والی پر پردہ کرنا واجب ہے، کیونکہ وہ ماں نہیں ہے، یہ تمام احکام اس نکاح کے ذریعہ واضح کئے گئے، اور زمانۂ جاہلیت سے جو تصور چلا آرہا تھا، اس کو اس نکاح کے ذریعہ ختم کر دیا گیا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کا واقعہ:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب زینب رضی اللہ عنہا کی عدت پوری ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید رضی اللہ عنہ کو ان کے پاس بھیجا کہ جاکر انہیں میرے لیے رشتہ کا پیغام دو۔ زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں گیا اور میں نے کہا: زینب خوش ہو جاؤ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تمہارے پاس نکاح کا پیغام دے کر بھیجا ہے۔ انہوں نے کہا: میں کچھ نہیں کرنے کی جب تک میں اپنے رب سے مشورہ نہ کرلوں (یہ کہہ کر) وہ اپنے مصلی پر (صلاۃ استخارہ پڑھنے) کھڑی ہوگئیں، (ادھر اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح ان سے آسمان پر ہی کر دیا)، اور قرآن نازل ہو گیا: **فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا**. اس آیت کے نزول کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس کسی حکم و اجازت (یعنی رسمی ایجاب و قبول) کے بغیر تشریف لائے اور ان سے خلوت میں ملے۔

(سنن نسائی: ۳۲۵۱)

انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: چنانچہ اسی بناء پر وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری بیویوں پر یہ کہہ کر فخر کرتی تھیں کہ تمہاری شادیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تمہارے گھر والوں (رشتہ داروں) نے کی ہیں، اور میری شادی تو اللہ نے آپ سے ساتویں آسمان پر کر دی ہے۔ (ترمذی ۳۲۱۳)

(۵) حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ملکی (سیاسی) مصلحت سے کیا ہے:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض نکاح ملکی مصلحت سے کئے ہیں، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جہاں اللہ تعالیٰ کے رسول تھے، حکومت کے سربراہ بھی تھے، اور حکومت کے سربراہ کو بہت سے معاملات سیاسی انداز سے سوچنے پڑتے ہیں، اور ان کا حل تلاش کرنا پڑتا ہے، اسی ملکی مصلحت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی نکاح کئے ہیں، حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے نکاح اسی مصلحت سے تھا، جس کی تفصیل یہ ہے کہ جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے، اور جو مسلمان ہجرت

کر کے حبشہ چلے گئے تھے، وہ بھی مدینہ آنے لگے، اور انصار نے ہر طرح مسلمانوں کی نصرت وحمایت کا وعدہ کیا، تو کفارِ مکہ نے اہلِ مدینہ کو خط لکھا، کہ جو مسلمان بھاگ کر تمہارے یہاں آئے ہیں، ان کو واپس کرو، ورنہ ہم تم پر حملہ کریں گے، مدینہ والوں نے اس خط کا کوئی جواب نہ دیا، اس سے قریش کا پارہ چڑھ گیا، انہوں نے حملہ کی تیاریاں شروع کر دیں، ایک قافلہ ہتھیار خریدنے کے لئے ملکِ شام بھیجا، جب وہ قافلہ ہتھیار لے کر لوٹا، تو مسلمانوں کو اس کی خبر ہوئی، انہوں نے اس کا تعاقب کرنے کا ارادہ کیا، جب اس کی اطلاع کفارِ مکہ کو ہوئی، تو وہ بڑے لشکر کے ساتھ قافلہ کو بچانے کے لئے نکلے، اس طرح بدر کا معرکہ پیش آیا۔

یہ اسلام کی سب سے پہلی جنگ تھی، اس جنگ میں مکہ والے حملہ آور نہیں ہوئے تھے، حقیقت میں وہ اپنا قافلہ بچانے کے لئے نکلے تھے، جو شام سے ہتھیار لے کر مکہ آرہا تھا، قافلہ تو صحیح سالم نکل گیا، مگر مکہ سے جو لشکر قافلہ کو بچانے کے لئے چلا تھا، وہ واپس نہیں لوٹا، بلکہ مدینہ منورہ کی طرف بڑھا، اور بدر کا معرکہ پیش آیا، اس جنگ کے بعد بھی بار بار مکہ والے، مدینہ منورہ پر چڑھ کر آئے، احد میں چڑھ کر آئے، غزوۂ احزاب میں تو تمام قبیلے ایک ساتھ اکٹھا ہو کر حملہ آور ہوئے، اور ان تمام جنگوں میں بدر کے علاوہ کمانڈر انچیف ابوسفیان تھے، وہی سردارِ مکہ تھے، اور وہی بار بار فوج کشی کر رہے تھے، اگرچہ وہ بعد میں مسلمان ہو گئے تھے، مگر جنگِ بدر کے علاوہ جتنی مرتبہ کفار مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوئے ہیں، تمام جنگوں میں کمانڈر انچیف ابوسفیان ہی تھے، ابوسفیان کی ایک صاحبزادی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا تھیں، وہ مسلمان ہوگئی تھیں، اور اپنے شوہر کے ساتھ ہجرت کر کے حبشہ چلی گئی تھیں، جب ان کے شوہر کا انتقال ہو گیا، اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر ہوئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک وفد شاہِ حبشہ نجاشی رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس بھیجا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وفد کے ساتھ نجاشیؒ کے پاس یہ پیغام بھیجا، کہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو میرے نکاح کا پیغام دو، چنانچہ شاہِ حبشہ نجاشیؒ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے منگنی بھیجی، حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے لئے اس سے بڑی کیا سعادت ہوسکتی تھی، انہوں نے فوراً منگنی قبول کر لی، پھر نجاشی رحمہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں، حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح پڑھا گیا، اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نجاشی رحمہ اللہ تعالیٰ وکیل بنے، اور خود انہوں نے اپنی طرف سے مہر ادا کیا، اور فرمایا کہ جب نبیوں کا نکاح ہوتا ہے، تو اس کے بعد کوئی نہ کوئی میٹھی چیز ضرور کھلائی جاتی ہے، چنانچہ انہوں نے نکاح

کے بعد مٹھائی تقسیم کی، پھر حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو وفد کے ساتھ بہت سے ہدایا دے کر مدینہ منورہ بھیج دیا، اس نکاح کی جب ابوسفیان کو خبر ہوئی، تو ان کی مکھی تیل میں گری، اس کے بعد ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی ہمت نہیں ہوئی، کہ وہ مدینہ منورہ پر چڑھائی کریں، غزوۂ احزاب کے بعد یہ نکاح ہوا تھا، جب ابوسفیان کو اس نکاح کی خبر ہوئی، تو انہوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کہا: اس سانڈ کو کوئی نکیل نہیں ڈال سکتا۔

غرض حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کرنے کی وجہ سے مکہ والوں سے لڑائی ختم ہوگئی، یہ ملکی مصلحت تھی، اور بھی کئی نکاح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مصلحت سے کئے ہیں، پھر کبھی مقصد پورا ہوا، کبھی پورا نہیں ہوا، حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنے کا جو مقصد تھا، اس میں سو فیصد کامیابی ہوئی۔

مولانا اشرف عباس قاسمی استاد دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں: نسب کی طرح سسرالی رشتے کی عربوں میں بڑی اہمیت تھی اور سخت دشمنی کے باوجود بھی عموماً اس کا پاس ولحاظ رکھا جاتا تھا۔ قبیلے، برادری اور خاندان کی عصبیت نے بھی بہت سوں کو دین حق سے دور کر رکھا تھا اور ان جاہلی بیماریوں کے علاج کی بھی حکمت و رأفت کے ساتھ سخت ضرورت تھی؛ چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان نکاحوں نے بھی بہت سے اشخاص اور قبائل کے دلوں پر لگے نفرت کے تالوں کے لیے شاہِ کلید کا کام کیا۔ مثلاً ام المومنین ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا سے نکاح نے کفر کی مشترکہ طاقت کے سالار اعظم اور نمایاں ترین مخالف ابوسفیان کی نفرت وعداوت کی تلوار کو بہ تدریج کند کرنے میں خاص کردار ادا کیا؛ چنانچہ آیت کریمہ "عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً" (سورۂ ممتحنہ:۷) "اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ تم میں اور ان لوگوں میں جن سے تمہاری عداوت ہے دوستی کر دے" میں مودت اور محبت کا مصداق بعض مفسرین نے ام حبیبہ سے نکاح کو ہی قرار دیا ہے جس کی وجہ سے ابوسفیان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تئیں نرم گوشہ ہوگئے تھے۔ (دیکھیے ابن کثیر ۸/ ۹۰)

اور خود ابوسفیان کو جب اس نکاح کا علم ہوا تو انھوں نے بڑے اعزاز کے ساتھ کہا تھا: "ہو الفَحْلُ لا یُقْدَعُ انفُہ" (سیراعلام النبلاء، ج۲، ص۲۲۳) "وہ ایسا نر (باعزت شوہر) ہے جس کو (نکاح سے روکنے کے لیے) ناک پر مارا نہیں جاسکتا" دراصل جب کمزور اونٹ بہت عمدہ

اونٹنی سے جفتی کا ارادہ کرتا ہے تو لوگ اس کی ناک پر مار کر الگ کر دیتے ہیں اور جب اس کے خلاف ہو تو یہ محاورہ بولتے ہیں، ابوسفیان کی بیٹی ام حبیبہ عبید اللہ بن جحش کے نکاح میں تھی، دونوں مسلمان تھے؛ عبید اللہ بن جحش کے بعد اگر وہ مکہ واپس آتیں تو سارا خاندان مشرک تھا، ایمان کی حفاظت مشکل ہوتی، تو حضرت نجاشی نے ان کا نکاح رسول اللہ ﷺ سے کر دیا۔ اس پر ابوسفیان نے اس محاورے سے خوشی کا اظہار کیا اور حضور ﷺ کی عظمت کا اعتراف بھی، یہ بڑا ہی معنی خیز ہے، بعض نے اس کا مطلب بتایا ہے: محمد ایک معزز انسان ہیں، جن کی عزت کو داغ دار نہیں کیا جاسکتا، یا یہ کہ یہ رسول اکرم ﷺ کے ناقابل شکست اور مستحکم ہونے کی طرف اشارہ تھا۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کا واقعہ:

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ وہ ابن جحش کے نکاح میں تھیں، ان کا انتقال ہو گیا اور وہ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے سرزمین حبشہ کی جانب ہجرت کی تھی تو نجاشی نے ان کا نکاح رسول اللہ ﷺ سے کر دیا، اور وہ انہیں لوگوں کے پاس ملک حبش ہی میں تھیں۔ (ابو داود: ٢٠٨٦)

ان کا مہر چار ہزار (درہم) مقرر کیا۔ اور اپنے پاس سے تیار کر کے انہیں شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیج دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے پاس (حبشہ میں) کوئی چیز نہ بھیجی، رسول اللہ ﷺ کی دوسری بیویوں کا مہر چار سو درہم تھا۔ (نسائی: ٣٣٥٠)

(٦) حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے بھی نکاح ملکی مصلحت سے کیا تھا:

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح یہودیوں کو قریب لانے کے لئے کیا تھا، مگر اس میں ناکامی ہوئی، یہود بے بہبود آنحضور ﷺ اور اسلام کے کٹر مخالف تھے، اس کے دل بغض و عناد سے بھرے ہوئے تھے، اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا حیی بن اخطب سردار بنی نضیر کی بیٹی تھیں، اور دوسرے سردار کنانہ بن ابی الحقیق کی بیوی تھیں، جنگِ خیبر میں یہ دونوں مارے گئے تھے، نبی پاک ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو اپنی زوجیت میں لے لیا، تاکہ یہود قریب آئیں، کیونکہ جب حضور ﷺ ان کے داماد بن جائیں گے، تو قدرتی طور سے ان کو حضور ﷺ سے محبت ہوگی، اور قریب آئیں گے مگر جو مقصد تھا، وہ حاصل نہیں ہوا، وہ ناہنجار قوم ذرا قریب نہیں آئی، یہ تو اللہ تعالیٰ کے اختیار کی بات ہے، کہ مقصد حاصل ہوگا، یا نہیں؟ بندہ تو اسباب اختیار کرتا ہے، پھر کبھی اسباب کارگر ہوتے ہیں، اور کبھی فیل ہوجاتے ہیں۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کا واقعہ:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ خیبر میں تشریف لے گئے۔ ہم نے وہاں فجر کی نماز اندھیرے ہی میں پڑھی۔ جب آپ خیبر کی بستی میں داخل ہوئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اکبر خیبر برباد ہوگیا، جب ہم کسی قوم کے آنگن میں اتر جائیں تو ڈرائے ہوئے لوگوں کی صبح منحوس ہو جاتی۔ آپ نے یہ تین مرتبہ فرمایا، راوی نے کہا کہ خیبر کے یہودی لوگ اپنے کاموں کے لیے باہر نکلے ہی تھے کہ وہ چلا اٹھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آن پہنچے۔ پس ہم نے خیبر لڑ کر فتح کرلیا اور قیدی جمع کئے گئے۔ پھر دحیہ رضی اللہ عنہ آئے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ! قیدیوں میں سے کوئی باندی مجھے عنایت کیجئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جاؤ کوئی باندی لے لو۔ انہوں نے صفیہ بنت حیی کو لے لیا۔ پھر ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ! صفیہ جو یہودیوں کے سردار کی بیٹی ہیں، انہیں آپ نے دحیہ کو دے دیا۔ وہ تو صرف آپ ہی کے لیے مناسب تھیں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دحیہ کو صفیہ کے ساتھ بلاؤ، وہ لائے گئے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا تو فرمایا کہ قیدیوں میں سے کوئی اور باندی لے لو۔ راوی نے کہا کہ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صفیہ کو آزاد کر دیا اور انہیں اپنے نکاح میں لے لیا۔ ثابت بُنانی نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ابوحمزہ! ان کا مہر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا رکھا تھا؟ انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خود انہیں کی آزادی ان کا مہر تھا اور اس پر آپ نے نکاح کیا۔ پھر راستے ہی میں ام سلیم رضی اللہ عنہا (انس رضی اللہ عنہ کی والدہ) نے انہیں دلہن بنایا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رات کے وقت بھیجا۔ اب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دولہا تھے، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے پاس بھی کچھ کھانے کی چیز ہو تو یہاں لائے۔ آپ نے ایک چمڑے کا دستر خوان بچھایا۔ بعض صحابہ کھجور لائے، بعض گھی، عبدالعزیز نے کہا کہ میرا خیال ہے انس رضی اللہ عنہ نے ستو کا بھی ذکر کیا۔ پھر لوگوں نے ان کا حلوہ بنا لیا۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ولیمہ تھا۔ (بخاری)

(۷) حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دلجوئی کے لئے کیا ہے۔ اور ان کے نکاح کا واقعہ:

بعض نکاح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شخصی مصلحت سے کئے ہیں، شخص سے مراد، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات نہیں ہے، یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذاتی ضرورت سے وہ نکاح نہیں کئے، بلکہ یا تو جس

عورت سے نکاح کیا ہے، اس کی دلجوئی مقصود تھی، یا اس عورت کے کسی متعلق کی، جیسے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دلجوئی کے لئے کیا ہے، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح خُنیس بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا، یہ بدری صحابی ہیں، اور جنگِ بدر کے بعد مدینہ منورہ میں ان کا انتقال ہوا ہے، جب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیوہ ہوگئیں، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کی شادی کی فکر ہوئی، چنانچہ وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ملے، اور ان کے سامنے پیشکش کی، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں سوچ کر جواب دونگا، پھر چند دن کے بعد جب دوبارہ ملاقات ہوئی، تو انہوں نے کہا: میرا فی الحال شادی کرنے کا ارادہ نہیں، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملے، اور ان کے سامنے پیشکش کی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خاموش ہوگئے، کوئی جواب نہیں دیا، جس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ملال ہوا، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے انکار سے ملال نہیں ہوا تھا، کیوں کہ انہوں نے صاف جواب دے دیا تھا، مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ دوستانہ تعلقات تھے، وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے، اور ان سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بہت زیادہ امید تھی، اگر وہ بھی انکار کردیتے، تو زیادہ غم نہ ہوتا، کیونکہ ہر شخص اپنی مرضی کا مالک ہے، کسی پر زبردستی اپنی مرضی نہیں تھوپی جاسکتی، مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بات سن کر خاموش ہوگئے، کوئی جواب نہیں دیا، اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بڑا رنج ہوا۔

اس کے بعد چند دن گذرے تھے، کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے پیام دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ خوش ہوگئے، اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کردیا، تب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: تم نے جس وقت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کی پیشکش کی تھی، اور میں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا، اس وقت تمہیں غصہ تو آیا ہوگا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بہت غصہ آیا تھا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ ایک راز تھا، میں نے اس وجہ سے جواب نہیں دیا تھا، کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں مجھ سے مشورہ کیا تھا، کہ جب سے میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا ہے، عمر رضی اللہ عنہ کا دل ٹوٹا ہوا ہے، اب حفصہ رضی اللہ عنہا خالی ہوئی ہیں، پس کیا میں ان سے نکاح کرلوں؟ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشورہ دیا تھا، کہ آپ ضرور ان سے شادی کرلیں، اس سے عمر رضی اللہ عنہ کی دلجوئی ہوگی، اور میں اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راز فاش کرنا نہیں چاہتا تھا، اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حفصہ رضی اللہ عنہا سے شادی نہ کرتے، تو میں کرلیتا، غرض آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح، نہ اپنی ضرورت کے لئے کیا، نہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی ضرورت سے، بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دلجوئی کے لئے کیا تھا۔ [حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہمیشہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے دین میں آگے بڑھنا چاہتے تھے، مگر کبھی نہ بڑھ سکے، جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کیا، اس زمانہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اس کے خواہشمند تھے، مگر اس وقت ان کی کوئی لڑکی نہیں تھی، چنانچہ اس وقت سے ان کا دل ٹوٹا ہوا تھا، اب موقع آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر کے ان کی دلجوئی کی]۔

(۸) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بھی نکاح شخصی مصلحت سے کیا ہے:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح، خود ان کی دلجوئی کے لئے کیا ہے، ان کا پہلا نکاح ان کے چچازاد بھائی ''ابوسلمہ بن عبد الاسد مخزومی رضی اللہ عنہ'' سے ہوا تھا، انہی کے ساتھ وہ مشرف باسلام ہوئیں تھیں، اور انہی کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی، پھر وہاں سے مکہ مکرمہ واپس آ کر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی، جب مدینہ منورہ میں حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوگیا، تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی دلداری کے لئے ان سے نکاح کرلیا، اور ازواجِ مطہرات میں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بعد علم و فضل میں، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہی کا نمبر ہے، آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خانگی زندگی کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بعد سب سے زیادہ انہوں نے محفوظ کیا ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کا واقعہ:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تمہیں کوئی مصیبت آئے تو یوں دعا مانگو: ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور اسی کی طرف ہمیں لوٹ کر جانا ہے، اے اللہ! میں اپنی مصیبت کا معاملہ تیری بارگاہ میں پیش کرتا ہوں تو مجھے اس میں اجر عطا فرما۔ ام المومنین فرماتی ہیں اس دعا میں اس سے آگے یہ الفاظ ہیں، یا اللہ! مجھے اس کا اچھا بدل عطا فرما، چنانچہ میں جب اگلے الفاظ بولنے لگتی تو میں سوچتی کہ ابوسلمہ سے بہتر مجھے کونسا شوہر مل سکتا ہے؟ لیکن میں یہ دعا مسلسل مانگتی رہی حتی کہ جب میری عدت پوری ہوگئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے پیغام بھیجا، میں نے انکار کیا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پیغام بھیجا، میں نے ان کو بھی انکار کر دیا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام دے کر ایک خاتون کو بطور نمائندہ بھیجا، ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ تعالیٰ کے رسول کو خوش آمدید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفیر کو بھی خوش آمدید۔ (پھر اس

خاتون سے کہا تم رسول اللہ ﷺ کو میرا اسلام کہنا اور آپ کو بتا دینا کہ مجھ میں بچے پیدا کرنے کی صلاحیت ختم ہو چکی ہے اور میں بہت زیادہ غیرت مند بھی ہوں۔ اور یہ کہ میرے قریبی رشتہ داروں میں کوئی بھی اس وقت میرے پاس نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے جواباً پیغام بھیجا کہ بچوں کا معاملہ میں، اللہ تعالیٰ تیرے بچوں کو تیرے لئے سلامت رکھے، (میری طرف سے اس بات کی پرواہ نہ کرو) اور جہاں تک غیرت کا معاملہ ہے تو میں دعا کروں گا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری اس کیفیت میں نرمی عطا فرمائے، اور جہاں تک اولیاء کا (تعلق) ہے تو تمہارے جتنے بھی اولیاء ہیں چاہے یہاں حاضر ہیں یا غائب ہیں سب کو راضی کرنا میری ذمہ داری ہے۔ ام المومنین نے اپنے بیٹے سے کہا: اے بیٹے جاؤ اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ میرا نکاح کر دو، ان کے بیٹے نے ان کا نکاح رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کر دیا، اور ان سے کہا: میں نے جتنا سامان تمہاری بہن کو دیا تھا اتنا ہی آپ کو بھی دوں گا، اس میں کچھ بھی کمی نہیں کروں گا، چنانچہ دو مٹکے، دو چکیاں اور ایک تکیہ جس میں لیف بھرا ہوا تھا ان کو جہیز میں دیا، رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لاتے تھے۔ ان ایام میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی زینب دودھ پیتی تھی، رسول اللہ ﷺ جب بھی تشریف لاتے تو ام المومنین اپنی بیٹی زینب کو گود میں لٹا کر دودھ پلانے لگ جاتی تھیں۔ آپ فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ بہت نرم مزاج اور حیادار تھے، آپ غصہ کئے بغیر واپس تشریف لے جاتے تھے، عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی بھائی ہیں، وہ معاملہ سمجھ گئے، ایک دن رسول اللہ ﷺ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس جانے کا ارادہ کیا، تو حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور ان کی گود سے زینب کو چھین لیا اور کہا: اس گندی بچی کو چھوڑ دو تو نے اس کے سبب رسول اللہ ﷺ کو تکلیف دی ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے، آپ نے حجرے کے چاروں طرف نظر دوڑائی اور پوچھا: زناب کہاں ہے؟ کیا بات ہے آج زناب نظر نہیں آرہی؟ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: عمار آیا تھا وہ اس کو اپنے ساتھ لے گیا، اس دن رسول اللہ ﷺ نے اپنی اس بیوی کے ساتھ سلسلہ ازدواج شروع کیا اور ان سے فرمایا: اگر تم چاہو تو میں ساتوں دن تمہارے پاس آیا کروں اور (اس صورت میں دیگر ازواج کے پاس بھی ساتوں دن جایا کروں گا۔)　(مستدرک:۶۷۵۹)

(۹)حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنے کی مصلحت:

قبیلے پر نوازشات، تالیف قلب اور دشمنی ختم کرنے پر آمادہ کرکے اسلام کی طرف راغب کرنا مصلحت تھی بنوالمصطلق کے سردار کی بیٹی حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا جب حبالۂ عقد میں آئیں تو ایسے حالات بنے کے وہ قبیلہ جو مسلمانوں سے برسر پیکار تھا، بہ رضاورغبت اسلام کے جانثاروں میں شامل ہوگیا۔ (سیرت ابن ہشام ۲/۲۹۵)

مولانا اشرف عباس قاسمی فرماتے ہیں: آپ کے نکاح سے بعض مرتبہ فوری عمومی فائدہ یہ ہوا کہ قبیلے کی ایک خاتون سے نکاح کی خبر جیسے ہی عام ہوئی مسلمانوں نے اس رشتہ داری کے احترام میں، قبیلے کے جن افراد کو غلام اور باندی بنار کھا تھا، سب کو ازاد کر دیا؛ چنانچہ حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے جو قبیلہ بنو مصطلق کے سردار کی بیٹی تھیں، نکاح کی خبر سے مسلمانوں نے بنومصطلق کے تمام قیدی جو جنگ میں ہاتھ لگے تھے، آزاد کر دیے اور کہنے لگے: أصهار رسول الله يسترقون؟ کیا رسول اللہ کے سسرالی رشتہ داروں کو غلام بنایا جاسکتا ہے؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جویریہ بنت حارث کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کر لینے سے بنومصطلق کے سو گھرانوں کو آزادی نصیب ہوگئی، میرے علم میں نہیں کہ کوئی اور خاتون، جویریہ سے زیادہ اپنی قوم کے لیے خیروبرکت کا ذریعہ بنی ہو۔ (زادالمعاد ۳/۲۵۸)

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کا واقعہ:

حضرت جویریہ "حارث بن ضرار" کی بیٹی تھیں جو قبیلہ بنی مصطلق کا سردار تھا۔ مسافع بن صفوان سے شادی ہوئی تھی جو غزوۂ مریسیع میں قتل ہوا، اس لڑائی میں کثرت سے لونڈی غلام مسلمانوں کے ہاتھ آئے ان ہی باندیوں میں حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ جب مال غنیمت کی تقسیم ہوئی تو وہ ثابت بن قیس بن شماس انصاری رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئیں۔

اسلام میں اگر آقا راضی ہو تو لونڈی یا غلام کچھ رقم ادا کر کے آزاد ہو سکتے ہیں اس طریقہ کو فقہا کی اصطلاح میں کتابت کہتے ہیں اسی اصول کے موافق حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا مکاتبہ بن گئیں، ان کو شرط کے موافق نو اوقیہ سونا ادا کرنا تھا لیکن یہ رقم ان کی استطاعت سے بہت زیادہ تھی، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور کہا یارسول اللہ میں مسلمان کلمہ گو عورت اور حارث کی بیٹی جویریہ ہوں، جو اپنی قوم کا سردار ہے مجھ پر جو مصیبتیں آئیں وہ آپ سے مخفی نہیں، میں ثابت بن

قیس کے حصہ میں آئی اور نو اوقیہ سونے پر ان سے عہد کتابت کیا، یہ تو میرے امکان میں نہ تھی لیکن میں نے آپ کے بھروسہ پر اس کو منظور کرلیا اور اب آپ سے اس کا سوال کرنے کے لیے آئی ہوں۔ آپ نے فرمایا تو کیا تم کو اس سے بہتر چیز کی خواہش نہیں؟ انہوں نے کہا وہ کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں یہ رقم ادا کر دیتا ہوں اور تم سے نکاح کر لیتا ہوں۔ وہ راضی ہوگئیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو بلایا وہ بھی راضی ہو گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رقم ادا کی اور ان کو آزاد کر کے نکاح کر لیا۔ (سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

(۱۰) حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا واقعہ اور مصلحت:

میمونہ نام باپ کا نام حارث اور ماں کا نام ہند تھا، پہلے مسعود بن عمرو بن عمیر الثقفی کے نکاح میں تھیں، مسعود نے طلاق دے دی تو ابو رہم بن عبدالعزی نے نکاح کرلیا۔ ابو رہم کے انتقال کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کا پیغام بھیجوایا، حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اپنے (نکاح کے) معاملے کا اختیار دیا، پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کا نکاح کر دیا۔ یہ نکاح عمرۃ القضاء میں ہوا۔ (بخاری، مسند احمد)

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس نکاح کا پیغام دے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا، اور نکاح کے بعد زفاف وغیرہ احرام سے نکلنے کے بعد عمل میں لایا گیا۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کی وجہ سے نجد کے علاقے میں اسلام اور صلح کی راہیں ہموار ہوئیں۔ (مولانا اشرف عباس قاسمی)

یہی ان کی نکاح کی مصلحت تھی کہ اسلام مخالف جذبات سرد پڑ گئے اور لوگوں کے دل اسلام کی طرف مائل ہو گئے۔

(۱۱) حضرت زینب اُم المساکین رضی اللہ عنہا سے نکاح اور اس کی مصلحت:

زینب بنت خزیمہ نام تھا، چونکہ فقراء و مساکین کو نہایت فیاضی کے ساتھ کھانا کھلاتیں تھیں، اس لیے اُم المساکین کی کنیت کے ساتھ مشہور ہوگئیں، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے عبداللہ بن

جحش کے نکاح میں تھیں، عبد اللہ بن جحش نے جنگ احد ۳ھ میں شہادت پائی (ان کو ہمدردی اور غم خواری کی ضرورت تھی) اور آں حضرت ﷺ نے اسی سال ان سے نکاح کر لیا نکاح کے بعد آں حضرت ﷺ کے پاس صرف دو تین مہینے رہنے پائی تھیں کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ آں حضرت ﷺ کی زندگی میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد صرف یہی ایک بیوی تھیں جنھوں نے وفات پائی۔ آں حضرت ﷺ نے خود نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ وفات کے وقت ان کی عمر ۳۰/ سال کی تھی۔ (سیرۃ النبی ﷺ)

نکاحوں کا محرک خواہش نفس یا شہوت پرستی ہرگز نہیں:

اوپر کی تفصیلات سے یہ بالکل واضح ہو چکا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے جتنے نکاح کیے، ان کے پیچھے انسانی، دینی، تعلیمی، عمومی اور خصوصی مصلحتیں تھیں اور یہ متعدد نکاح ان ازواج کے لیے اور پوری امت کے لیے خیر کثیر اور نفع عظیم کا باعث بنے اور تھوڑی بہت سمجھ بوجھ رکھنے والا شخص بھی سمجھ سکتا ہے کہ ان نکاحوں کا محرک محض خواہش نفس کی تکمیل یا شہوت پرستی ہرگز نہیں تھا۔

اوپر کی تفصیلات سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ اگر کوئی شخص دوسرا نکاح کرنا چاہتا ہے تو اس کے پیش نظر یہی باتیں ہونی چاہیے کہ اس میں منکوحہ کی یا منکوحہ کے کسی متعلق کی دلجوئی، ہم دردی یا غم خواری مقصود ہو، سماجی یا ملکی فوائد مدنظر ہوں، تعلیمی یا ملی مصالح مطلوب و مراد ہوں۔ ان کے علاوہ وہ سنت رسول اور طریقۂ خلفائے راشدین کے تمسک و احیاء کی بھی نیت کرے۔ جتنی عالی نیات ہوں گی اتنے ہی عالی ثمرات ہوں گے۔

سوال: کیا یہ بات قابل ملامت ہے کہ کوئی شخص ایک سے زائد عورتوں سے لطف اندوزی کے لیے دوسرا نکاح کرے؟ کیا جماع کے کیف و سرور سے محظوظ ہونے کے لیے دوسرے تیسرے نکاح کی رغبت رکھنا برا ہے؟ کیا ایک سے زیادہ نکاح کرنا عیاشی ہے؟

جواب: جماع صرف قضائے حاجت اور بشری ضرورت پورا کرنے کا نام نہیں ہے بلکہ نکاح کے مقاصد میں سے ایک مقصد ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے مقاصد کی اساس اور جڑ ہے، نکاح کے کتنے مقاصد ہیں جن کا ہم نے اپنی کتاب ”حیات زوجین کا اسلامی خاکہ قرآن و حدیث کی روشنی میں“ میں تذکرہ کیا ہے، ان مقاصد میں سے اکثر اسی جماع کے ذریعہ حاصل ہوتے ہیں، اسی عمل سے نگاہیں پست ہوتی ہیں، انسان اپنی شرمگاہ کی حفاظت کر کے عفت مآب ہوتا ہے، اسی سے

نسل حاصل ہوتی ہے اسی وجہ سے ایک حدیث میں اسے صدقہ سے تعبیر کر کے عبادت ہونے کے پہلو کو واضح کیا گیا ہے۔

حضرت مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ حجۃ اللہ البالغۃ کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: شہوتِ فرج عطیہ ُخداوندی ہے؛ جب اللہ تعالی نے انسان کو مدنی الطبع پیدا کیا ہے اور مشیت خداوندی نے طے کیا کہ نوع انسانی کی بقا توالد و تناسل کے ذریعے سے ہو تو ضروری ہے کہ مثبت پہلو سے انسان کو افزائش نسل کی تاکید کے ساتھ ترغیب دی جائے، اور توالد و تناسل کا واحد ذریعہ شہوت فرج ہے، شہوت بطن اس کے لیے ممد و معاون ہے۔ یہ شہوت ہمہ وقت انسان پر مسلط ہے اور اس کو طلبِ نسل پر مجبور کرتی ہے خواہ وہ چاہیں یا نہ چاہیں۔

(ملخص از رحمۃ اللہ الواسعۃ ۵/۱۰۸)

علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ مرد کی طبیعت میں تنوع پسندی (متعدد عورتیں کرنا) پائی جاتی ہے، اور وہ ایک سے زیادہ بیویوں کا متمنی رہتا ہے، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مرد کے اس فطری رجحان پر رقم طراز ہیں: فالاکثار من النِّسَاء شِيمة الرجال وربما يحصل به المباهاة فقدر الشارع بِأربع. (حجۃ اللہ البالغۃ)

ترجمہ: پس زیادہ عورتیں رکھنا مردوں کی طبیعت ہے، اور بعض اوقات یہ فخر کے اظہار کے لئے ہوتا ہے، چنانچہ اسے چار تک شارع نے محدود کر دیا۔ (اور جائز مباہات (شان وشوکت) کی اجازت ہے جیسے متعدد مکانات، سواریاں اور لباس رکھنا بس تعدد ازدواج بھی ایک فطری تقاضے کی تکمیل ہے) (رحمۃ اللہ الواسعۃ:۹۹)

اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو جائز رکھا ہے اس کی شرائط کی رعایت کی جائے تو اس میں کوئی عیب کی بات نہیں، نہ یہ ناجائز عیاشی اور اپنی ٹھرک پوری کرنا ہے۔ عیاشی اور ٹھرک پن تو فائدہ اٹھا کر چھوڑ دینا ہے، ناجائز تعلقات استوار کرنا ہے، خفیہ یاریاں رکھنا ہے اس طرح کے واقعات ہوئے ہیں کہ مرد نے سالی سے زنا کر لیا اور یہ کہہ کر معاملہ رفع دفع کر دیا گیا کہ انسان ہیں، بہک جاتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی دوسرا نکاح کر لے تو اس کو عیاش، ٹھرکی، بد اطوار، عورتوں کا حریص، تمام عورتوں کو بری نکاح سے تاڑنے والا پتا نہیں کیا کیا کہا جاتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ دوسرا نکاح کرنا باعث شرف و عزت اور وجہ فخر و مباہات ہی نہیں بلکہ

سبب خیر و برکت بھی ہے۔

ہمارے ایک استاذ نے قرآن و حدیث کی روشنی میں فرمایا:

تین عمل خیر و برکت کا اور مال میں اضافہ کا سبب ہیں۔

۱ حج اور عمرہ پے در پے کرنا؛ حج اور عمرہ کو پے در پے ادا کرتے رہو، اس لیے کہ یہ دونوں فقر اور گناہوں کو اس طرح دور کر دیتے ہیں جس طرح بھٹی لوہے، سونے اور چاندی کے میل کچیل کو دور کر دیتی ہے۔ (ترمذی)

۲ صدقہ کرنا؛ اللہ سود کو مٹاتے اور صدقات کو بڑھاتے ہیں۔ (سورۂ بقرہ)

۳ تعدد ازدواج؛ اور اپنے میں سے غیر شادی شدہ (خواہ شادی ہی نہ کی ہو، یا کسی اور سبب سے بیوی یا شوہر نہ ہو)، نیز اپنے غلاموں اور باندیوں میں سے جو نکاح کے لائق ہوں، ان کا نکاح کر دو، اگر وہ تنگ دست ہیں تو اللہ اپنے فضل سے ان کو مالدار کر دیں گے اور اللہ وسعت والے ہیں اور سب کچھ جانتے ہیں۔ (سورۂ نور)

حدیث شریف میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین آدمی ایسے ہیں کہ جن کی مدد کرنا اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لازم قرار دیا ہے، مجاہد کی مدد کرنا، ایسے نکاح کرنے والے شخص کی مدد کرنا جو پاک دامنی اور زنا سے بچنے کا ارادہ رکھتا ہو اور وہ غلام جو کہ بدل کتابت ادا کرنا چاہتا ہو۔ (سنن نسائی)

اس کا تجرباتی اور عقلی پہلو یہ ہے کہ جو شخص اس بات کا تہیہ کر لے گا کہ اسے پے در پے حج کرنا ہے یا صدقہ کرتے رہنا ہے یا کئی بیویاں کرنی ہیں تو وہ نئے نئے اسباب رزق کو تلاش کرے گا، کاروبار میں محنت کرے گا، منصوبہ بندی اور کفایت شعاری سے کام لے گا، اور اللہ تعالی کی طرف سے بھی مدد ہوگی۔ آج ہم رزق میں برکت و وسعت کے اسباب تلاش کرتے ہیں دعائیں اور وظائف معلوم کرتے ہیں، لیکن اللہ تعالی نے جو سبب رزق مقرر کیا ہے اس سے روگردانی کرتے ہیں۔

شیخ البانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: زیادہ نکاح کرنا دولت اور مالداری کا سبب ہے۔ یہ بات مجھے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی یاد دلاتی ہے: ﴿إِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ط﴾ (سورۂ نور: ۳۲) (اگر وہ فقیر ہوں گے تو اللہ انہیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا) پس

نکاح مالداری کا سبب ہے، فقر کا سبب نہیں۔ ﴿ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا﴾ (سورۂ نساء:۳) یعنی: تم فقیر نہ ہو جاؤ۔

لوگ کہا کرتے ہیں: ”مہمان اپنے ساتھ اپنا رزق لے کر آتا ہے“، اور ہم یہ بھی کہتے ہیں: ”دوسری بیوی بھی اپنا رزق لے کر آتی ہے“۔ تو پھر لوگ دوسری شادی سے کیوں ڈرتے ہیں؟ اس لیے کہ انہیں فقر میں پڑ جانے کا خوف ہوتا ہے۔

حالانکہ یہ آیت ان کے اس خوف کا رد کرتی ہے: ﴿ذٰلِكَ اَدْنٰٓى﴾ یعنی: زیادہ قریب ہے ﴿اَلَّا تَعُوْلُوْا﴾ یعنی: کہ تم فقیر نہ ہو جاؤ۔ اور اسی کی مثل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى﴾ (اور اس نے آپ کو نادار پایا تو غنی کر دیا)

(سلسلۃ الہدی والنور، ۵۳۶)

بہر حال تعدد ازدواج معیوب نہیں بلکہ باعثِ شرف وعزت ہے نہ صرف مرد کے لیے بلکہ عورت کے لیے بھی جو کہ دوسری بیوی بننا چاہتی ہے اس کے لیے بھی ایسے احکام رکھے گئے ہیں جس میں اس کے لیے تکریم و تحریم ہے۔

دوسری بیوی سے نکاح کرنے کے بعد اس کے پاس مسلسل سات راتیں گزارنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: شریعت میں ملحوظ مصالح میں تالیف قلب اور عزت افزائی بھی ہے۔ مہمان کا اکرام اور یک شبانہ روز کی دعوت اسی غرض سے مامور بہ ہے۔ پس نئی دلہن کی تالیف اور اکرام بھی ضروری ہے۔ اور اس کی یہی صورت ہے کہ چند روز کی شب باشی میں اس کو ترجیح دی جائے۔ یہ بات ایک حدیث سے مفہوم ہوتی ہے۔ جب نبی کریم ﷺ کا ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا، تو آپ نے تین راتیں مسلسل ان کے کے پاس گزاریں، پھر فرمایا: تم اپنے خاوند کے نزدیک کچھ بے قدر نہیں ہو۔ اگر تم چاہو تو میں تمہارے پاس سات راتیں رہوں، الی آخرہ (مشکوۃ حدیث ۳۲۳۴) اس حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ نئی دلہن کے پاس چند دن مسلسل رہنا اس کی دلجوئی، قدر دانی اور عزت افزائی کے لئے ہے۔

سوال ہوتا ہے کہ نئی بیوی کے پاس مسلسل چند دن رہنے میں پرانی بیوی کی دل شکنی ہے۔ وہ خیال کرے گی: نیا لباس آ گیا پرانا اتار پھینکا!

جواب: اس کی دل شکنی کا علاج شریعت نے اس طرح کیا ہے کہ یہ طریقہ رائج کیا کہ

آنے والی بیوی کا چند دن تک حق ہے۔ جب پرانی کو یہ مسئلہ معلوم ہوگا تو اس کا دل مطمئن ہو جائے گا۔ کیونکہ جب کوئی طریقہ جاری کیا جاتا ہے، اور اس سے کسی کی ایذارسانی مقصود نہیں ہوتی ، نہ وہ حکم کسی کے لئے خاص ہوتا ہے تو معاملہ نرم پڑ جاتا ہے یعنی اس طریقہ کو قبول کرلیا جاتا ہے۔ جسے حالت حیض میں صحبت کی ممانعت شوہر کی حق تلفی نہیں۔ کیونکہ یہ سماوی عذر ہے، اور ہر شوہر کے لئے عام حکم ہے۔ شوہر کی حق تلفی مقصود نہیں، پس شوہر صبر کرے گا اور بیوی کا شکوہ نہیں کرے گا۔ اسی طرح پرانی بیوی بھی صبر کرے گی شوہر کو شکوہ نہیں کرے گی۔

(رحمۃ اللہ الواسعۃ شرح حجۃ اللہ البالغۃ ۵/۱۳۲)

دوسرا نکاح کنواری سے کرنا:

دوسرے نکاح کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ بیوہ یا مطلقہ ہی سے نکاح کیا جائے بلکہ کنواری یا اپنی پسند سے کسی خوبصورت دین دار دوشیزہ سے بھی نکاح کرنا بلا کراہت جائز ہے، ناپسندیدہ نہیں ہے۔

مولانا شبیر احمد لکھتے ہیں: دوسری شادی کے لئے ضروری نہیں ہے کہ انسان بیوہ یا مطلقہ ہی سے شادی کرے بلکہ ہمارے سینوں میں دل اور پھر دل میں جذبات رکھنے والے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ. ترجمہ: اور عورتوں میں سے جو بھی تمہیں اچھی لگیں تم ان سے نکاح کرلو۔

اسلام نے مرد و عورت کی پسند کا یکساں خیال رکھا ہے۔ چنانچہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

إِذَا خَطَبَ أَحَدُكُمُ الْمَرْأَةَ، فَإِنِ اسْتَطَاعَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى مَا يَدْعُوهُ إِلَى نِكَاحِهَا فَلْيَفْعَلْ ، قَالَ : فَخَطَبْتُ جَارِيَةً فَكُنْتُ أَتَخَبَّأُ لَهَا حَتَّى رَأَيْتُ مِنْهَا مَا دَعَانِي إِلَى نِكَاحِهَا وَتَزَوُّجِهَا فَتَزَوَّجْتُهَا . ۳ سنن ابي داود:۲۰۸۲

ترجمہ: جب تم میں سے کوئی عورت کو پیغام نکاح دے تو ہو سکے تو وہ اس چیز کو دیکھ لے جو اسے اس سے نکاح کی طرف راغب کر رہی ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے ایک لڑکی کو پیغام دیا تو میں اسے چھپ چھپ کر دیکھتا تھا یہاں تک کہ میں نے وہ بات دیکھ ہی لی جس نے مجھے اس کے نکاح کی طرف راغب کیا تھا، میں نے اس سے شادی کر لی۔

حضرت انس روایت کرتے ہیں کہ

أَنَّ الْمُغِيرَةَ بْنَ شُعْبَةَ أَرَادَ أَنْ يَتَزَوَّجَ امْرَأَةً، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اذْهَبْ فَانْظُرْ إِلَيْهَا ، فَإِنَّهُ أَحْرَى أَنْ يُؤْدَمَ بَيْنَكُمَا ، فَفَعَلَ، فَتَزَوَّجَهَا، فَذَكَرَ مِنْ مُوَافَقَتِهَا . (سنن ابن ماجه۱۸۶۶)

ترجمہ: مغیرہ بن شعبہ نے ایک عورت سے نکاح کرنا چاہا، تو نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: جاؤ اور اس کو دیکھ لو ایسا کرنے سے زیادہ امید ہے کہ تم دونوں کے درمیان الفت و محبت ہو، مغیرہ رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا، اور پھر شادی کی، پھر انہوں نے اس سے اپنی باہمی موافقت اور ہم آہنگی کا ذکر کیا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بیوہ عورت کا نکاح اس وقت تک نہ کیا جائے جب تک اس کی اجازت نہ لی جائے اور کنواری عورت کا نکاح اس وقت تک نہ کیا جائے جب تک اس کی اجازت نہ مل جائے۔صحابہ نے کہا کہ یا رسول اللہ ! کنواری عورت اجازت کیوں کر دے گی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس کی صورت یہ ہے کہ وہ خاموش رہ جائے ۔ یہ خاموشی اس کا اجازت سمجھی جائے گی۔ (بخاری:۵۱۳۶)

مذکورہ بالا روایات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اسلام نے نکاح کے سلسلے میں مرد وعورت کی پسند و رضا کوملحوظ رکھا ہے، لہٰذا اگر کسی شخص کو دوسری شادی کے لئے کوئی رشتہ پسند آجائے خواہ وہ کنواری ہی کیوں نہ ہو تو وہ کرسکتا ہے بشرطیکہ مساوات وعدل کی اہلیت رکھتا ہو ۔

سوال: ہمارے زمانے میں عدل کرنا دشوار ترین قریب بہ محال ہے۔عوام تو عوام کئی علماء بھی اس سلسلے میں پھسڈی واقع ہو رہے ہیں۔ نکاح کرتے ہیں لیکن عدل نہیں کرتے یا پہلی بیوی کی ہنگامہ آرائی کی وجہ سے عدل نہیں کر پاتے۔ اور ایک سنت پر عمل کرنے سے کئی فرائض کا ترک لازم آتا ہے۔ اس لیے اس زمانے میں دوسرے نکاح پر اقدام عقلمندی نہیں ہے۔

جواب: اصل جواب سے پہلے چند احکام و مسائل ملاحظہ فرمائیں:

جس کی دو بیویاں ہوں تو ان میں مساوات شب باشی (یعنی صرف رات گزارنے) اور خرچہ و نان نفقہ دینے میں برابری کا معاملہ کرنا شوہر پر واجب ہے۔

بذل المجهود میں ہے:(باب: في القسم) أي العدل (بين النساء) في المبيت والطعام والكسوة والإعطاء۔ (كتاب النكاح، باب في القسم بين النساء)

عمدۃ القاری میں ہے:"إذا كان رجل له امرأتان أو ثلاث أو أربع يجب عليه أن يعدل بينهن في القسم...وتمام العدل أيضا بينهن تسويتهن في النفقة والكسوة والهبة ونحوها." (کتاب فضائل القرأن، باب العدل بين النساء)

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نفقہ دینے اور بعرض تالیف و انس (یعنی دلجوئی کے لئے) رات گزارنے میں دونوں بیویوں میں انصاف اور برابری کرنا واجب ہے۔باقی تبرعات وتحالف یعنی زائد لین دین اور ہدیے تحفے جوڑے وغیرہ جو لازمی نہیں ہیں ان میں بھی عدل اور برابری واجب ہے حنفیہ کا یہی قول ہے۔

مکان میں جو برابری واجب ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر ایک کو الگ گھر دینا چاہیے. جبراً دونوں کو ایک گھر میں رکھنا جائز نہیں البتہ اگر دونوں رضا مند ہوں تو ان کی رضا مندی تک جائز ہے۔ (اسلامی شادی)

عدل کا معنی اور اس کے اقسام و احکام:

عدل کا مطلب ہے دو یا چند بیویوں کے درمیان انصاف اور برابری کرنا۔لیکن تمام چیزوں میں برابری کرنا واجب نہیں ہے۔

عدل تین طرح کا ہے:

(۱) جس کا مکلف نہیں بنایا گیا ہے: جیسے خوش طبعی، ہنسی مذاق، باہمی انس و محبت، میلان قلبی اور رغبت میں برابری کرنا۔دلی کیفیات کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد بھی ہے کہ اے اللہ یہ میری تقسیم ہے (بیویوں کے درمیان) جو میرے اختیار میں ہے، آپ ان چیزوں میں ملامت نہ فرمانا جو آپ کے اختیار میں ہے میرے اختیار میں نہیں ہے۔ (نسائی)

(۲) عدل استحبابی: یعنی وہ امور جن میں عدل واجب ہے(یعنی شب باشی، نفقہ اور راجح قول کے مطابق اضافی تحفے تحائف) کے علاوہ میں برابری کرنا مستحب ہے۔ جیسے جماع، بوسوں اور دن میں وقت گزاری وغیرہ میں برابری کرنا۔اسی میں وہ عدل بھی آتا ہے جس کو ہم عدل احتیاطی کا نام دے سکتے ہیں، جیسے وہ احوال جو بعض اکابرین امت سے منقول ہیں، ان میں کچھ احوال ذکر کیے جاتے:(۱)حضرت جابر بن زید رحمہ اللہ سے منقول ہے، وہ کہتے ہیں:میری دو بیویاں تھیں، اور میں ان کے درمیان اس قدر عدل کرتا تھا کہ بوسوں تک کو گن کر برابر کرتا

تھا۔(۲) مجاہد رحمہ اللہ سے منقول ہے، وہ کہتے ہیں:لوگ (صحابہ و تابعین) پسند کرتے تھے کہ سوتنوں کے درمیان ہر چیز میں برابری کریں، حتیٰ کہ خوشبو میں بھی؛ جس طرح ایک کے لیے خوشبو لگاتے، اسی طرح وہی خوشبو دوسری کے لیے بھی لگاتے تھے۔(۳) ابن سیرین رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ:جس شخص کی دو بیویاں ہوں، اس کے بارے میں یہ ناپسند کیا جاتا تھا کہ وہ ایک کے گھر میں وضو کرے اور دوسری کے گھر میں نہ کرے۔(روح المعانی) (۴) ابراہیم (نخعی) رحمہ اللہ کہتے ہیں:لوگ (صحابہ و تابعین) بیویوں کے درمیان اس قدر برابری کرتے تھے کہ اگر کچھ زائد بچ رہتا، جیسے ستّو یا کھانے کی کوئی چیز، تو اسے بھی برابر برابر تقسیم کرتے تھے؛ اور اگر وہ ایسی چیز ہوتی جسے ناپا نہیں جا سکتا تھا تو اسے مُٹھی مُٹھی بانٹ دیتے تھے۔(الدر المنثور) (۵) حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی دو بیویاں تھیں؛ جب وہ ایک کے گھر ہوتے تو دوسری کے گھر میں وضو تک نہ کرتے تھے۔ پھر وہ دونوں طاعون کی وبا میں وفات پا گئیں، تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کو ایک ہی قبر میں دفن کیا۔

خود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس کا بہت اہتمام فرماتے تھے۔حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کے پاس مال بھیجا۔ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کیا عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج کے پاس اسی طرح کا مال بھیجا ہے؟لوگوں نے کہا: نہیں، انہوں نے قریشی خواتین کو اتنا مال بھیجا ہے اور دیگر کو اس کے علاوہ۔

یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:اپنا سر اٹھاؤ، اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان اپنے مال اور اپنی ذات دونوں میں پورا پورا عدل فرمایا کرتے تھے۔

چنانچہ قاصد واپس گیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ بات بتائی، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سب کے لیے پورا پورا مال مکمل کر دیا۔ (التفسیر الکبیر)

زمانۂ قریب میں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی دونوں بیویوں کے درمیان بے حد انصاف فرماتے تھے، گاؤں کا ایک چوہدری آپ کی خدمت میں دو تربوز ہدیہ لایا، حضرت نے پوچھا: دو کیوں لائے؟ کہنے لگا کہ:جناب کی دو بیویاں ہیں اس لیے دو لایا ہوں۔آپ نے فرمایا کہ اگر دونوں کے وزن میں فرق ہوا تو پھر؟ اس نے عرض کیا کہ تول کر برابر وزن کے لایا ہوں۔حضرت نے فرمایا کہ اگر مٹھاس اور حلاوت میں فرق ہوا تو کیا ہوگا؟عرض کیا کہ وہ

تو معلوم نہیں اندر گھسنا تو ممکن نہیں۔ پھر حضرت نے ہر تربوز کے دو دو ٹکڑے کئے، ہر ایک کا آدھا دوسرے کے آدھے کے ساتھ ملا کر دونوں گھروں میں بھیج دیا۔ سبحان اللہ

(ملفوظات مولنا مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

(۳) تیسرا عدل ہے عدل واجب: جس میں عدل و برابری کرنا واجب ہے، جو ''وان لم تعدلوا فواحدة ''میں مراد ہے، جو دوسری شادی کے لیے مشروط ہے، بعض احباب عدل استحبابی یا عدل احتیاطی کو گراں سمجھتے ہوئے تعدد ازدواج کو ناممکن قریب بہ محال سمجھتے ہیں۔ عدل واجب تین چیزوں میں ہے؛(۱) شب باشی یعنی رات گزارنا (۲) نفقہ، نفقہ میں لباس اور رہائشی گھر بھی ہے، البتہ زمین کی پیائش اور قیمت میں گھر کا برابر ہونا ضروری نہیں، نہ ملکیت کے گھر میں رکھنا ضروری ہے۔ کرائے کا گھر فراہم کر دیا جائے تو وہ بھی کافی ہے۔

نفقہ کے سلسلے میں احناف کے دو قول ہیں؛ بعض حضرات یہ فرماتے ہیں نفقہ شوہر کی حالت کے اعتبار سے واجب ہے، اپنی وسعت کے اعتبار سے نفقہ دے گا تو اس صورت میں دونوں کے درمیان نفقہ میں برابری لازم ہو گی۔

جب کہ بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ نفقہ عورت کی حالت کے اعتبار سے واجب ہو گا، اگر مالدار خاتون کو مالداروں کی حیثیت کا اور نادار عورت کو ناداروں کی حیثیت سے نفقہ دیا جائے گا، اس صورت میں برابری لازم نہیں ہے۔

(۳) تیسری چیز جس میں برابری واجب ہے اس میں صرف حنفیہ منفرد ہیں، یعنی ''اضافی تحفے تحائف میں برابری کرنا۔'' اور حنفیہ میں بھی دو قول ہیں، ترجیحات میں بھی اختلاف ہے اگرچہ راجح ترجیح وجوب کی ہے۔

مفتی شبیر احمد حفظہ اللہ لکھتے ہیں: جب خاوند اپنی متعدد بیویوں کے مابین واجبی حقوق کو صحیح طور پر ادا کرتا رہے، تو کیا ایک زوجہ کو دوسری زوجہ سے زیادہ اضافی ہدیہ تبرع اور وسعت کر سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: اگر بیویوں کے واجبی حقوق ادا کرے تو اس کے بعد کسی زوجہ کو اضافی تبرعات اور ہدیہ وغیرہ سے نوازنا جائز ہے، یہ رائے شوافع، حنابلہ اور مالکیہ کے ایک قول کے مطابق کی ہے، اگرچہ بہتر و افضل یہی ہے کہ مساوات کا معاملہ کیا جائے۔

اور احناف کے ایک قول کے مطابق ایسا کرنا درست اور دوسرے قول کے مطابق درست نہیں ہے ، اسی طرح اگر شوہر بیویوں کے درمیان واجبی نان و نفقہ عدل و انصاف کے ساتھ ادا کرے، اور کسی ایک زوجہ کی زیادہ اولاد ہونے کی وجہ سے بچوں کی ضروریات اور نان و نفقہ میں اضافہ کرے تو اس میں کوئی حرج لازم نہیں آتا، کیونکہ یہ بچوں کا خرچہ ہے، جس کا وجوب مستقل حکم رکھتا ہے۔

وإذا قام الزوج بالواجب من النفقة والكسوة لكل واحدة من زوجاته، فهل يجوز له بعد ذلك أن يفضل إحداهن عن الأخرى في ذلك، أم يجب عليه أن يسوى بينهن في العطاء فيما زاد على الواجب من ذلك كما وجبت عليه التسوية في أصل الواجب؟ اختلف الفقهاء في ذلك فذهب الشافعية والحنابلة وهو الأظهر عند المالكية إلى أن الزوج إن أقام لكل واحدة من زوجاته ما يجب لها، فلا حرج عليه أن يوسع على من شاء منهن بما شاء ، ونقل ابن قدامة عن أحمد في الرجل له امرأتان قال : له أن يفضل إحداهما على الأخرى في النفقة والشهوات والكسوة إذا كانت الأخرى كفاية، ويشترى لهذه أرفع من ثوب هذه وتكون تلك في كفاية، وهذا لأن التسوية في هذا كله تشق، فلو وجب لم يمكنه القيام به إلا بحرج، فسقط وجوبه، كالتسوية في الوطء .

لكنهم قالوا: إن الأولى أن يسوى الرجل بين زوجاته في ذلك، وعلل بعضهم ذلك بأنه للخروج من خلاف من أوجبه.

وقال ابن نافع : يجب أن يعدل الزوج بين زوجاته فيما يعطى من ماله بعد إقامته لكل واحدة منهن ما يجب لها .

ونص الحنفية على وجوب التسوية بين الزوجات في النفقة على قول من يرى أن النفقة تقدر بحسب حال الزوج، أما على قول من يرى أن النفقة تقدر بحسب حالهما فلا تجب التسوية وهو المفتى به، فلا تجب التسوية بين الزوجات في النفقة لأن إحداهما قد تكون غنية وأخرى

فقيرة". (الموسوعة الفقهية الكويتية : مادة قسم، ج، ٣٣، ص ١٨٦ ، وزارة الأوقاف والشئون الإسلامية) (بحوالہ دوسری شادی فضائل و احکام)

مذکورہ عبارت میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا قول گزرا کہ جس شخص کی دو بیویاں ہوں، اس کے لیے جائز ہے کہ وہ نفقہ، خواہشات اور رہائش میں ایک کو دوسری پر ترجیح دے، بشرطیکہ دوسری بیوی کفایت میں ہو۔ اور وہ ایک کے لیے دوسری سے بہتر کپڑا خریدے، جبکہ دوسری کفایت میں ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان تمام امور میں مکمل برابری رکھنا دشوار ہے، اور اگر اسے لازم قرار دیا جائے تو آدمی شدید تنگی میں پڑ جائے گا، اس لیے اس کی فرضیت ساقط ہوگئی، جیسے وطی (ازدواجی تعلق) میں برابری لازم نہیں۔

امام باجی مالکیؒ نے المنتقی میں فرمایا ہے: ایثار (ترجیح) کی تیسری قسم یہ ہے کہ آدمی اپنی دونوں بیویوں کو نان و نفقہ اور لباس کی وہ مقدار دے جو ان کا حق ہے، پھر ان میں سے ایک کو ترجیح دے، مثلاً اسے ریشمی اور قیمتی کپڑے اور زیورات پہنائے۔ العتبیہ میں ابن القاسم کی روایت سے امام مالکؒ کا قول منقول ہے کہ ایسا کرنا اس کے لیے جائز ہے۔

بعض اہلِ علم کی رائے یہ ہے کہ تمام امور میں بیویوں کے درمیان برابری کرنا مستحب ہے، تا کہ ان اہلِ علم کے اختلاف سے بچا جا سکے جنھوں نے اسے واجب قرار دیا ہے۔

تحفۃ المحتاج میں آیا ہے: بہتر یہ ہے کہ شوہر دیگر تمام استمتاعات میں بھی بیویوں کے درمیان برابری کرے، اگرچہ یہ واجب نہیں؛ کیونکہ یہ امور فطری میلان سے متعلق ہیں۔ اسی طرح مالی عطیات اور تبرعات میں بھی بظاہر برابری بہتر ہے، تا کہ ان اہلِ علم کے اختلاف سے بچا جا سکے جنھوں نے ان میں بھی برابری کو واجب کہا ہے۔

اور سعدیؒ نے اس مسئلے میں ایک خاص تفصیل بیان کی ہے، وہ یہ کہ: شوہر کا اپنی بیویوں کے ساتھ ایسا ہر رویہ جسے لوگ ظلم اور ناانصافی سمجھتے ہوں، شریعت میں بھی ظلم ہے، اس کا ازالہ کرنا اور اس میں عدل قائم کرنا واجب ہے۔ اور جو چیز ایسی نہ ہو، اس میں ترجیح دینے میں کوئی حرج نہیں۔ (بحوالہ اسلام ویب)

یہاں دار العلوم دیوبند کا ایک فتوی نقل کرنا مناسب سمجھتا ہوں جس میں مسئلے میں کافی راہنمائی موجود ہے: بسم اللہ الرحمن الرحیم

دو بیویوں کے درمیان نان ونفقہ اور شب گذاری میں عدل ومساوات قائم رکھنا واجب ہے، نکاح کے بعد رخصتی سے امتناع اگر بیوی کی جانب سے ہے تب تو اس کا نفقہ شوہر پر لازم نہیں ہوتا اور اگر بیوی کی طرف سے نشوز و امتناع نہیں بلکہ شوہر ہی کی جانب سے تاخیر پائی جارہی ہے تو نفقہ لازم ہوتا ہے، صورت مسئولہ میں دوسری بیوی جو کراچی میں قیام پذیر رہی اور آپ اس کا خرچ پابندی سے بھیجتے رہے یہ اچھا کیا، اس میں آپ نے پاکستان میں موجود بیوی کو پاکستانی معیار کے مطابق اور سعودیہ والی کو سعودیہ کے حساب سے خرچ دیا تو یہ عدل کے خلاف نہیں، دوسرے نکاح کے بعد پہلی بیوی کے لیے کپڑے خریدے تو دوسری بیوی کے لیے بھی خریدنا چاہیے تھا، اور برابری (تسویہ) صرف شب گذاری میں لازم ہے، دن کے اوقات میں لازم نہیں، اسی طرح بیمار بیوی کے ساتھ بیماری کے زمانہ میں تیمارداری کی وجہ سے شب وروز کے اوقات کا اکثر حصہ گزارنا پڑے تو اس میں بھی حرج نہیں، اس کی صحت یابی تک اس کی اجازت ہے، پہلی بیوی کی دوائیوں اور ڈائپر وغیرہ میں آپ نے بضرورت ومجبوری اگر خرچ کیا اور دوسری بیوی کو ابھی اس طرح کی ضرورت ہی نہیں اسی طرح دوسری بیوی کے ویزے کے لیے آپ نے رقم بھجوائی اور پہلی بیوی کو اس کی ضرورت ہی نہیں تو اس میں شرعاً مضائقہ نہیں، گنجائش ہے، بہر حال اپنے طور پر عدل ومساوات قائم رکھنے کی پوری کوشش رکھیں اور کمی کوتاہی کی معافی تلافی کرلیا کریں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

دارالافتاء دارالعلوم دیوبند (جواب نمبر:۱۴۸۹۹۵)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ بعض چیزوں میں عدل کا مکلف ہی نہیں بنایا گیا ہے اور بعض چیزوں میں برابری مستحب ہے، جب کہ بعض چیزوں میں برابری جو ہمارے اکابر سے منقول ہے بر بنائے احتیاط ہے، عدل واجب میں اعطاء اور اضافی تحفے تحائف میں اختلاف ہے جس نے مسئلہ کو تھوڑا ہلکا کر دیا۔ نفقات اور رہائش میں بھی بالکلیہ تسویہ لازم نہیں کہ ذرا بھی انیس بیس اور اونچ نیچ جائز نہ ہو۔ رہ گئی بیتوتت یعنی شب باشی (رات گزارنا) اس میں بہر حال برابری واجب ہے حتی کہ کسی بیوی کے پاس رات میں عشا بعد داخل ہونا کسی کے یہاں مغرب بعد ہی تشریف لے آنا ناانصافی میں داخل ہے۔

البتہ کوئی عورت خود سے اپنا حق ساقط کر دے اور آدھے پونے گھنٹے کے فرق کو نظر انداز

کر کے معاف کر دے یا باری کا حق ہی معاف کر دے تو صاحب حق کو یہ حق حاصل ہے۔

اگر عورت نے اپنا حق معاف نہیں کیا اور کوئی شخص شب باشی اور نفقات میں برابری نہیں کرتا تو اس کے لیے حدیث شریف میں وعید یہ آئی ہے کہ وہ قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اس کی ایک جانب جھکی ہوئی ہو گی۔ (ابو داود)

یہاں مسند الہند حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے بھی قابل لحاظ ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

باری مقرر کرنا یہ اجتہادی مسئلہ ہے منصوص نہیں ہے۔ جمہور فقہاء کے نزدیک باری مقرر کرنا تو واجب ہے، سفر میں لے جانے کے لئے قرعہ اندازی میں اختلاف ہے۔ (امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مستحب ہے۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک واجب ہے۔)

میں کہتا ہوں: باری مقرر کرنا بھی واجب نہیں۔ وہ بھی مستحب ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سلسلہ میں حدیث میں تو یہ آیا ہے کہ جس کی دو بیویاں ہوں، اور وہ ان میں برابری نہ کرے الی آخرہ۔ یہ ارشاد مبہم ہے۔ معلوم نہیں کونسی برابری مراد ہے؟ اور اللہ پاک کا ارشاد کہ تم اس کو معلق جیسی چھوڑ دو واضح ارشاد ہے۔ اس میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ بے حد ظلم کرنا، کسی عورت کا حق بالکلیہ رائگاں کرنا، اور اس سے بُرا برتاؤ کرنا ممنوع ہے۔ پس اگر کوئی دونوں بیویوں کے حقوق ادا کرتا رہے تو باری مقرر کرنا ضروری نہیں۔

شاہ صاحب کی عبارت یہ ہے: وأما في غيره : فموضع تأمل واجتهاد، ولكن جمهور الفقهاء أوجبوا القسم، واختلفوا في القرعة۔ أقول : وفيه أن قوله: " فلم يعدل مجمل، لا يدرى أى عدل أريد به. وقوله تعالى: فَتَذَرُوها كَالْمُعَلَّقَةِ مُبَيِّن أن المراد نفى الجور الفاحش، وإهمال أمرها بالكلية، وسوء العشرة معها. (رحمۃ اللہ الواسعۃ ۵/۱۳۵)

اگر آپ اس آیت کے اسلوب اور ظاہر پر بغیر تأویل کے نظر ڈالیں گے تو فی الواقع آپ کو شاہ صاحب کی رائے میں وزن معلوم ہو گا۔ آیت یہ ہے: وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ۔

اور عورتوں کے درمیان مکمل برابری رکھنا تو تمہارے بس میں نہیں، چاہے تم ایسا چاہتے بھی ہو۔ البتہ کسی ایک طرف پورے پورے نہ جھک جاؤ کہ دوسری کو ایسا بنا کر چھوڑ دو جیسے کوئی

بیچ میں لٹکی ہوئی چیز اور اگر تم اصلاح اور تقوی سے کام لو گے تو یقین رکھو کہ اللہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔ (آسان ترجمہ قرآن)

میرا مقصد حضرت شاہ صاحب کی انفرادی رائے کو ترجیح دینا نہیں ہے لیکن اس موقع پر حضرت الاستاذ مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک بات یاد آ گئی کہ اگر کوئی شخص اعتکاف میں بیٹھے تو اس کو تو مسئلہ یہی بتایا جائے گا کہ بھول سے یا جان بوجھ کر ایک منٹ بھی مسجد سے باہر چلا گیا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا (جیسا کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہی کہنا ہے)، لیکن اگر اعتکاف میں بیٹھنے کے بعد کوئی شخص مسئلہ معلوم کرے کہ میں تھوڑی دیر کے لیے مسجد سے باہر چلا گیا تھا تو اس کو صاحبینؒ کے قول کے مطابق مسئلہ بتاؤ کہ اعتکاف پورا کرو تمہارا اعتکاف باقی ہے۔ (صاحبینؒ کے نزدیک نصف یوم باہر رہنے سے اعتکاف ٹوٹتا ہے)

لہٰذا ہمارے مسئلہ تعدد ازدواج میں اصل حکم تو یہی ہے کہ باری (شب باشی) میں بھی برابری ضروری ہے، لیکن دوسرا نکاح کرنے کے بعد کوئی گرفتار مصائب ہوگیا دونوں بیویوں میں سے کوئی حق چھوڑنے آمادہ نہیں ہے اور شوہر بھی فی الحال برابری کے سلسلے میں لاچار ہے تو مسند الہند حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے اس کے لیے قابل تسکین ہوسکتی ہے۔

بندے کی اس بات پر ہمارے درسی و تدریسی ساتھی مفتی سہیل صاحب نے مندرجۂ ذیل تبصرہ فرمایا، جو عمدہ جچا تلا تشفی بخش اور محتاط مفتی بہ ہے، اسی پر عمل کرنا واجب ہے۔

"عرض یہ ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی جو بات آپ نے نقل کی ہے وہ کوئی نئ نہیں ہے وہ مضمون دیگر ائمہ فقہ نے بھی ذکر کیا ہے چنانچہ علامہ ابن الہمام نے فتح القدیر میں اور ابن نجیم اور شامی نے ان سے بلا تردید نقل کرتے ہوئے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ آیت شریفہ اور وہ حدیثیں جن سے وجوب عدل فی البیتوتۃ پر استدلال کیا جاتا ہے وہ مجمل ہیں۔ مگر ساتھ ہی یہ اعتراف کیا ہے کہ انہوں نے اسکے وجوب میں کوئی اختلاف نہیں پایا۔ فرماتے ہے: لكن لا نعلم خلافا في ان العدل الواجب في البيتوتة والتانيس في اليوم والليلة.

علامہ ابن نجیم کے الفاظ تو اجماع کی طرف مشیر ہے۔ فرماتے ہے:

والحاصل ان التسوية في المحبة لما بين الشارع سقوطها بقي ما

اجمعوا علیها مرادا وهو البیتوتة.

اور جب اسلاف کا کسی مسئلہ میں اجماع قائم ہو جائے تو اب اخلاف کے لئے اس میں اختلاف کی گنجائش نہیں رہتی۔

نیز حضرت شاہ صاحب کا محض تامل کی طرف اشارہ کرنا ان کی بھی کوئی واضح رائے کی طرف مشیر نہیں۔ علامہ شامی بھی بسا اوقات اس طرح فتأمل، فانظر، فافہم فرمادیتے ہے مگر رائے جمہور کے مطابق رہتی ہے۔

اور اگر حضرت شاہ صاحب کی رائے واقع میں عدم وجوب کی ہوتی تب بھی ان کے قول کی طرف رجوع کرنا اشکال سے خالی نہ ہوتا اس لیے کہ جو نظیر پیش کی گئی ہے جہاں امام صاحب کے قول کو چھوڑ کر صاحبین کی رائے کو اختیار کیا گیا ہے وہاں ائمہ مذہب ہی کے قول کو ترجیح دی گئی ہے جبکہ بعد والے ہمارے فقہاء اور علماء کا وہ مقام نہیں۔

اس لیے جس تسکین اور سکون قلبی کا سائل خواہاں ہے اس کی کوئی راہ نظر نہیں آتی۔ بلکہ میں اس کو خلاف مصلحت بھی سمجھتا ہوں، آج کے وفورِ فتن اور ضیاعِ حقوق کے دور میں لوگوں کو تھوڑا زیادہ ہی ڈرانا چاہیے خصوصا جب کہ طالب بن کر دینی حکم معلوم کرنے ہی آپ کے پاس حاضر خدمت ہوا ہے۔ و اللہ اعلم بالصواب (انتھی کلامہ)

اخیر میں مولانا شبیر احمد صاحب کا قول ذکر کرنا مناسب ہے وہ لکھتے ہیں: جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ عدل و مساوات سے کام لینا ناممکن ہے ایک لایعنی بات ہے، دین کا کوئی حکم ایسا نہیں جس پر عمل کرنا ممکن نہ ہو کیونکہ دین اسلام قیامت تک کے لئے ہے۔

تعدد ازدواج اور عدل کی آیات توضیح و تشریح:

وَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا تُقۡسِطُوۡا فِى الۡيَتٰمٰى فَانْكِحُوۡا مَا طَابَ لَـكُمۡ مِّنَ النِّسَآءِ مَثۡنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ‌ۚ فَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا تَعۡدِلُوۡا فَوَاحِدَةً اَوۡ مَا مَلَـكَتۡ اَيۡمَانُكُمۡ‌ ؕ ذٰ لِكَ اَدۡنٰۤى اَلَّا تَعُوۡلُوۡا ؕ‏ ﴿۳﴾ (سورۃ نساء:۳)

ترجمہ: اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے معاملہ میں انصاف نہیں کرو گے تو (ان سے نکاح مت کرو، اور ان کے علاوہ) جو عورتیں تمہیں پسند ہوں ان سے نکاح کرو: دو دو سے تین تین سے اور چار چار ہے۔ پس اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ (تعدد ازدواج کی صورت میں) انصاف

نہیں کرسکو گے تو ایک پر اکتفا کرو، یا ان باندیوں پر اکتفا کرو) جو تمہاری ملکیت میں ہیں، اس میں زیادہ امید ہے کہ ایک طرف کو نہ جھک جاؤ۔

حضرت مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: کبھی یتیم لڑکی کا سرپرست لڑکی کے مال میں رغبت رکھتا ہے، اس لئے وہ خود اس سے نکاح کرتا ہے، مگر مہر میں انصاف نہیں کرتا کم مہر دیتا ہے، چنانچہ قرآن کریم نے فرمایا: ایسا مت کرو، اگر تمہیں یتیم لڑکیوں کے حق میں اندیشہ ہو کہ ان کے ساتھ انصاف نہیں کرو گے، مناسب مہر نہیں دو گے یا ان کے حقوق ادا نہیں کرو گے تو ان سے نکاح مت کرو، دوسری عورتوں سے نکاح کرو جو تمہیں پسند ہوں۔

تعدد ازدواج مردوں کی واقعی ضرورت ہے:

۱ عورت عوارض سے دوچار ہوتی ہے، حیض، حمل، زچگی، نفاس اور رضاعت سے اس کو دوچار ہونا پڑتا ہے، اس زمانہ میں عورت قابل استفادہ نہیں رہتی یا جنسی اختلاط باعث کلفت ہوتا ہے۔

۲ پچاس سال کے بعد عورت مایوس ہو جاتی ہے، اور جنسی التفات میں کمی آجاتی ہے، اور مرد بہت دنوں تک کارآمد رہتا ہے اور بے رغبتی کے ساتھ اختلاط باعث مسرت نہیں ہوتا، اس لئے بھی نیا نکاح مرد کی ضرورت بن جاتا ہے۔

۳ بعض خطوں میں لڑکیوں کی شرح پیدائش لڑکوں سے زیادہ ہوتی ہے، پس ایک سے زیادہ نکاح ایک معاشرتی ضرورت ہے۔

۴ مردوں پر عورتوں کی بہ نسبت حوادث زیادہ آتے ہیں، ایسی صورت میں عورتوں کی تعداد بڑھ جاتی ہے، جس کا حل تعدد ازدواج ہے۔

۵ عورت بیک وقت ایک ہی مرد کے لئے بچہ جنتی ہے، جبکہ مرد بیک وقت کئی عورتوں سے اولاد حاصل کرسکتا ہے، پس افزائش نسل کی ضرورت بھی تعدد ازدواج کے جواز کی مقتضی ہے۔

۶ اسلام میں سب سے زیادہ اہمیت عفت وعصمت اور پاکدامنی و پرہیزگاری کی ہے، اور مرد کبھی قوی الشہوت ہوتا ہے، ایک بیوی سے اس کی ضرورت کی تکمیل نہیں ہوتی، ایسی صورت میں وہ یا تو گناہ میں مبتلا ہوگا یا خون کے گھونٹ پی کر رہ جائے گا۔

مگر کبھی فخر و مباہات اور حرص و آز درمیان میں آجاتے ہیں، اور آدمی حد سے زیادہ نکاح کر لیتا ہے، پھر سب بیویوں کے حقوق ادا نہیں کرتا بعض کو ادھر لٹکا ہوا چھوڑ دیتا ہے، جو ظلم وزیادتی ہے، چنانچہ اسلام نے انصاف کی شرط کے ساتھ چار بیویوں تک نکاح کی اجازت دی، اور اس پر امت کا اجماع ہے، پس کسی گمراہ فرقہ کا اختلاف کوئی معنی نہیں رکھتا۔

چار سے زیادہ عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں:

شریعت نے نکاح کے لئے چار کا عدد مقرر کیا ہے، اس سے زیادہ عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے، کیونکہ اس سے زیادہ بیویوں کے ساتھ ازدواجی معاملات میں حسن سلوک ممکن نہیں، اور چار ہی عورتوں سے نکاح کا جواز سورۃ النساء کی آیت نمبر تین میں مذکور ہے، فرمایا: فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَرُبٰعَ: پس تم ان عورتوں سے نکاح کرو جو تمہیں پسند ہوں: دو دو سے تین تین سے اور چار چار سے، اور آیت میں اگرچہ کلمہ حصر نہیں مگر موقع کی دلالت حصر پر ہے، اگر کسی چیز کی اجازت دی جائے، اور اجازت دینے والا کسی حد پر رک جائے تو اتنے ہی کی اجازت ہوتی ہے، جیسے کہا: دو، تین اور چار لے لو: تو کم لے سکتا ہے زیادہ نہیں اور تین حدیثوں میں حصر کی صراحت ہے، حضرت غیلان کے نکاح میں دس عورتیں تھیں، ان کو حکم دیا گیا کہ چار رکھ کر باقی سے علاحدگی اختیار کریں، حضرت حارث کے نکاح میں آٹھ عورتیں تھیں، ان کو بھی حکم دیا کہ چار رکھ کر باقی سے علاحدگی اختیار کریں، اور حضرت نوفل کے نکاح میں پانچ عورتیں تھیں ان کو بھی ایک بیوی کو علاحدہ کرنے کا حکم دیا، پس آیت اور احادیث سے ثابت ہوا کہ چار سے زیادہ عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے اور اس پر اجماع ہے۔ اور گمراہ فرقوں کا اختلاف اجماع کو متاثر نہیں کرتا۔ (تفصیل کے لئے دیکھیں رحمۃ اللہ الواسعہ ۵:۹۷)

اور شیعوں اور غیر مقلدوں کے نزدیک چار میں حصر نہیں، اور خوارج کے نزدیک اٹھارہ عورتوں تک جمع کر سکتے ہیں، ان کے نزدیک (مثنی وثلث وَرُبع) میں واو جمع کے لئے ہے، اور اعداد معدول ہیں، ان کا ترجمہ دو دو، تین تین اور چار چار ہے، پس مجموعہ اٹھارہ ہوا، اور فریق اول اعداد کو معدول نہیں لیتا، وہ دو، تین اور چار ترجمہ کرتا ہے، اور واو جمع کے لئے ہے، پس مجموعہ نو ہوا، اور غیر مقلدوں کی دلیل یہ حدیث بھی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے نکاح میں نو بیویاں تھیں، پس کوئی حصر نہیں، جتنی عورتوں کو چاہے جمع کرے۔ (عرف الجادی)

اور اہل السنہ والجماعہ کے نزدیک واو تنویع کے لئے بمعنی او ہے، حضرت زین العابدین رحمہ اللہ نے سورۃ النساء کی آیت تین اور سورۃ الفاطر کی پہلی آیت کی یہی تفسیر کی ہے، پس دو سے یا تین سے یا چار ہی سے نکاح کر سکتے ہیں، اور فرشتوں میں کسی فرشتہ کے دو بازو کسی کے تین بازو اور کسی کے چار بازو ہیں، اور کسی کے اس سے بھی زیادہ ہیں، یہ بات آیت میں مصرح ہے، واو جمع کے لئے نہیں ہے کہ ہر فرشتہ کے نو یا اٹھارہ بازو ہیں۔

ایک سے زیادہ نکاح کا جواز انصاف کی شرط کے ساتھ ہے:

اگر یہ ڈر ہو کہ ایک سے زیادہ عورتوں سے نکاح کرنے کی صورت میں انصاف اور برابری کا معاملہ نہیں کر سکے گا تو ایک ہی پر قناعت کرے یا باندی پر بس کرے (اب باندیاں نہیں رہیں صرف ایک کو نکاح میں رکھنے میں اس بات کی توقع ہے کہ بے انصافی سے محفوظ رہے گا (اور ایک نکاح میں بھی ناانصافی کا اندیشہ ہو تو پھر مجرد رہے اور مسلسل روزے رکھے اور سحری برائے نام کرے، مگر دو ماہ سے زیادہ مسلسل روزے نہ رکھے، درمیان میں وقفہ کرے)

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا ۝۳ (سورۃ نساء:۳)

ترجمہ: پس اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ (تعدد ازدواج کی صورت میں) انصاف نہیں کرسکو گے تو ایک پر اکتفا کرو، یا ان باندیوں پر اکتفا کرو) جو تمہاری ملکیت میں ہیں، اس میں زیادہ امید ہے کہ ایک طرف کو نہ جھک جاؤ۔

صحیح بخاری کی ایک حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس ہدایت کا پس منظر یہ بتایا ہے کہ بعض اوقات ایک یتیم لڑکی اپنے چچا کے بیٹے کی سرپرستی میں ہوتی تھی وہ خوبصورت بھی ہوتی اور اس کے باپ کا چھوڑا ہوا مال بھی اچھا خاصا ہوتا تھا اس صورت میں اس کا چچازاد یہ چاہتا تھا کہ اس کے بالغ ہونے پر وہ خود اس سے نکاح کرلے تاکہ اس کا مال اسی کے تصرف میں رہے لیکن نکاح میں وہ اس کو اتنا مہر نہیں دیتا تھا جتنا اسی جیسی لڑکی کو دینا چاہیے، دوسری طرف اگر لڑکی زیادہ خوبصورت نہ ہوتی تو اس کے مال کی لالچ میں اس سے نکاح کر لیتا تھا؛ لیکن نہ صرف یہ کہ اس کا مہر کم رکھتا تھا؛ بلکہ اس کے ساتھ ایک محبوب بیوی جیسا سلوک بھی نہیں کرتا تھا، اس آیت نے ایسے لوگوں کو یہ حکم دیا ہے کہ اگر تمہیں یتیم لڑکیوں کے ساتھ اس قسم کی بے انصافی کا اندیشہ

ہو تو ان سے نکاح مت کرو؛ بلکہ عورتوں سے نکاح کرو جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کی ہیں۔

مثنی وثلاث وَرُبَعَ : جاہلیت کے زمانے میں بیویوں کی کوئی تعداد مقرر نہیں تھی ایک شخص بیک وقت دس دس عورتوں کو نکاح میں رکھ لیتا تھا اس آیت نے اس کی زیادہ سے زیادہ حد چار تک مقرر فرمادی اور وہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ انسان تمام بیویوں کے درمیان برابری کا سلوک کرے اور اگر بے انصافی کا اندیشہ ہو تو ایک ہی بیوی پر اکتفا کرنے کا حکم دیا گیا ہے ایسی صورت میں ایک سے زیادہ نکاح کرنے کو منع فرمادیا گیا ہے۔

حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی دامت برکاتہم تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اسلام سے پہلے عرب میں یتیموں کے ساتھ مختلف طرح کی زیادتی روا رکھی جاتی تھی؛ ان میں ایک یہ تھی کہ اگر کوئی صاحب جائداد یتیم لڑکی کسی کے زیر پرورش ہوتی تو وہ خود ہی اسے اپنے نکاح میں لے آتا ، کہ اس میں دوہرا فائدہ تھا، ایک تو بیٹھے بیٹھائے اس کی جائداد حاصل ہوجاتی، دوسرے کوئی مہر وغیرہ کا مطالبہ کرنے والا بھی نہیں ہوتا، قرآن مجید نے یہاں اسی پر نکیر کی ہے، کہ جب تم کو چار تک نکاح کی اجازت ہے تو پھر اپنی پسند کے نکاح کرلو، کیا ضروری ہے کہ یتیم لڑکیوں کو اپنے نکاح میں لاکر ان کے ساتھ ناانصافی اور بدسلوکی کرو۔

اسلام نے چار تک نکاح کی اجازت دی ہے اور دنیا کے تمام ہی مذاہب میں تعدد ازدواج کی اجازت منقول ہے، بائبل میں حضرت موسیٰ، حضرت سلیمان، حضرت ابراہیم علیہم السلام اور متعدد پیغمبروں کی ایک سے زیادہ بیویوں کا ذکر موجود ہے، ہندو مذہب میں شری رام جی کے والد کی ایک سے زیادہ بیوی کا ذکر ملتا ہے اور شری کرشن جی کی تو سینکڑوں بیویوں کا ذکر ملتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ انسانی تاریخ میں جہاں کہیں قانون کے دائرہ میں رہتے ہوئے ایک سے زیادہ نکاح کی ممانعت کی گئی ہے وہاں غیر قانونی تعدد ازواج کا ایسا طوفان اٹھا ہے کہ شاید شیطان بھی ان کو دیکھ کر شرماتا ہوگا، موجودہ دور کا مغربی سماج اس کی کھلی ہوئی مثال ہے؛ اس لئے اسلام نے مردانہ فطرت کی رعایت کرتے ہوئے اس کی گنجائش رکھی ہے؛ لیکن اس کو نہ واجب و ضروری قرار دیا ہے، نہ مستحب و مرغوب، اور اس میں بھی یہ شرط عائد کی ہے کہ ایک سے زیادہ نکاح سنجیدہ جذبہ کے تحت کیا جائے، پہلی بیوی کو ضرر پہنچانا مقصود نہ ہو۔

ہاں اگر اندیشہ ہو کہ ایک سے زیادہ بیویوں کے درمیان عدل نہیں کرسکے گا، تو پھر اس

کے لئے ایک ہی بیوی پر اکتفا کرلینا واجب ہے، یا پھر کنیزیں ہیں، کہ ان کا معاملہ بیوی سے کمتر تھا اور بیوی سے ان کے حقوق کم ہوتے تھے، اگر عدل کرنے پر قادر ہو تب بھی فقہاء نے اس کی حدود و شرائط قائم رکھنے کی دشواری کو دیکھتے ہوئے پہلی بیوی کی موجودگی میں دوسرا نکاح نہ کرنے کو بہتر قرار دیا ہے، (مختارات النوازل، کتاب النکاح، باب القسم: ۲/۸۴) عدل سے مراد سلوک و برتاؤ میں عدل ہے، دل کا جھکاؤ اگر کسی کی طرف بڑھ جائے؛ لیکن عملی رویہ اس سے متاثر نہ ہو، تو اس میں کچھ حرج نہیں کہ دل کی رغبت اور میلان انسان کے دائرۂ اختیار میں نہیں، خود رسول اللہ ﷺ کے ایک ارشاد میں اس کا اشارہ موجود ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: خداوندا! میرا یہ فعل (عدل و انصاف) ان چیزوں میں ہے، جن کا میں مالک ہوں؛ لہٰذا ایسی باتوں کے بارے میں میری پکڑ نہ فرمایئے، جس پر آپ کا اختیار ہے، میرا اختیار نہیں۔

(نسائی، باب عدل الرجل الی بعض نساء دون بعض، حدیث نمبر: ۳۲۹۵ بحوالہ آسان تفسیر)

وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ۭ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا.

تفسیر روح المعانی میں ہے:﴿وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ﴾

اور تم ہرگز عورتوں کے درمیان پورا پورا عدل نہیں کرسکو گے۔

یعنی تم بالکل اس بات پر قادر نہیں ہو کہ بیویوں کے درمیان ایسا مکمل عدل قائم کرسکو کہ کسی ایک کی طرف کسی بھی معاملے میں ذرا سا بھی میلان نہ ہو، خواہ وہ تقسیمِ وقت ہو، خرچ ہو، خبر گیری ہو، نظر و التفات ہو، محبت، خوش طبعی، ہنسی مذاق اور انس و اُلفت ہو، کیونکہ یہ امور اتنے زیادہ ہیں کہ ان کا احاطہ ممکن نہیں۔

بیہقی نے حضرت عبیدہؒ سے نقل کیا ہے کہ اس آیت میں عدل سے مراد محبت اور جماع میں عدل ہے۔

ابن منذر نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ اس سے مراد جماع ہے۔

اور ابن ابی شیبہ نے حسنؒ سے اور ابن جریر نے مجاہدؒ سے روایت کیا کہ اس سے مراد دل کی محبت میں عدل ہے۔

﴿وَلَوْ حَرَصْتُمْ﴾ اگرچہ تم پوری کوشش اور حد درجہ اہتمام بھی کرلو۔

﴿فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ﴾ تو بالکل ایک طرف ہی نہ جھک جاؤ۔

یعنی جس بیوی کی طرف رغبت نہ ہو اس پر مکمل ظلم نہ کرو کہ اس کے حقوق اس کی رضامندی کے بغیر روک لو۔ جتنا عدل تم سے ممکن ہو، اتنا ضرور کرو، کیونکہ مکمل عدل پر قدرت نہ ہونا اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ جو درجہ عدل تم کر سکتے ہو اسے بھی چھوڑ دیا جائے۔

﴿فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ﴾ اور یوں نہ کرو کہ اسے معلق چھوڑ دو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: معلّقہ وہ عورت ہے جو نہ طلاق یافتہ ہوتی ہے اور نہ شوہر والی۔ حضرت اُبی رضی اللہ عنہ کی قراءت میں ہے: "قید کی ہوئی عورت کی طرح" اور قتادہؒ نے بھی معلقہ کی یہی تفسیر کی ہے۔ اس آیت میں سخت قسم کی تنبیہ اور ملامت پائی جاتی ہے۔

امام احمد، ابو داود، ترمذی اور نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کی دو بیویاں ہوں اور وہ ایک کی طرف جھک جائے، تو قیامت کے دن وہ اس حال میں آئے گا کہ اس کا ایک پہلو گرا ہوا ہوگا۔

﴿وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا﴾ اور اگر تم اصلاح کر لو، یعنی جو پہلے کوتاہیاں ہو چکی ہوں ان کی تلافی کر لو، اور آئندہ اللہ سے ڈرو۔

(زیادہ تر یہی ترجمہ کیا گیا ہے، شاہ رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا ترجمہ صلح کرنے سے کیا ہے، ایسی صورت میں 'اصلاح کرلو' کی بجائے ترجمہ ہوگا: 'اور اگر تم صلح کرلو'۔)

﴿فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ تو بے شک اللہ بہت بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے، یعنی جو زیادتیاں پہلے ہو چکی ہوں، اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرما دے گا۔

تفسیر ہدایت القرآن میں ہے: اگر کسی کی دو یا زیادہ بیویاں ہوں تو اختیاری امور میں، یعنی نان و نفقہ میں اور شب باشی وغیرہ میں برابری اور انصاف کرنا واجب ہے، اور قلبی میلان (محبت) کم و بیش ہو تو چونکہ یہ غیر اختیاری امر ہے، اس لئے اس کی گنجائش ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے قلبی تعلق زیادہ تھا، مگر آپ تمام ازواج کو نفقہ برابر دیتے تھے، اور سب کے یہاں (علاوہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے) باری باری رات گزارتے تھے۔

لیکن اس غیر اختیاری معاملہ میں بھی اس کی گنجائش نہیں کہ اس کا ظاہری برتاؤ پر اثر پڑے، بایں طور کہ ایک بیوی کا ہو کر رہ جائے، اور دوسری بیوی نہ ادھر کی رہے نہ اُدھر کی،

بلکہ شب باشی وغیرہ میں جو اس کا حق ہے، اس کو دے، اور پہلے ایسی غلطی ہو گئی ہے تو اس کی اصلاح کرے اور آئندہ ایسی بے عنوانی کرنے سے اللہ سے ڈرے، اور جان لے کہ اگر کچھ اونچ نیچ ہو گئی تو اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہیں!

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں: یہ بات انسان کے اختیار سے باہر ہے کہ وہ قلبی محبت اور لگاؤ میں بیویوں کے درمیان پوری پوری برابری کرے؛ کیونکہ دل کا جھکاؤ انسان کے بس میں نہیں ہوتا؛ لہٰذا اگر ایک بیوی سے دلی محبت دوسری کے مقابلے میں زیادہ ہو تو اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے پکڑ نہیں ہے؛ البتہ عملی سلوک میں برابری کرنا ضروری ہے، یعنی جتنی راتیں ایک کہ پاس گزارے اتنی ہی دوسری کے پاس گزارے، جتنا خرچ ایک کو دے اتنا ہی دوسری کو دے، نیز ظاہری توجہ میں بھی ایسا نہ کرے جس سے کسی بیوی کی دل شکنی ہو اور وہ یہ محسوس کرنے لگے کہ وہ بیچ میں لٹکی ہوئی ہے۔ (آسان ترجمہ قرآن)

سوال: دوسری شادی کا خواہش مند شخص پہلے ہی سے کیا طریق کار اختیار کرے؟

اصل جواب سے پہلے دو باتیں گوش گزار کریں۔

(۱) ایک مرتبہ نکاح کے استشارے کے وقت حضرت الاستاذ محبوب العلماء مولانا مفتی احمد صاحب خان پوری دامت برکاتہم نے فرمایا کہ نکاح اپنے آبائی وطن (بجنور) کی لڑکی سے کرنا۔ بمبیا سے نہیں، کیوں کہ شہری لڑکیاں اپنے والدین کی اطاعت نہیں کرتی ہیں، چہ جائے کہ شوہر کے والدین کی اطاعت کریں۔

میں سمجھ گیا کہ نکاح کے بعد کی پلاننگ نکاح سے پہلے رفیق سفر تلاش کرنے ہی شروع ہو جاتی ہے، اور اس میں جس چیز کی سب سے زیادہ اہمیت ہے، محبت کے بلند بانگ دعوے نہیں بلکہ اطاعت شعاری اور فرمابرداری ہے۔

(۲) حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم کے پاس موجود ایک شخص نے عرض کیا کہ حضرت میری بیوی تجارت کرنے پر اور غیر تدریسی مشغلہ اختیار کرنے پر زور دیتی ہے، بسا اوقات اس کا زور بڑھ جاتا ہے جو سخت پریشانی کا باعث ہوتا ہے۔

حضرت نے ارشاد فرمایا: ہم علماء کے اندر ایک یہ خرابی ہے کہ ہم نکاح میں لانے کے بعد ان کی دینی تربیت نہیں کرتے، عالم کا رجحان دین و تدریس کی طرف ہوتا ہے اور اس کے رفیق

سفر یعنی اس کی بیوی کا مزاج دنیوی ہوتا ہے، اس کو شروع نکاح ہی سے تربیت دینی چاہیے، گھر کی تعلیم ان کے سامنے ہونی چاہیے (اور جس طرح ایک تاجر گھرانے کی عورت کا ذہن ہوتا ہے کہ تجارت تو نہیں چھوڑی جاسکتی، ہماری گھر والیوں کا ذہن ہونا چاہیے کہ تدریس یا خدمت دین تو نہیں چھوڑا جاسکتا)

میں سمجھ گیا کہ نکاح ہو جانے کے بعد بھی کسی اہم چیز کے بقا یا حصول کے لیے پلاننگ اور تربیت ضروری ہے۔

لہٰذا دوسرے نکاح کا ارادہ رکھنے والے باہمت شخص کے لیے ضروری ہے کہ دین دار عورت سے نکاح کرے، جس کے لیے اللہ تعالی کا حکم سب سے مقدم ہو، محبت کے جذبات کے بالمقابل اطاعت کو اہمیت دیتی ہو، اپنی خواہشات کو شوہر کے خواہشات سے مادون سمجھتی ہو۔

بعض احباب یہ مشورہ دیتے ہیں کہ پہلا نکاح مطلقہ یا بیوہ سے کیا جائے تا کہ دوسرے نکاح کے وقت اس کی طرف سے ہنگامہ آرائی سامنے نہ آئے، ممکن ہے کہ یہ ایک مفید مشورہ ہو، لیکن میں اس مشورے کو پسند نہیں کرتا، اگرچہ نبی کریم ﷺ نے پہلا نکاح غیر کنواری سے کیا تھا، لیکن آپ نے بزبان رسالت (قولاً) کنواری سے نکاح کی ترغیب دی ہے کہ وہ شیریں دہن ہوتی ہیں، ان کی بچہ دانی جلد بچے کو قبول کرنے والی ہوتی ہے، اور تھوڑے پر راضی ہو جاتی ہیں (ابن ماجہ) ایک روایت میں ہے شوہر کی طرف ان کی توجہ اور رغبت زیادہ ہوتی ہے۔ ایک روایت میں ہے ان کے اخلاق کریمانہ ہوتے ہیں۔

باکرہ سے نکاح کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے- جنھوں نے کنوارے ہونے کے باوجود اپنا پہلا نکاح کسی غیر کنواری سے نکاح کیا تھا- فرمایا: کیوں کنواری سے نکاح نہیں کیا؟ آپ اس کے ساتھ کھیلتے وہ آپ کے ساتھ کھیلتی۔ (بخاری)

اگرچہ مرد اگلا نکاح کسی کنواری سے کرسکتا لیکن اس وقت وہ کنوارا نہیں ہوگا، اور کنوارا مرد کنواری لڑکی سے جب ملتا ہے تو ان کا پیار محبت، رہن سہن، ملاپ التفات خوب پروان چڑھتا ہے۔ زندگی کے وہ لمحات کسی صورت حاصل نہیں کیے جاسکتے۔ وہ دونوں ایک دوسرے کی قربت چاہنے کے باوجود شرمارہے ہوتے ہیں، ہچکچاہٹ ہوتی ہے، تکلف ہوتا ہے اور یہ تکلف و ہچکچاہٹ آہستہ آہستہ ختم ہوتی ہے اور بے تکلف اور آزادانہ ہونے کا یہ سفر اتنا سہانا ہوتا جو کنوارا

مرد کنواری لڑکی سے شادی ہونے کی صورت ہی میں حاصل ہوتا ہے۔

رفتہ رفتہ وہ مری ہستی کا ساماں ہو گئے — پہلے جاں پھر جانِ جاں پھر جانِ جاناں ہو گئے
دن بہ دن بڑھتی گئیں اس حسن کی رعنائیاں — پہلے گل پھر گل بدن پھر گل بداماں ہو گئے
آپ تو نزدیک سے نزدیک تر آتے گئے — پہلے دل پھر دل ربا پھر دل کے مہماں ہو گئے
پیار جب حد سے بڑھا سارے تکلف مٹ گئے — آپ سے پھر تم ہوئے پھر تو کا عنواں ہو گئے

ان سب کے باوجود اگر کوئی قربانی دے اور غیر کنواری سے نکاح کرے تو اللہ تعالیٰ ہر چیز میں برکت دینے والا ہے۔

بعض احباب کہتے ہیں، جس سے پہلا نکاح کرے اس کو اور اس کے سرپرستوں کو آگاہ کر دے کہ میرا دوسرا نکاح کرنے کا بھی ارادہ ہے تا کہ وہ لوگ ذہنی طور پر پہلے ہی سے مطمئن رہیں۔

یہ مشورہ بھی خوب ہے لیکن عملی طور پر ناقابلِ عمل ہے، کیوں ہمارے معاشرے میں اس وضاحت کے بعد نہ کوئی لڑکی نکاح کرے گی نہ ہی گھر والے راضی ہوں گے، بالآخر کنوارے پن کا زمانہ اس پر طویل گزر جائے گا۔ نادر واقعات کے استثناء کرنے کی ضرورت نہیں کیوں وہ پہلے ہی سے کلام سے خارج ہیں۔

بہرصورت نکاح ہوجانے کے بعد ایامِ سرور ہی سے بیوی کی دینی نشو ونما اور ذہنی پرداخت ہونی چاہیے۔ اس زمانہ میں شوہر کی بات زیادہ قبول کی جاتی ہے اور اس پر عمل بھی کیا جاتا۔

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بیوی کے سامنے ہمیشہ دوسری شادی کا تذکرہ کر کے اس کا سکون واطمینان برباد کرتے رہیں، یا دوسری شادی کی دھمکی دے کر اس کو تناؤ اور ڈپریشن میں رکھیں۔

اس کے بجائے تفسیر و حدیث کی کتابوں کی تعلیم کے ساتھ ساتھ گاہے بہ گاہے دوسرے نکاح کا تذکرہ پیار و محبت سے مثبت انداز میں کرتے رہیں، کوئی ایسا واقعہ سامنے آئے جس میں پہلی بیوی نے اس کے شوہر کے دوسرا نکاح کر لینے پر ہنگامہ بپا کیا ہو تو اس کے عمل کو قابلِ حقارت اور لائق نفرت انداز میں قرآن وحدیث کا حوالہ دے کر بیان کریں، زنا یا ناجائز تعلقات کی کوئی خبر کان میں پڑے تو زنا کی روک تھام کے لیے اسلام کی عمدہ تعلیمات کا تذکرہ کرتے ہوئے تعدد ازدواج کی حکمتوں کو چٹخارا لے کر بیان کریں۔

ان سب باتوں سے بیوی کو اندازہ ہو جائے گا کہ میاں صاحب دوسری شادی میں رغبت رکھتے ہیں اور اسے کوئی خاص تناؤ نہیں ہوگا۔ بسا اوقات وہ آپ کے ہاں میں ہاں ملائے گی آپ اس موقع کو غنیمت جانیں اور اس کی اس چھوٹی سے تائید کو بڑھا کر پیش کرتے ہوئے تعریف کریں، کہ اللہ تعالی نے آپ کو فطرت اسلام پر رکھا ہے، ماشاءاللہ قرآن کریم کے اسرار و رموز کے لیے آپ کے سینے کو کھول دیا ہے۔صحابیات بھی تعدد ازدواج کے سلسلے میں یہی سوچ رکھتی تھیں۔ سبحان اللہ بیگم! ماشاء اللہ۔

جب تک دوسرے نکاح کے لیے کوئی خاتون دستیاب نہ ہو گھر کے ماحول کو یہ کہہ کر پراگندہ نہ کریں کہ میں دوسرا نکاح کرنے والا ہوں یا کر رہا ہوں۔ اور جب دستیاب ہو جائے اور بات اور تاریخ پکی ہوجائے تو پیار محبت سے اپنی بیوی کو آگاہ کریں، اور اپنے ارادہ کو اس قدر پختگی سے بیان کریں کہ جس میں تخلف (پیچھے ہٹنے) کی گنجائش ہی نہ ہو، انداز بیان میں اضمحلال نہیں بلکہ مضبوطی ہو۔ اور پہلی بیوی کو بقدر امکان یقین دلائیں کہ آپ کے حقوق محفوظ رہیں گے، آپ پر ظلم نہیں کیا جائے گا، آپ پہلی بیوی، پہلا پیار، پہلی زندگی ہو جس کی جگہ ہمیشہ میرے دل کے پاس ہے۔ کسی بھی طرح کی گھبراہٹ اور بے اطمینانی میں مبتلا نہ ہوں۔

اگر آپ پہلی بیوی کے نام کوئی گراں مایہ مال گفٹ کردیں تو یہ آپ کی سخاوت کی بات ہوگی، لیکن یہ اطمینان رہے کہ وہ عطیہ گراں مایہ لے کر آپ کو دوسری بیوی کے حوالے کر کے درمیان سے نکل نہ جائے۔

الغرض دوسرا نکاح پہلی بیوی سے بے خبر رکھ کر کرنے کے بجائے اس کا دل جیت کر یا باخبر رکھ کر کرنا بہتر ہے، تاکہ آگے کے مراحل بحسن و خوبی انجام پائیں۔

اور اگر خدانہ خواستہ بے خبر رکھ کر نکاح کرلیا ہے تو عدل و برابری خطرے میں پڑ جاتی ہے اور ہمیشہ یہ فکر دامن گیر رہتا ہے کہ پہلی بیوی کو اطلاع ہو جائے گی تو تیرا کیا بنے گا؟

اگر دوسری بیوی نے شب باشی وغیرہ کے حقوق معاف کردیے ہیں تو اس وقت تک بے خبر رکھنا مناسب ہے جب تک دوسری بیوی بچہ نہ لے آئے۔ اس صورت میں حالات و مصائب سے گھبرا کر شوہر دوسری بیوی کو طلاق نہیں دے گا۔

اور اگر دوسری بیوی نے اپنے حقوق معاف نہیں کیے ہیں تو جلد پہلی بیوی کو حکمت وموعظت

سے اطلاع دے دے تا کہ عدل و انصاف ممکن ہو سکے۔

نیز دوسری شادی کا ارادہ رکھنے والا اپنے تئیں عدل کے عملی صلاحیت کا اور مالی حیثیت کا بھی جائزہ لے لے، کہیں ایسا نہ ہو کہ دوسری شادی کرنے کے بعد دوسری بیوی کے زندگی برباد کر دی جائے۔

خاندانی بڑوں سے اور قریبی علماء سے مشورہ کر لے، اور خاندانی و سماجی دباؤ کا جائزہ لے لے کہ قابل برداشت ہوگا یا نہیں، اپنے والدین اور بھائی بہنوں کو دوسرے نکاح سے پہلے ہی اپنا ہمنوا بنالے، اور ان کو اپنا ہم نوا بنانا کوئی مشکل نہیں ہے، بس قرآن و حدیث اور اپنی حسنِ نیت اور دیانت داری کا حوالہ دے کر مطمئن کر دیں۔

دوسرے نکاح میں جو بھی اعزا و اقربا ساتھ دیں ان کا نام پہلی بیوی کے سامنے کبھی ظاہر نہ کریں ورنہ یہ ایک ایسا دشمنی کا بیج ہوگا جو متعلقین کے مرنے کے بعد ان کی اولاد میں بھی پھل دے گا۔

سوال: کیا تعدد ازواج پہلی بیوی کی خامی یا کمی کا نتیجہ ہے؟

جواب: تعدد ازواج پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ تعدد ازواج بیوی میں کمی یا خامی کی بنا پر کیا جاتا ہے حالانکہ اس اعتراض کی کوئی حیثیت نہیں ہے کیونکہ اللہ کے حبیب کو سب سے زیادہ پیار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے تھا پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی موجودگی میں دوسری عورتوں سے نکاح فرمایا۔ (دوسری شادی کے فضائل و مسائل)

یہ سب امت کی مائیں بلند پایہ، گراں مایہ خاتون تھیں، اسی طرح سینکڑوں صحابیات و تابعیات جن پر ان کے شوہروں نے نکاح کا مبارک عمل کیا اعلی مرتبت خواتین تھیں، ہمارے معاشرے میں خود پہلی بیوی اور سماج دوسرے نکاح کے موقعے پر پہلی بیوی میں خامیاں تلاشنے لگتے ہیں، دوسری بیوی کے رشتہ دار سوال کرتے ہیں کہ آپ کی پہلی بیوی میں کیا برائی ہے جو آپ دوسرا نکاح کرنا چاہتے ہیں، بلکہ خود بسا اشخاص کہتے ہیں میری بیوی میں کوئی کمی یا عیب نہیں، بھلا میں کیوں دوسرا نکاح کروں!!!

سوال: تعدد ازدواج کی راہ میں رکاوٹیں کیا ہیں؟

جب تعدد ازدواج امر مرغوب ہے، لوگوں کی طبیعتیں فطرتاً اس کی طرف جھکاؤ رکھتی ہیں۔

لوگ قائل ہونے سے پہلے مائل ہوجاتے ہیں۔ اس میں بے شمار حکمتیں ہیں جن کے پیش نظر یہ مشروع الی یوم القیامہ ہے۔تو آخر کیا رکاوٹیں اور موانع ہیں، کہ لوگوں کا اس پر عمل نہیں ہے، اس راہ کے سالک کم کیوں ہیں، اس بزم کے ساقی کثیر کیوں نہیں؟ اس راہِ سخن کے راہ روان قلیل کیوں نظر آتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اس عمل کو عدل سے مشروط کیا ہے، لوگ باگ اسی کو رکاوٹ سمجھتے ہیں، یہ شرط ضرور ہے لیکن عمل سے پیچھے رہنے کی رکاوٹ نہیں ہے۔اصل مانع اور رکاوٹ رواج کا نہ ہونا، معاشرتی و خاندانی ردعمل اور پہلی بیوی کا منفی رویہ ہے۔

لوگ سمجھتے ہیں دوسرا تیسرا نکاح کرنا خوامخواہ کی مصیبت گلے مول لینا ہے، بچوں کی تربیت پر اثر اندازی کا بھی خوف ہوتا ہے اور گھریلو سکون برباد ہونے اور بدنامی کا ڈر بھی ہوتا ہے، اس پر مستزاد قانونی پیچیدگیاں اور سزاؤں کا خوف یہ سب موانع اور رکاوٹیں ہیں اور ایک رکاوٹ نہیں بلکہ ہوّا ہے کہ پہلی بیوی سے محبت و ہمدردی کا زیادہ ہونا کہ اسے صاحب، تکلیف پہنچانا نہیں چاہتے، پہلی بیوی دل ہے اور دل کو دُکھایا نہیں جاتا۔

ان رکاوٹوں کا ایک ہی حل ہے کہ تعدد ازدواج کو عمل میں لایا جائے اور اس کو رواج دیا جائے، اس کا احیاء کیا جائے اور اس کی ترویج کی جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے میری کسی ایسی سنت کا احیا کیا، جسے میرے بعد ترک کردیا گیا، تو اسے بھی، اس پر عمل کرنے والوں کے برابر ثواب ملے گا اور ان کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔(موطا امام مالک)(سنت پر عمل کے ترک ہوجانے کے بعد بسا اوقات ایک اس سنت پر عمل کرنے میں جان و مال عزت و آبرو کی بازی لگانی پڑ جاتی ہے اسی وجہ سے اتنی فضیلت ہے)

رواج دینے سے بہت سی ناقابل عمل چیزیں قابل عمل اور لائق قبول ہوجاتی ہیں، کیا ہندوستان کے ہماچل پردیس کے اس علاقے کو نہیں دیکھتے جہاں ایک ہی عورت چار پانچ مرد سے نکاح آج بھی کرتی ہے، کیا جنوبی ہند کے اس خطہ کے بارے میں نہیں سنا جہاں عورتوں کے بجائے مرد رخصت ہوتے ہیں۔

اگر ہم نے احیائے سنت کی نیت سے تعدد ازدواج کو رواج دے دیا تو تمام رکاوٹیں ناپید ہوجائیں گی، بیویاں ذہنی طور پر پہلے ہی سے تیار ہوں گی، ان کو کوئی صدمہ نہیں پہنچے گا کہ وہ

ہنگامہ آرائی کریں، اور جب رواج ہو جائے گا تو نہ سماج، نہ خاندان نہ ہی قانون کسی دوسرے نکاح کرنے والے کے لیے کوئی پریشانی کھڑی کر سکتے ہیں، نہ بچوں کی تربیت پر اثر پڑے گا نہ ہی پہلی بیوی سے محبت کم ہو گی۔

بہت سے حضرات اس وجہ سے بھی دوسرا نکاح کرنے سے کتراتے ہیں کہ پھر انھیں دوسری بیوی کو بھی جائیداد میں سے حصہ دینا پڑے گا!یہ بہت کم ہمتی ہے کہ دوسرا نکاح کیا جائے اور اسے جائیداد میں سے حصہ نہ دینے کا تصور دماغ میں پروان چڑھایا جائے، جب اللہ تعالی نے اسے بیوی بنایا ہے تو وارث بھی بنایا ہے اور ہر ایک اپنے مقدر کو حاصل کرتا ہے، دونوں میں کوئی بھی وارث بن سکتا ہے اس لیے یہ بیہودہ بات کسی دوسرا نکاح کا ارادہ کرنے والے کے دل و دماغ میں نہیں ہونی چاہیے کہ میں میراث میں سے اسے کچھ نہیں دوں گا۔ یاد رکھیں جو کسی وارث کی میراث کاٹے گا اللہ تعالی جنت میں سے اس کی میراث کاٹ دیں گے۔

کچھ احباب پہلی بیوی سے محبت اور اس کی خدمات کو مانع بنا لیتے ہیں، حالاں کہ یہ رکاوٹوں میں سے نہیں ہیں، نبی کریم ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کس قدر محبت کیا کرتے تھے اس کے باوجود آپ نے ان پر کئی نکاح کیے۔ اس بات کے جانتے ہوئے بھی کہ از راہ بشریت و غیرت آپ رضی اللہ عنہا کو تکلیف ہو سکتی ہے۔

پہلا نکاح کرنے پر بھی والدین سے محبت پر اثر پڑتا ہے، دوسرا بچہ کرنے پر بھی پہلے بچے کی محبت پر اثر پڑتا ہے لیکن کوئی پہلا نکاح کرنے سے یا دوسرا بچہ کرنے سے رکتا نہیں ہے، بلکہ سوچتا ہے بیوی ماں کی خدمت ہی کرے گی اور دوسری اولاد پہلی کی کمپنی ہی بنے گا۔

درحقیقت محبت پر اثر نہیں پڑتا بس توجہات بٹ جاتی ہیں ورنہ والدین اور پہلی اولاد سے اسی طرح محبت باقی رہتی ہے۔ دوسرا تیسرا نکاح کرنے کے بعد بھی پہلی سے محبت باقی رہتی ہے بلکہ اگر وہ دوسرے تیسرے نکاح پر شوہر کی موافقت کرتی ہے تو اس سے ہم دردی اور اس کی قدر مزید بڑھ جاتی ہے۔

عرب ممالک میں تعدد ازدواج میں رکاوٹ کا سبب وہ ہو سکتا ہے جو مندرجہ ذیل ہے کسی وقت راقم نے تحریر کیا تھا: آج ایک ہندی نیوز میں کویتی اخبار کے حوالے سے یہ خبر موصول ہوئی کہ عرب اور خلیجی ممالک میں تقریباً دو کروڑ پچاس لاکھ خواتین جو شادی کی عمر کو پہنچ چکی

ہیں بے نکاحی ہیں، کچھ کی نکاح کی عمر بھی نکل چکی ہے۔ پھر اس خبر میں الگ الگ ممالک میں بے نکاحی خواتین کے اعداد و شمار بتائے گئے، باوجود یہ کہ عرب و خلیجی ممالک میں تعددِ ازدواج کا کسی نہ کسی درجے میں رواج ہے پھر بھی وہاں اتنی عورتوں کا نکاح سے محروم رہنا قابلِ تعجب ہے۔ نکاح نہ ہونے کی وجہ خبر میں یہ کہی گئی ہے کہ عورتیں مرد سے متعلق عدمِ تحفظ کا شکار ہیں کہ پتا نہیں نکاح کے بعد یہ شوہر کیسی طرزِ زندگی دے گا یا تشدد کرے گا۔ اور کچھ خواتین پڑھ لکھ کر برسر روزگار ہیں، وہ کسی کی ماتحتی نہیں چاہتیں، آزاد طبیعت ہیں آزادی چاہتی ہیں۔ ایک وجہ یہ بھی کہی گئی کہ نکاح کرنے کے اخراجات کافی ہیں، مرد کو بھی کافی خرچ کرنا پڑتا ہے عورت کا بھی کافی خرچ ہوجاتا ہے، کئی کئی دن تک تقریبات ہوتی ہیں، وہاں الگ الگ رسموں کا انعقاد کیا جاتا ہے، نیز عورت کسی بھی غریب کے یہاں رخصت ہو کر جانے کے ذاتی طور پر خلاف ہے۔ مہنگی شادی کی وجہ سے تعددِ ازدواج کی شرح میں کافی گراوٹ آئی ہے۔

اصل وجہ یہی ہے کہ مسلم معاشرے میں نکاح کو بہت مہنگا اور مشکل بنادیا گیا ہے عورتوں کی فرمائشیں اور چاہتیں بھی آسمان چھوتی ہیں۔ حدیث شریف میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب ایسا آدمی تمہیں پیغام نکاح دے جس کے دین و اخلاق سے تم خوش ہو تو اس سے نکاح کر دو، اگر تم نے اس طرح نہ کیا تو زمین میں فتنہ اور بہت زیادہ فساد برپا ہوگا۔

مطلب یہ ہے کہ جب تمہاری اولاد یا رشتہ داروں میں سے کسی خاتون کے لیے کوئی ایسا آدمی پیغام نکاح بھیجتا ہے، جس کی دین داری اور اخلاق و معاشرت سے تم مطمئن ہو تو اس کا پیغام نکاح قبول کر کے اس خاتون سے اس کا نکاح کر دو، اگر تم نے اس طرح نہ کیا بلکہ صرف مالداری اور دنیاوی جاہ و مرتبہ کو پیش نظر رکھا تو تمہاری عورتوں اور مردوں کی ایک بڑی تعداد بغیر نکاح کے رہ جائے گی اور زنا میں ابتلاء کا فتنہ کثرت اختیار کر جائے گا، جس سے اولیاء کو عار لاحق ہوگی اور اس سے فتنہ وفساد بھڑک اٹھے گا اور اس پر قطع رحمی اور قلت صلاح و عفت کے مفاسد مرتب ہوں گے۔ (مرقات بحوالہ نفحات)

سوال: ہمارے دور اور ہمارے دیار میں اکثر دوسری شادی کامیاب کیوں نہیں ہوتی؟

جواب: قارئین نے ہاتھ میں موجود کتاب کے مختلف تحریروں سے بخوبی اندازہ لگالیا ہوگا کہ دراصل دوسرے نکاح میں ناکامی کی اصل وجہ پہلی بیوی کا ناتربیت یافتہ ہونا، اس کا دوسری

شادی کے حقِ مرد کو قبول نہ کرنا، ہنگامہ آرائی کر کے نوبت کسی ایک کی طلاق تک پہنچا دینا ہے۔ نیز کچھ جگھوں پر دوسری بیوی ظالم ثابت ہوتی ہے اور وہ شوہر کے ذریعہ زور و جبر سے یا بہلا پھسلا کر ستم ڈھاتی ہے اور بسا اوقات مرد خود غیر مربی، شرعی احکام سے ناواقف، جلد باز، ستم گر، ناعاقبت اندیش اور غیر منصف ہوتا ہے۔

اس سوال سے متعلق ایک عمدہ تحریر ''سرفراز فیضی صاحب'' کی دست یاب ہوئی ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے از خود لکھنے کے بجائے اس تحریر کو کچھ حذف کے ساتھ من وعن سپردِ قرطاس کر دیا جائے: یقیناً دوسری شادی ہمارے معاشرے کی ضرورت اور معاشرے کے بہت سارے مسائل کا حل ہے، معاشرے میں کم از کم اتنے استقامت وعزیمت سے متصف دوسری شادی کرنے والے مرد ہونے چاہیے کہ کوئی عورت خواہ کنواری ہو یا بیوہ، مطلقہ ہو یا مختلعہ عمر کے کسی بھی مرحلہ میں بغیر نکاح کے نہ بیٹھی رہے، لیکن ہمارے معاشرے میں ایسے باہمت مرد بہت کم ہیں جو دوسرے نکاح کا بوجھ سنبھال سکیں، یہی وجہ ہے کہ دوسری شادی میں کامیابی کا تناسب کم اور طلاق کی شرح زیادہ ہے۔

دوسری شادی میں ناکامی کا بنیادی سبب یہ ہے کہ دوسری شادی کے فیصلے بالعموم جلد بازی میں، جذبات کے ماحول میں اور پریکٹیکل ہو کر غور وفکر کے بغیر لیے جاتے ہیں۔ کم مرد ہیں جو اتنی دور اندیشی اور سمجھداری کے ساتھ دوسری شادی کا اقدام کرتے ہیں جتنی دوسرے نکاح کے لیے درکار ہے، بیشتر مرد ایکسائٹمنٹ میں اندھے ہوجاتے ہیں، شادی کا شوق ان کا ذہن ایسا ماؤف کر دیتا ہے کہ شادی کے بعد کے مسائل دیکھنے کی صلاحیت مسلوب ہو جاتی ہے۔ کئی معاملات ایسے ہوتے ہیں جن میں مردوں کی آنکھوں پر جنسی ناآسودگی کا پردہ چڑھا ہوتا ہے، اس پردے کے پیچھے وہ ان سنگین مسائل کو درست طریقے سے نہیں دیکھ پاتے جو نکاح ثانی کی وجہ سے کھڑے ہوجانے والے ہیں، ایسے لوگ ہوس کے دباؤ میں آ کر نکاح تو کر لیتے ہیں لیکن جیسے ہی ناآسودگی کی وہ کیفیت ختم ہوتی ہے، نفس کا بوجھ ہلکا ہوتا ہے اور آنکھوں پر پڑی شہوت کی دھند چھٹتی ہے سامنے مسائل کا انبار منہ کھولے کھڑا نظر آتا ہے، بیوی، بچے، خاندان، سماج، معاش کے مسائل سب اس کے خلاف محاذ آراء ہوتے ہیں، جلد بازی اور جنسی دباؤ میں دوسری شادی کر لینے والا شخص ان مسائل سے ڈٹ کر مقابلہ کرنے کی طاقت اپنے اندر نہیں پاتا تو ہمت ہار جاتا ہے، ان

مسائل کے سامنے ہتھیار ڈال دیتا ہے، ایسے میں طلاق کا آپشن اس کو زیادہ آسان لگنے لگتا ہے۔

دوسری شادی میں کثرت طلاق کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ اکثر مرد شہوت کے دباؤ کے سبب دوسری بیوی کے انتخاب میں اپنے بہت سارے معیارات سے سمجھوتہ کر لیتے ہیں، کیونکہ دوسرے نکاح کے لیے اپنی پسند کی عورت کا مل پانا بیشتر حالات میں آسان نہیں ہوتا اس لیے بہت سارے مرد جلد بازی میں اپنی پسند کو پس پشت ڈال کر یہ ذہن بنا لیتے ہیں کہ جیسی بھی ملے بس مل جائے۔ لیکن معیارات کے ساتھ یہ سمجھوتہ محض نکاح ثانی ہونے تک قائم رہتا ہے، نکاح کو مہینے دو مہینے بھی نہیں گزرتے کہ پہلی بیوی جس میں اب تک سو عیب نظر آتے تھے اس کی محبت جاگنے لگتی ہے اور دوسری بیوی جس کے لیے شادی سے پہلے ہر طرح کی قربانی کے لیے تیار تھے اس میں وہ سارے عیوب دکھنے شروع ہو جاتے ہیں جو دوسری شادی کی للک میں شادی سے پہلے نظر انداز کر دیئے گئے تھے، اب ان عیوب کے ساتھ بیوی کو رکھنا وہ بھی وہ ساری قربانیاں دیتے ہوئے جو ہمارے معاشرے میں مرد کو نکاح ثانی کے بعد دینی پڑتی ہیں انسان کو مشکل لگنے لگتا ہے اور اس کے مقابلے میں طلاق کا آپشن آسان دکھائی دیتا ہے۔

خفیہ نکاح میں تو طلاق کا آپشن اور بھی زیادہ آسان ہوتا ہے، کیونکہ اس میں انسان پر معاہدہ نکاح کی پاسداری کا وہ سماجی دباؤ بھی نہیں ہوتا جو اعلانیہ نکاح میں ہوتا ہے اور مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں بیشتر دوسری شادیاں خفیہ ہی ہوتی ہیں۔

کچھ ایسے لاپرواہ اور مجرم مزاج مرد بھی ہوتے ہیں جن کے لیے دوسری شادی محض ایک تجربہ ہوتا ہے جس کے بارے میں وہ پہلے سے ذہن بنا چکے ہوتے ہیں کہ اگر کامیاب نہ ہوا تو وہ الٹے پاؤں واپس آجائیں گے، دوسری شادی ان کے لیے محض ایک شوق اور ایڈونچر ہوتی ہے، ایسے لوگ شادی کر کے اپنی جگیا سا مٹاتے ہیں، اپنی شہوت پوری کرتے ہیں اور جب عورت کے جسم سے ان کا من بھر جاتا ہے تو کوئی بہانہ تلاش کر کے الگ ہو جاتے ہیں، اللہ کا خوف تو ان کے دل میں ویسے ہی نہیں ہوتا، افسوس کہ ہمارے معاشرے میں بھی ایسی کوئی اتھارٹی نہیں جو ان کا مؤاخذہ کر سکے۔

پہلی شادی میں اگر تعلقات خراب ہوں اور بات طلاق تک پہنچ جائے تو گھر خاندان اور سماج کے لوگ سب مل کر اس کوشش میں لگ جاتے ہیں کہ کسی طرح رشتے کو ٹوٹنے سے بچا لیا جائے،

دوسری شادی کا معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے،دوسری شادی میں مرد پر طلاق کے لیے گھر، خاندان اور سماج کا دباؤ ہوتا ہے، ان سب کی ہمدردیاں پہلی بیوی کے ساتھ ہوتی ہیں، معاشرے کی مخصوص ذہنیت اور بے دین مزاج کی وجہ سے لوگ اِس دوسری بیوی کو ہی ظالم اور گھر توڑنے والا سمجھتے ہیں، لہٰذا دوسری شادی کے معاملہ میں مرد بغیر کسی افسوس اور شرمندگی کے طلاق دیتا ہے ،طلاق دے کر اس کو محسوس ہوتا ہے کہ اس کی گردن آزاد ہوگئی اور اس کے سر کا بوجھ اتر گیا، لیکن وہ عورت جس کو طلاق ہوئی ہے وہ ٹوٹ کر بکھر جاتی ہے، ویسے بھی ہمارے معاشرے کے مخصوص مزاج کی وجہ سے دوسری بیوی بننے کے لیے تیار ہونے والی عورتیں بالعموم وہ ہوتی ہیں جو پہلے سے ہی کسی غم کا بوجھ اپنے سینے پر پال رہی ہوتی ہیں، یہ عورتیں یا تو عمر دراز کنواریاں ہوتی ہیں، یا مطلقہ یا مختلعہ یا بیوہ، ان عورتوں کے لیے دوسری شادی کی ناکامی کی مار دوگنا عذاب بن جاتی ہے، یہ دوہرا زخم ان کی زندگی کا ایسا بوجھ بن جاتا ہے جو ان کو نفسیاتی مریض بنا دیتا ہے۔ جس سے باہر نکل پانا بہت ساری عورتوں کے لیے ناممکن ہوجاتا ہے۔ الا من رحم ربی

لہٰذا وہ حضرات جو دوسری شادی کا ارادہ رکھتے ہیں ان کی خدمت میں عرض ہے کہ دوسری شادی برائے دوسری شادی انتہائی خطرناک رجحان ہے، اس سے باہر آجائیں، اگر واقعتا دوسری شادی کے لیے سنجیدہ ہیں تو جنسی دباؤ اور ایکسائٹمنٹ کے مزاج سے باہر آکر پورے معاملے کا مکمل پریکٹیکل ہوکر تجزیہ کریں۔

یاد رکھیں! پہلی شادی کسی نہ کسی طرح چل جاتی ہے کیونکہ ایک نکاح انسان کی ضرورت ہوتا ہے اور پہلی شادی اس ضرورت کی تکمیل کے لیے ہوتی ہے، لہٰذا پہلی بیوی کے معاملے میں انسان بہت ساری چیزوں سے سمجھوتہ کرلیتا ہے اور بہت ساری خامیوں کو نظرانداز کردیتا ہے ،دوسری شادی کی کامیابی بھی اسی صورت میں ممکن ہے کہ وہ انسان کی ضرورت ہو۔

محض اپنے تجسس کو مٹانے کے شوق میں دوسری شادی مت کیجیے، شوقیہ شادی کے کامیاب ہونے کا امکان بہت کم ہوتا ہے، آپ تو اپنا شوق پورا کرکے فارغ ہوجائیں گے لیکن اس عورت کا سوچیے جس کی زندگی آپ نے اپنے شوق کی تکمیل میں تباہ کرڈالی ہے، آپ کو یہ حق نہیں کہ آپ اپنا شوق پورا کرنے کے لیے ایک عورت کا جینا حرام کردیں،اس کے جذبات کے ساتھ کھلواڑ کریں، اس کا دل چھلنی کردیں، اس کی روح زخمی کردیں، اس کو ذہنی مریض بنا کر چھوڑ

دیں۔ ممکن ہے کہ آپ اتنے طاقتور ہوں کہ دنیا کی کسی انسانی طاقت کا آپ کو خوف نہ ہو، لیکن اللہ کی پکڑ سے بچ کر کہاں جائیں گے، اللہ کی پکڑ بہت سخت اور اس کا عذاب بہت دردناک ہے اور ظالموں کو تو وہ آخرت سے پہلے دنیا ہی میں عذاب کا مزہ چکھا دیتا ہے۔

یہ بات بھی یاد رکھیے! دوسری بیوی کا معیاری ہونا پہلی بیوی کے معیاری ہونے سے زیادہ اہم ہے لہٰذا دوسرا نکاح کرنا ہی ہے تو ڈھونڈ کر اس عورت سے کیجیے جو آپ کی آئیڈیل ہو، آپ کی پسند ہو، آپ کی ضرورت ہو، ایسی عورت جس کی محبت آپ کے اندر اُن مصیبتوں کا مقابلہ کرنے کی ہمت پیدا کر سکے جو دوسری شادی کے بعد آپ کے خلاف محاذ آراء ہونے والی ہیں، جس کو دیکھ کر زندگی کے وہ غم بھول سکیں جو دوسری شادی کے نتیجے میں آپ پر ٹوٹ پڑنے والے ہیں، جس کے آغوش میں آ کر سکون کی سانس لے سکیں، دنیا کی فکر و غم سے بے نیاز ہو سکیں، ایسی عورت جس کے لیے آپ قربانی دے سکیں، ایسی عورت جس کے لیے آپ قربان ہو سکیں۔

دوسری شادی کی کامیابی کا انحصار آپ کی پہلی بیوی کے ساتھ آپ کے تعلقات کی کیفیت پر بھی بہت زیادہ ہے، اپنی پہلی بیوی سے بہت زیادہ محبت کرنے والوں یا بہت زیادہ ڈرنے والوں کی بھی دوسری شادی کے کامیاب ہونے کا امکان بہت کم ہوتا ہے، اکثر پہلی بیوی کی محبت یا خوف اُس کے اور دوسری بیوی کے درمیان حائل ہو جاتا ہے، لہٰذا پہلی بیوی سے بہت زیادہ محبت کرنے والوں یا ڈرنے والوں کو بھی دوسری شادی سے گریز کرنا چاہیے۔

دوسری شادی کی کامیابی کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ دوسری بیوی اس کو کامیاب کرنے میں آپ کا حتی الامکان تعاون کرے، اور اس تعاون کے لیے ضروری ہے کہ اس کو شادی کے بعد کے اندیشوں اور ممکنہ پریشانیوں سے پہلے ہی متنبہ کر دیں تا کہ وہ سوچ سمجھ کر دوسری بیوی بننے کا فیصلہ لے، بہت سارے مرد شادی سے پہلے تو بیوی کو حسین خواب اور ہرے باغ دکھا کر شادی کے لیے آمادہ کر لیتے ہیں لیکن شادی ہوتے ہی ان کا مزاج بدل جاتا ہے، وہ وعدے جھوٹے ثابت ہوتے ہیں جن کا جھانسہ دے کر عورت کو شادی کے جال میں پھنسایا تھا، ایسے میں دوسری بیوی خود کو ٹھگا ہوا محسوس کرتی ہے، اگر بہت مجبور ہو تو کسی طرح زندگی کاٹ لیتی ہے، لیکن مجبور نہ ہو تو اس کے عدم تعاون کی صورت میں مرد کے پاس طلاق کے علاوہ کوئی آپشن نہیں بچتا۔

دوسری شادی کے لیے اپنا ذہن بنانے کے ساتھ گھر والوں کا ذہن بنانا بھی ضروری ہے، لہٰذا دوسری شادی کرنے سے پہلے گھر میں دوسری شادی کا ماحول بھی بنائیے اور دوسری شادی کے بعد پیدا ہونے والے ماحول کا اندازہ بھی لگائیے، بہت ضروری ہے کہ دوسری شادی سے پہلے آپ کو دوسری شادی کے بعد اٹھنے والے طوفان کی شدت کا اندازہ ہو، آپ کو پتہ ہو کہ آپ بیوی، بچے، گھر اور سسرال والے دوسری کی مخالفت میں کس حد تک جاسکتے ہیں، تاکہ آپ نکاح ثانی کے اقدام سے پہلے اطمینان کرسکیں کہ آپ میں اس طوفان کا مقابلہ کرنے کی ہمت ہے اور اگر ہمت نہیں ہے تو دوسری شادی کا سودا دماغ سے نکال دیں۔

ماحول کا اندازہ لگانے کے لیے ایک عمدہ تجویز میں نے کچھ سالوں پہلے تحریر کی تھی، اس مختصر تحریر پر اس مضمون کا اختتام کرتا ہوں۔

''دوسری شادی کرنے کا سب سے کم رسک والا طریقہ یہ ہے کہ نکاح کرنے سے دو مہینے پہلے یہ افواہ پھیلا دیں کہ آپ نے نکاح کرلیا، اس کے بعد بیوی، بچّے، میکے، سسرال، امی، ابّا، ساس، سسر، سالے، سالیوں وغیرہ کا ری ایکشن دیکھیں، اگر ردّ عمل ایسا ہے کہ آپ ہینڈل کرلیں گے تو اللہ کا نام لے کر قدم آگے بڑھائیں، اللہ برکت دینے والا ہے۔ اور اگر ردّ عمل کی شدّت آپ کی قوّت برداشت سے باہر ہے اور حالات اتنے بے قابو ہوجائیں کہ آپ کے لیے سنبھالنا ناممکن ہو تو صبر کریں۔ روزے نماز کی پابندی کریں۔ اور یہ سوچنا شروع کردیں کہ دنیا میں دوسری بیوی نہیں مل سکی تو کیا ہوا، جنّت میں حور ضرور ملے گی۔ ان شاء اللہ''۔

خلفائے راشدین اور تعدد ازواج

صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان تعدد ازواج کا سلسلہ قائم تھا۔ بیوہ یا مطلقہ سے شادی کرنے میں عار نہیں سمجھا جاتا تھا۔ بے نکاحی خواتین کا نکاح جلد ہوجاتا تھا اور یہ تعدد ازدواج ہی کی برکت تھی، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیوہ ہوئیں تو ان کے والد نے انھیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر بلاخیر پیش کردیا، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیوہ ہوئیں تو ازخود حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یکے بعد دیگرے اپنا پیغام نکاح بھیجا۔ حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا مطلقہ ہوئیں تو تین تین رشتے ان کو آئے: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوجہم بن صخیر رضی اللہ عنہ اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے۔

اس تحریر میں بالخصوص خلفائے راشدین اور دیگر کچھ صحابہ میں تعدد ازواج کے عمل کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی چار بیویاں تھیں:

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی چار بیویاں، تین بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا پہلا نکاح ام قتیلہ سے ہوا۔ اس سے آپ کے ایک بڑے بیٹے حضرت عبد اللہ اور ایک بیٹی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔

آپ کا دوسرا نکاح ام رومان (زینب) بنت عامر بن عویمر سے ہوا۔ ان سے ایک بیٹے حضرت عبد الرحمن اور ایک بیٹی ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے تیسرا نکاح حبیبہ بنت خارجہ بن زید سے کیا۔ ان سے آپ کی سب سے چھوٹی بیٹی حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔

آپ نے چوتھا نکاح سیدہ اسماء بنت عمیس سے کیا تھا۔ یہ حضرت جعفر بن ابی طالب کی بیوی تھیں، جنگ موتہ کے دوران شام میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان سے نکاح کر لیا۔ حجۃ الوداع کے موقع پر ان سے آپ کے بیٹے محمد بن ابی بکر پیدا ہوئے۔ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ دنیا سے رخصت ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ سے نکاح کر لیا۔ اس طرح آپ کے بیٹے محمد بن ابی بکر کی پرورش حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے فرمائی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مختلف اوقات میں متعدد شادیاں کی تھیں:

ان کے درج ذیل نام ہیں؛ زینب بنت مظعون، ملیکہ بنت جول، قریبہ بنت ابی امیہ، ام حکیم بنت حارث، جمیلہ بنت عاصم، عاتکہ بنت زید، ام کلثوم۔ دو لونڈیاں لہیہ اور فکیہہ سے بھی نکاح کیا ہے۔ رضی اللہ تعالی عنہن اجمعین

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آٹھ شادیاں کی تھیں:

جن عورتوں سے آپ نے شادیاں کی تھیں ان کے نام ذیل میں ذکر کیے جاتے ہیں: حضرت رقیہ، حضرت ام کلثوم، فاختہ بنت غزوان، ام عمرو بنت جندب دوسیہ، فاطمہ بنت ولید، ام البنین بنت عیینہ، رملہ بنت شیبہ، نائلہ بنت فرفصہ۔ رضی اللہ عنہن

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نو شادیاں کی تھیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مختلف اوقات میں نو نکاح فرمائے، اور آپ کی باندیاں بھی تھیں۔ آپ کی پہلی شادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہوئی اور ان کے بطن سے تین بیٹے حضرت حسن، حضرت حسین اور حضرت محسن اور دو بیٹیاں زینب کبری اور ام کلثوم کبری رضی اللہ عنہم پیدا ہوئے۔ ان میں سے حضرت محسن کا تو بچپن ہی میں انتقال ہو گیا تھا۔

جب تک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا زندہ رہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کسی عورت سے نکاح نہیں فرمایا۔ آپ کی وفات کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے درج ذیل عورتوں سے مختلف اوقات میں نکاح فرمائے۔

۱ ام البنین بنت حرام عامریہ: ان سے چار بیٹے حضرت عباس، حضرت جعفر، حضرت عبداللہ اور حضرت عثمان کی ولادت ہوئی۔

۲ لیلیٰ بنت مسعود تیمیہ: ان سے دو فرزند عبید اللہ اور ابوبکر کی ولادت ہوئی۔

۳ اسماء بنت عمیس خثیمہ: ان سے یحییٰ اور محمد اصغر پیدا ہوئے۔

۴ ام حبیبہ بنت زمعہ: ان سے حضرت عمر اور سیدہ رقیہ پیدا ہوئے۔

۵ امامہ بنت ابو العاص: ان سے محمد اوسط کی ولادت ہوئی۔

۶) خولہ بنت جعفر حنفیہ: ان سے محمد اکبر پیدا ہوئے، جو محمد حنفیہ کے نام سے معروف ہیں۔

۷ ام سعید بنت عروہ: ان سے ام الحسین اور رملہ کبری کی ولادت ہوئی۔

۸ محیاۃ بنت امراء القیس: ان سے ایک بیٹی کی ولادت ہوئی جو بچپن ہی میں فوت ہو گئیں۔

آپ کی مختلف باندیوں سے پیدا ہونے والی اولاد کے نام درج ذیل ہیں: حضرت ام ہانی، حضرت میمونہ، حضرت زینب صغری، حضرت رملہ صغری، ام کلثوم صغری، حضرت فاطمہ امامہ، حضرت خدیجہ، حضرت ام الکبری، حضرت ام سلمہ، حضرت ام جعفر، حضرت ام جمانہ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

(البدایۃ والنہایۃ؛ بحوالہ دوسری شادی کے فضائل و مسائل)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی بیویاں:

مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ آپ کی بیویوں میں فزاری قبیلے کی خولہ، جعدہ بنت اشعث، خثعمی قبیلے کی عائشہ، ام اسحاق بنت طلحہ بنت عبید اللہ تمیمی، ام بشیر بنت ابو مسعود انصاری، ہند بنت عبد الرحمن بن ابو بکر، ام عبد اللہ بنت شلیل بن عبد اللہ جو کہ جریر بجلی کے بھائی ہیں، بنو ثقیف

کی ایک عورت، بنی عمرہ بن اہیم منقری میں سے ایک خاتون اور بنی شیبان آل ہمام بن مرہ سے ایک خاتون شامل ہیں۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی بیویاں:

سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ ازواج کے متعلق اتنا معلوم ہے کہ ایک کا نام شہر بانو، دوسری کا نام لیلی، تیسری کا نام رباب، چوتھی کا نام ام اسحاق تھا، شہادت کے وقت دو بیویاں ساتھ تھیں، ایک کا نام شہر بانو دوسری کا نام تحریر نہیں، حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالی نے فتاوی عزیزی میں یہ تفصیل لکھ کر فرمایا ہے: وصالِ دیگر ازواج معلوم نیست کہ دران وقت زندہ بودند یا مردہ؟۔کل کتنی عورتوں سے نکاح کیا ؟ پھر کسی کو طلاق دی یا نہیں؟ اور کس کس کا ان کے سامنے انتقال ہوا؟ یہ تفصیل معلوم نہیں۔۔۔"الخ (فتاوی محمودیہ)

ایک ہی شادی کرنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم !!

کسی نے پوچھا کہ ایسے کسی صحابی کا نام بتائیں جنہوں نے زندگی میں صرف ایک شادی کی ہو؟ تلاش بسیار کے باوجود دماغ کے گوگل سے کوئی جواب نہ بن پایا۔ مجبوراً کتبِ سیر صحابہ کی طرف رجوع کرنا پڑا۔

مگر وہاں بھی ورق گردانی کا سلسلہ طویل تر ہوتا چلا گیا، لیکن کسی ایک بھی ایسے صحابی کا نام سامنے نہیں آیا، جس نے رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد طویل زندگی پائی ہو اور ایک ہی شادی پر اکتفا کیا ہو۔

البتہ ایسے کئی اصحابِ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نظر سے گزرے، جنہوں نے پہلی شادی کی اور کچھ عرصے بعد راہِ خدا میں شہید ہوگئے یا قبل از نکاح ہی وہ جام شہادت نوش کر گئے۔

پھر کافی جستجو کے بعد طویل زندگی پانے والے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے صرف ایک ہستی ایسی ملی، جن کی صرف ایک بیوی ہونے پر موٴرخین نے اتفاق کیا ہے اور وہ ہیں اِس امت کے درویش حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ۔ (نام: جندب بن جنادہ) جن کی وفات تک حضرت ام ذر رضی اللہ عنہا کے علاوہ کوئی بیوی نہیں تھی۔ان کا مسلک ہی جمہور صحابہ کرام سے نرالا اور فقر و زہد اور ترکِ دنیا پر مبنی تھا۔

تاہم بعض مورخین نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی لکھا ہے کہ انہوں نے

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے علاوہ کسی خاتون سے شادی نہیں کی تھی۔(البدایہ والنہایہ۔ أسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ)

آج بھی عرب ممالک میں ایک بیوی پر اکتفاء کرنے کو تعجب کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ وہاں آج بھی دو تین شادیاں معمول کا حصہ ہیں۔ غالبا برصغیر کے مسلمانوں میں ایک سے زائد بیوی کو معیوب سمجھنے کی سوچ ہندوؤں کے کلچر سے ملی ہے۔ (تحریر از مفتی محمد قاسم اوجھاری)

بعض لوگوں کا تعدد ازواج کے سلسلے میں یہ اعتراض سامنے آتا ہے کہ صحابہ نے متعدد نکاح اس لئے کیے تھے کہ ان کی بدنی قوت زیادہ تھی، اور ہماری طاقت ان کے مقابلے میں نہیں ہے۔ ان کی یہ بات درست ہے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی قوت ہم سے زیادہ تھی لیکن دوسری طرف ہمیں یہ بات بھی نظر انداز نہیں کرنی چاہیے کہ صحابہ کے اندر صبر کا جذبہ اور دنیا سے بے رغبتی بھی اتنی زیادہ تھی کہ ہم لوگ نہ اس طرح کے صبر کی استطاعت رکھ سکتے ہیں اور نہ ہی دنیا سے بے رغبتی۔ جب ہم اس درجے تک پہنچے ہوئے ہیں کہ نہ ہم سے صبر ہوتا ہے اور نہ ہی دنیا سے بے رغبتی تو پھر ہمیں بطریق اولی کثرت سے نکاح کرنے چاہیں۔ (دوسری شادی کے فضائل احکام)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ:

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک لڑکی کو نکاح کا پیغام بھیجا اور اس کا تذکرہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا، آپ نے پوچھا مخطوبہ (جس کو نکاح کا پیغام بھیجا ہے) دیکھی ہے؟ میں نے عرض کیا: نہیں، فرمایا: دیکھ لو اس سے محبت دائم رہے گی۔ میں اس لڑکی کے پاس گیا، اس کے پاس اس کے والد تھے، وہ پردے میں تھیں، میں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ میں انھیں دیکھ لوں، لڑکی اور لڑکی کے والد دونوں خاموش رہے، پھر لڑکی نے پردہ سے جھانک کر کہا اگر رسول اللہ نے آپ کو دیکھنے کا حکم کیا ہے تو تشریف لائیے اور دیکھ لیجیے اور اگر حکم نہیں دیا ہے تو آنے کی مشقت نہ اٹھائیں، میں نے جاکر دیکھا پھر نکاح کرلیا۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میرے نزدیک کوئی عورت اس جیسا مرتبہ کبھی حاصل نہیں کرسکی حالاں کہ میں نے ستر عورتوں سے نکاح کیا ہے۔ (السنن الکبری للبیہقی: ۱۳۴۹۰)

قارئین آپ صحیح پڑھ رہے ہیں، ستر، ۶۹/کے بعد والا ستر اور عرب میں ۷۰/تحدید کے لیے نہیں بلکہ درمیانی درجے کی تکثیر کے لیے بولا جاتا۔ آپؓ ہی ہیں جن کا قول مشہور ہے "صاحب المرأة الواحدة عليل، إن مرضت مرض معها وإن حاضت

حاض معها وإن صامت صام معها، أما صاحب الاثنين فهو بين جمرتين أيتهما أدركته أحرقته، وصاحب الثلاث يبيت كل ليلة في قرية وصاحب الأربع عروس كل ليلة" ایک بیوی والا شخص بیمار ہوتا ہے، اگر وہ (عورت) بیمار ہو جائے تو وہ (شوہر) بھی اس کے ساتھ بیمار ہوتا ہے، اگر وہ حیض میں ہو تو وہ (شوہر) بھی اس کے ساتھ حیض میں ہوتا ہے، اگر وہ روزہ رکھے تو وہ (شوہر) بھی اس کے ساتھ روزہ رکھتا ہے۔ دو بیویوں والا شخص دو انگاروں کے درمیان ہوتا ہے، جس کسی انگارے سے بھی ٹکرا جائے، وہ اسے جلا دیتا ہے۔ اور تین بیویوں والا ہر رات کسی نئی بستی میں رات گذارتا ہے، جب کہ چار بیویوں والا ہر رات دولہا ہوتا ہے۔

آپؓ بہت ذہین، مدبّر و بیدار مغز آدمی تھے، کہتے ہیں کہ اگر کسی شہر کے ستر دروازے ہوں اور ہر دروازے سے کسی مشکل تدبیر اور دقیق چال ہی سے گھسا جاسکتا ہے تو آپ وہ ہیں جو ستر دروازوں سے اپنی تدبیر اور ہنرمندی سے داخل ہو جائیں گے۔

ان کا ایک اور واقعہ پیغامِ نکاح ہی کے تعلق سے مشہور ہے: ایک عورت کے پاس مغیرہ بن شعبہؓ اور ایک عرب نوجوان نے شادی کے لیے پیغام بھیجا اور نوجوان خوبصورت اور عنفوانِ شباب میں تھا۔ جواب میں دونوں کے پاس اس عورت نے یہ پیغام بھیجا کہ تم دونوں نے میرے پاس رشتہ بھیجا ہے اور میں تم دونوں میں سے کسی کا رشتہ اس وقت تک منظور نہ کروں گی جب تک اس کو دیکھ نہ لوں اور اس کی گفتگو نہ سن لوں، اگر تم چاہو تو یہاں آجاؤ؛ لہٰذا دونوں پہنچ گئے۔ اس عورت نے ان کو ایسی جگہ بٹھایا جہاں سے وہ ان کو دیکھ سکے اور ان کی گفتگو بھی سن سکے۔ جب مغیرہؓ نے اس جوان کو دیکھا اور اس کے جمال و شباب اور وضع پر نظر کی تو اس عورت کی طرف سے مایوس ہو گئے اور خیال کیا کہ وہ ان کو اس جوان پر ترجیح نہیں دے گی۔ پھر اس جوان کی طرف متوجہ ہوئے اور اس سے کہا کہ تم خوب صورت اور صاحبِ حسن ہو، خوب بات کرتے ہو، کیا تم میں کچھ اور اوصاف بھی ہیں؟ اس نے کہا: ہاں! اور اپنے محاسن شمار کرانے کے بعد خاموش ہو گیا۔ اس سے مغیرہؓ نے کہا کہ تمہارا حساب کیسا ہے؟ اس نے کہا حساب میں مجھ سے کبھی چوک نہیں ہوسکتی اور میں رائی کے دانے سے بھی باریک فرق کو پکڑ لیتا ہوں۔ مغیرہؓ نے کہا لیکن میرا حال تو یہ ہے کہ میں گھر کے کونے میں تھیلی (اشرفیوں کی) رکھ دیتا ہوں۔ گھر والے

جہاں چاہتے ہیں خرچ کرتے رہتے ہیں، مجھے خرچ کی خبر اس وقت ہوتی ہے جب وہ دوسری تھیلی طلب کرتے ہیں۔عورت نے کہا: واللہ یہ شیخ جو مجھ سے کسی چیز کا محاسبہ نہ کرے اس شخص سے بہتر ہے جو رائی کے دانے سے بھی چھوٹی چیز پر نظر رکھنے والا ہے۔ اس نے مغیرہ رضی اللہ عنہ سے نکاح کرلیا۔ (لطائفِ علمیہ)

اورنگزیب عالم گیر رحمۃ اللہ علیہ کی چار بیویاں پانچ بیٹے اور پانچ بیٹیاں تھیں:

ہمارے تیموری بھائی ہندوستان میں برابر دو دو تین تین چار چار شادیاں کرتے رہے لیکن ہندی عوام پر اس کا کوئی اثر ہی نہیں ہوا، یہ تو اورنگ زیب تھے جو ہر ایک میں کفایت شعاری کرتے تھے ، انھوں نے شعراء کے کلام کو سننا اس وجہ سے موقوف کردیا تھا کہ اگر ان کے کلام کو سنا جائے گا تو نوازنا پڑے گا اور بیت المال کے مال سے نوازا تو نہیں جاسکتا۔خوراک پوشاک میں بھی وہ کفایت شعاری سے کام لیتے۔ لیکن بیویاں رکھنا انھوں نے کفایت شعاری کے خلاف نہیں سمجھا۔

وہ خود ٹوپیاں سی کر اور قران لکھ کر گزر بسر کرتے تھے پھر ان کی ٹوپیاں بازار میں آکر بک جاتی لیکن یہ معلوم نہیں ہونے دیا جاتا تھا کہ بادشاہ کی سی ہوئی ہیں۔ عام ٹوپیوں کے ساتھ عام داموں میں فروخت ہوتی۔ آپ کی زندگی اس لحاظ سے بھی کامل تھی کہ آپ حکومت کی باگ دوڑ احسن طریقہ سے انجام دیتے، ساتھ ہی انھوں نے گھر کے افراد بچوں اور بیویوں پر بھی مکمل توجہ دی اور انکو سنوارا تعلیم دی قابل بنایا۔

سوال: مرد کی طرح عورت کو چار شادیوں کی اجازت کیوں نہیں؟

جواب: مردوعورت کے درمیان مساوات کے نعرے کے تناظر میں یہ سوال بھی بڑے زور وشور کے ساتھ اٹھایا جاتا ہے کہ شریعت میں اگر مردوں کو چار بیویوں کی اجازت ہے تو عورت کو بہ یک وقت چار شوہر کی اجازت کیوں نہیں ہے؟

اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ اسلام میں؛ بلکہ ہر مہذب سماج میں خاندان کو بڑی اہمیت حاصل ہے اور خاندان کا مدار نسب کے تحفظ پر ہے؛ اس لیے کہ اگر نسب ہی معلوم نہ ہو تو رشتوں کا تعین ہی نہیں ہوسکے گا جس سے خاندان بنتا ہے اور ظاہر ہے کہ عورت اگر ایک مرد سے زیادہ کے ساتھ جنسی تعلق قائم کرے گی تو پیدا ہونے والے بچے کے نسب کا تعین انتہائی پیچیدہ ہوجائے

گا۔ جاہلیت میں جب بدکاری عام تھی، اس مسئلے کا حل یہ نکال رکھا تھا جیسا کہ بخاری شریف کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عورت اپنے ساتھ جنسی تعلق قائم کرنے والے سارے مردوں کو اکٹھا کر کے ان میں سے کسی ایک کو کہہ دیتی کہ یہ بچہ تمہارا ہے اور اسے بچے کی ذمہ داری قبول کرنی پڑتی تھی۔ یا بعض دفعہ قیافہ شناس کی مدد لی جاتی تھی۔ آج کل مغرب نے "سنگل پیرنٹ" کا قانون بنا کر بچے کی ذمہ داری کے سلسلے میں ماں کو تنہا چھوڑ دیا ہے۔ جو عورت پر صریح ظلم ہونے کے ساتھ فیملی سسٹم کے لیے انتہائی تباہ کن ہے۔

اور نسب متعین نہ ہونے کی صورت میں خود اس بچے کی خوراک، پوشاک اور تعلیم کے بھاری بھرکم اخراجات اور شفقت وتربیت کا ذمہ کون لے گا؟ نزاع کی صورت میں بے چاری ماں کو ہی سب کچھ سہنا پڑے گا۔

نفسیاتی اعتبار سے عورت کی فطرت میں محکومیت اور مرد کی فطرت میں حاکمیت کا عنصر پایا جاتا ہے؛ اس لیے کئی عورتیں ایک مرد کی حاکمیت کو تسلیم کر کے خوش گوار زندگی گزار سکتی ہیں؛ لیکن ایک عورت ایک سے زائد حاکم اور گارجین اس پر مسلط ہونے کی صورت میں ہمیشہ ڈپریشن کی شکار رہے گی اور اس کا سکون غارت ہوجائے گا۔

شادی کا ایک اہم مقصد اولاد کا حصول اور نسل کی افزائش ہے۔ ایک مرد کے نکاح میں چار عورتوں کے ہونے سے یہ مقصد بہ درجۂ اتم حاصل ہوتا ہے جب کہ ایک عورت کی چار مردوں سے شادی میں افزائش نسل میں کوئی تیزی نہیں آتی ہے۔

"طبی ماہرین اس بات پر متفق ہیں کہ ایڈز اور سرطان رحم کا بنیادی سبب جنسی آوارگی اور صنفی انتشار ہے، عورت کے رحم میں مختلف لوگوں کے مادہ منویہ کا جمع ہونا عورت کے اندر ایڈز اور سرطان رحم کا شدید خطرہ پیدا کرتا ہے۔" (مولانا اشرف عباس قاسمی)

مولانا ادریس صاحب کاندھلویؒ فرماتے ہیں:

(ا) اگر ایک عورت چند مردوں میں مشترک ہو تو بوجہ استحقاقِ نکاح ہر ایک کو قضاءِ حاجت کا استحقاق ہوگا اور اس میں غالب اندیشہ فساد اور عناد کا ہے شاید ایک ہی وقت میں سب کو ضرورت ہو اور عجب نہیں کہ نوبت قتل تک پہنچے۔

ہندوؤں کے بعض فرقوں کے مذہب میں یہ جائز ہے کہ پانچ بھائی مل کر ایک عورت رکھ

لیں، بے غیرتوں کا مذہب بے غیرتی ہی کی باتیں بتلاتا ہے اسلام جیسا باغیرت مذہب ہرگز اس کی اجازت نہیں دیتا کہ عورت کبھی کسی سے ہم آغوش اور ہم کنار ہو اور کبھی کسی سے۔

(۲) مرد فطرتاً حاکم ہے اور عورت محکوم ہے اس لیے کہ طلاق کا اختیار مرد کو ہے جب تک مرد عورت کو آزاد نہ کرے تو عورت دوسرے مرد سے نکاح نہیں کرسکتی جیسے باندی اور غلام باختیار خود قید سے نہیں نکل سکتے اسی طرح عورت باختیارِ خود قیدِ نکاح سے نہیں نکل سکتی، باندی اور غلاموں میں اگر اعتاق ہے تو عورتوں میں طلاق۔ غرض یہ کہ جب مرد حاکم ہوا تو عقلاً یہ تو جائز ہے کہ ایک حاکم کے ماتحت متعدد محکوم ہوں اور متعدد اشخاص کا ایک حاکم کے ماتحت رہنا نہ موجبِ ذلت و حقارت ہے نہ موجبِ صعوبت بخلاف اس کے کہ ایک شخص متعدد حاکموں کے ماتحت ہو تو ایسی صورت میں کہ جب محکوم ایک ہو اور حاکم متعدد ہوں تو محکوم کے لیے عجب مصیبت کا سامنا ہوتا ہے کہ کس کس کی اطاعت کرے اور ذلت بھی ہے جتنے حاکم زیادہ ہوں گے اسی قدر محکوم میں ذلت بھی زیادہ ہوگی۔ اس لیے شریعت اسلامیہ نے ایک عورت کو دو یا چار خاوند سے نکاح کی اجازت نہیں دی اس لیے کہ اس صورت میں عورت کے حق میں تحقیر و تذلیل بھی بہت ہے اور مصیبت بھی نہایت سخت ہے۔

نیز متعدد شوہروں کی خدمت بجالانا اور سب کو خوش رکھنا ناقابل برداشت ہے اس لیے شریعت نے ایک عورت کو دو یا چار مردوں سے نکاح کی اجازت نہیں دی تا کہ عورت اس تذلیل و تحقیر اور ناقابلِ برداشت مشقت سے محفوظ رہے۔

(۳) نیز اگر ایک عورت کے متعدد شوہر ہوں تو متعدد شوہروں کے تعلق سے جو اولاد پیدا ہوگی وہ ان میں سے کس کی اولاد ہوگی اور اُن کی تربیت کس طرح ہوگی اور ان کی وراثت کس طرح تقسیم ہوگی نیز وہ اولاد چاروں شوہروں کی مشترکہ ہوگی یا منقسم اور تقسیم کسی طرح ہوگی اگر ایک ہی فرزند ہوا تو چار باپوں میں کسی طرح تقسیم ہوگا اور اگر متعدد اولاد ہوئی اور نوبت تقسیم کی آئی تو بوجہِ اختلاف ذکورت وانوثت اور بوجہِ تفاوت شکل وصورت اور بوجہِ اختلاف قوت وصحت اور بوجہِ تفاوت فہم وفراست موازنہ تو ممکن نہیں اس لیے اس تفاوت کی وجہ سے تقسیمِ اولاد کا مسئلہ غایت درجہ پیچیدہ ہوگا اور نہ معلوم باہمی نزاع سے کیا کیا صورتیں اور فتنے رونما ہوں۔

(معارف القرآن ادریسی)

سوال: دوسرے نکاح کی اجازت کس کے لیے ہے؟

جواب: حضرت الاستاذ حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب اعظمی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں: ایک مرد ایک زوجہ کو نکاح میں رکھتے ہوئے دوسرا نکاح کرنے کا بشرط ذیل شرعاً مجاز ہے۔

الف: وہ شخص حسب ضرورت مالی استطاعت رکھتا ہو۔

ب: بیویوں میں عدل و انصاف قائم رکھ سکتا ہو۔

ج: دوسرے نکاح سے کوئی اہم شرعی مصلحت فوت نہ ہو رہی ہو۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَ ثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَۃً اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ ؕ ذٰلِکَ اَدْنٰۤی اَلَّا تَعُوْلُوْا ۝۳ (سورۃ النساء)

یعنی اگر تمہیں اس بات کا احتمال ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے معاملہ میں انصاف نہ کرسکو گے تو انھیں اپنے نکاح میں نہ لاؤ اور جو عورتیں تمہیں پسند آئیں ان سے نکاح کرو، دو، دو، تین تین، اور چار چار، لیکن اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ عدل نہ کرسکو گے تو پھر ایک ہی زوجہ پر اکتفا کرو یا جو کنیز تمہاری ملکیت میں ہو۔ (اسی پر اکتفار کرو) بے انصافی سے بچنے کے لئے ایسا کرنا زیادہ قرین صواب ہے۔

قرآنی حکم مشروط ہے: مذکورہ بالا آیت مسلمان مردوں کے بیک وقت چار عورتوں کو اپنے نکاح میں رکھنے کی اجازت پر دلالت کرتی ہے لیکن اس اجازت کے ساتھ ہی مرد کو اس کی اخلاقی ذمہ داری کا احساس دلا کر اس اجازت کو اقامت عدل پر مشروط کر دیا گیا ہے **فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَۃً** میں صاف الفاظ میں بیان کر دیا گیا ہے کہ اگر تم متعدد بیویوں کے درمیان عدل و مساوات قائم نہ کرسکو تو پھر ایک ہی عورت پر اکتفار کرو۔

مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں: اصل یہ ہے کہ اگر چہ قرآن کریم نے چار عورتیں تک نکاح میں رکھنے کی اجازت دے دی، اور اس حد کے اندر جو نکاح کئے جائیں گے وہ صحیح اور جائز ہوں گے، لیکن متعدد بیویاں ہونے کی صورت میں ان میں عدل و مساوات قائم رکھنا واجب ہے، اور اس کے خلاف کرنا گناہ عظیم ہے، اس لیے جب ایک سے زائد نکاح کا ارادہ

کرو تو پہلے اپنے حالات کا جائزہ لو، کہ سب کے حقوق عدل مساوات کے ساتھ پورا کرنے کی قدرت بھی ہے یا نہیں، اگر یہ احتمال غالب ہو کہ عدل و مساوات قائم نہ رکھ سکے گا تو ایک سے زائد نکاح پر اقدام کرنا اپنے آپ کو ایک عظیم گناہ میں مبتلا کرنے پر اقدام ہے اس سے باز رہنا چاہیے، اور اس حالت میں صرف ایک ہی بیوی پر اکتفاء کرنا چاہیے۔ (معارف القرآن)

سوال: دو بیویوں کے حقوق اور عدل و انصاف سے متعلق ضروری مسائل کیا ہیں؟ ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ کسی بھی معاملے میں پڑنے سے پہلے اس کے ضروری مسائل معلوم کر لیے جائیں۔

جواب: بعض مسائل اوپر کی تحریروں سے واضح ہیں، بعض ضروری مسائل کو ''اسلامی شادی'' اور ''دوسری شادی کے احکام و مسائل'' اور دوسری کتابوں سے نمبر وار ذکر کیا جاتا ہے، اس بات کی پرواہ کیے بغیر کہ بعض مسائل مکرر آجائیں؛

عدل واجب و مستحب کے حدود اور تبرعات میں عدل کا حکم:

(۱) نفقہ دینے اور بغرض تالیف و انس (یعنی دلجوئی کے لئے) رات گزارنے میں دونوں بیویوں میں انصاف اور برابری کرنا واجب ہے اور ہم بستری میں واجب نہیں۔ (حیض اور نفاس کی وجہ سے باری کا حکم ساقط نہیں ہوتا ہے۔)

(۲) لیکن اگر ہم بستری بوس کنار وغیرہ میں برابری کرے تو مستحب ہے گو واجب نہیں۔

(۳) اور واجب نہ ہونا اس وقت تو متفق علیہ ہے جب کہ رغبت اور نشاط نہ ہو اس صورت میں معذور ہو گا لیکن اگر رغبت و نشاط ہے گو دوسری طرف زیادہ ہے اور اس کی طرف کم ہے تو اس صورت میں ایک قول یہ ہے کہ اس میں بھی برابری واجب ہے۔ (شامی)

دونوں بیویوں سے ایک ساتھ ایک ہی کمرہ میں جماع کرنا جائز نہیں ہے اور نہ ایک کی جماع سے متعلق باتیں دوسری سے بیان کرنا جائز ہے۔

(۴) باقی تبرعات و تحالف یعنی زائد لین دین اور ہدیے تحفے جوڑے وغیرہ جو لازمی نہیں ہیں ان میں بھی عدل اور برابری واجب ہے حنفیہ کا یہی قول ہے۔

حنفیہ کے یہاں زوجین (میاں بیوی) میں تبرعات (واجب نفقے سے زائد احسانات) میں عدل واجب ہے اور دوسرے علماء کے نزدیک صرف واجبات (نفقۂ واجب وغیرہ) میں عدل واجب ہے حنفیہ کے یہاں اس میں تنگی ہے۔

ابن بطال مالکی نے بھی پورے وثوق سے غیر واجب کہا ہے لیکن ابن بطال کا استدلال کرنا مخدوش ہے اور ظاہراً طلاق و دلائل سے وجوب ہی (معلوم ہوتا) ہے۔

(۵) سفر میں لے جانے میں مساوات لازم نہیں، قرعہ اندازی کرنا بہتر ہے۔ (اسی طرح فون پر بات کرنے میں، بائیک یا کار میں سوار کرکے سیر و تفریح کرنے میں برابری ضروری نہیں ہے) شب باشی (رات گزارنے) میں برابری کا حکم حضر میں ہے (یعنی وطن یا اقامت کی حالت میں) اور سفر میں اختیار ہے جس کو چاہے ساتھ لے جائے لیکن شکایت نہ رہے اس لئے قرعہ ڈال لینا افضل (اور مستحب) ہے اور حالتِ قیام کا حکم مثل حضر کے حکم کے ہوگا۔

(۶) یہ شب باشی (رات گزارنے) کی برابری اس شخص کے لئے ہے جو رات میں خالی ہو اور جس کی رات ہی کی نوکری ہو جیسے چوکیدار وغیرہ تو اس کا دن رات کے حکم میں ہے۔ (در مختار)

ہر بیوی کو الگ مکان دینا واجب ہے:

(۷) مکان میں جو برابری واجب ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر ایک کو الگ گھر دینا چاہیے۔ جبراً دونوں کو ایک گھر میں رکھنا جائز نہیں البتہ اگر دونوں رضا مند ہوں تو ان کی رضا مندی تک جائز ہے۔

علیحدہ رہائش کا انتظام کرنا بیوی کا حق ہے، اگر شوہر یہ چاہے کہ وہ اپنی بیوی کو اس کی سوکن کے ساتھ یا اپنی ماں یا دیگر رشتہ دار عورتوں کے ساتھ رکھے اور بیوی ایسا کرنے سے انکار کرے تو شوہر پر لازم ہے کہ وہ اسے تنہا رہائش مہیا کرے کیونکہ یہ عورتیں عموماً بیوی کو گھروں میں ایذا اور تکلیف پہنچایا کرتی ہیں، پھر اس کا انکار کرنا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ اسے ان عورتوں سے تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ دوسرا یہ کہ شوہر کو کسی بھی وقت اپنی بیوی کے ساتھ مباشرت کی ضرورت پیش آسکتی ہے، اب اگر اس کے ساتھ کوئی اور شخص بھی ہو تو مباشرت ممکن نہ ہوگی۔ ہاں اگر ایک مکان میں کئی کمرے ہوں اور ایک کمرہ اس کے حوالے کر دیا جائے جس کا تالا چابی ہو تو اب اسے اس بات کا حق نہیں کہ وہ علیحدہ مکان کا مطالبہ کرے۔ (بدائع)

(۸) جس شخص پر رات میں عدل کرنا واجب ہے ایک کی شب میں (رات کی باری میں) دوسری کو شریک کرنا درست نہیں یعنی ایک کی شب میں دوسری کے پاس نہ جائے۔

(۹) یہ بھی درست نہیں کہ ایک کے پاس مغرب کے بعد جائے اور دوسری کے پاس عشاء

کے بعد بلکہ اس میں بھی برابری ہونی چاہیے۔ (شامی)

(۱۰) لیکن ان آخری تین مسئلوں میں اگر بیوی کی اجازت و رضامندی ہو تو درست ہے۔

(۱۱) اور جس طرح رضامندی سے تھوڑی رات دونوں کے پاس رہنا درست ہے اس طرح اگر دونوں کی باری کا دورہ ختم کر کے ایسا کرے اور پھر جس طرح چاہے باری مقرر کرے یہ بھی درست ہے۔ (شامی)

(۱۲) اس روز جس کی باری نہ ہو اس سے دن کی صحبت درست نہیں۔

(۱۳) باری کی مقدار مقرر کرنا مردوں کی رائے پر ہے لیکن وہ مقدار اتنی طویل نہ ہو کہ دوسری بیوی کو انتظار سے تکلیف ہونے لگے جیسے ایک ایک سال۔ (شامی)

کمال الدین بن ہمام نے اس موقع پر لکھا کہ اگر وہ ایک ایک سال پر بیویوں کا دورہ کرنا چاہے تو اس کو مطلقاً اس کی اجازت ہوگی لیکن مناسب یہ ہے کہ مدت ایلاء کے بقدر جو کہ چار ماہ ہے اس کو چھوٹ نہ دی جائے اور چونکہ باری کا وجوب مانوس کرنے اور وحشت دور کرنے کے لئے ہے تو قریبی مدت کا اعتبار کرنا واجب ہوگا، میں سمجھتا ہوں ایک جمعہ سے زائد ہونے پر ضرر رسانی ہوگی اِلّا یہ کہ دونوں بیویاں اس پر راضی ہوں۔

اگر کسی شخص کی کئی بیویاں ہوں، اور وہ تمام بیویوں کی باری مکمل کر چکا ہے تو اگر وہ چند راتیں اکیلے رہتا ہے کسی کے پاس نہیں جاتا تو اس کی بھی گنجائش ہے۔

فإنه لو ترك المبيت عند الكل بعض الليالي وانفرد لم يمنع من ذلك اهـ يعني بعد تمام دورهن، وسواء انفرد بنفسه أو كان مع جواريه (شامی)

(۱۴) اگر بیماری کی وجہ سے ایک ہی گھر میں زیادہ رہا تو صحت کے بعد اتنے ہی روز دوسرے کے گھر رہنا چاہیے۔ (شامی)

(۱۵) اسی طرح اگر ایک بیوی سخت بیمار ہوگئی تو اس کی ضرورت سے اس کے گھر رہنے میں مضائقہ نہیں (عالمگیری) اور ان ایام کی بھی قضا ضروری معلوم ہوتی ہے۔

(۱۶) ایک منکوحہ کو اپنی باری دوسری کو ہبہ کرنا درست ہے پھر چاہے واپس لے سکتی ہے۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اس آیت کے بارے میں فرماتے ہیں:

وَاِنِ امۡرَاَةٌ خَافَتۡ مِنۡۢ بَعۡلِهَا نُشُوۡزًا اَوۡ اِعۡرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡهِمَاۤ اَنۡ يُّصۡلِحَا

بَيْنَهُمَا صُلْحًا .قَالَ : هُوَ الرَّجُلُ تَكُونُ عِنْدَهُ امْرَأَتَانِ فَتَكُونُ إِحْدَاهُمَا قَدْ عَجَزَتْ أَوْ تَكُونُ دَمِيمَةً فَيُرِيدُ فِرَاقَهَا فَتُصَالِحُهُ عَلَى أَنْ يَكُونَ عِنْدَهَا لَيْلَةً، وَعِنْدَ الْأُخْرَى لَيَالِيَ وَلَا يُفَارِقُهَا فَمَا طَابَتْ بِهِ نَفْسُهَا فَلَا بَأْسَ بِهِ فَإِنْ رَجَعَتْ سَوَّى بَيْنَهُمَا. (سنن کبری بیہقی ۷ ؍ ۲۹۷)

ترجمہ: وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ؕ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ .(اور اگر عورت کو اپنے شوہر سے زیادتی یا بے رخی کا اندیشہ ہو تو ان دونوں کے لیے اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ آپس میں کچھ صلح کر لیں اور صلح (بہر حال) بہتر ہے) یہ اس مرد کے بارے میں ہے جس کے نکاح میں دو بیویاں ہوں، اور ان میں سے ایک یا تو بوڑھی ہو چکی ہو یا بدصورت ہو، تو مرد اس سے علیحدگی کا ارادہ کرے۔ چنانچہ وہ عورت اس بات پر اس سے صلح کر لیتی ہے کہ اس کے پاس اس کی باری ایک رات ہو، اور دوسری بیوی کے پاس کئی راتیں ہوں، اور شوہر اسے طلاق نہ دے۔ پس عورت اپنی خوش دلی سے جو کچھ چھوڑ دے، اس میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن اگر وہ (بعد میں) اپنے حق کی طرف لوٹ آئے تو پھر شوہر دونوں کے درمیان برابری کرے گا۔

(۱۷) چھوٹی ہوئی باری کی قضا کا حکم: اس پر فقہاء متفق ہیں کہ شوہر پر واجب ہے کہ وہ بیویوں کی باری میں عدل کرے، اگر شوہر ظلم کرتے ہوئے کسی ایک بیوی کی باری چھوڑ دے، تو کیا اس کی قضاء اس پر لازم ہو گی یا نہیں؟ اس سلسلہ میں تفصیل یہ ہے کہ شب باشی جو کسی ایک خاتون کا حق بن چکی تھی اور شوہر نے اسے اس بیوی کو نہیں دیا وہ اس کی قضا نہیں کرے گا، اس لئے کہ شب باشی کا مقصد ضرر دور کرنا، عورت کی عزت کی حفاظت کرنا اور وحشت کو زائل کرنا ہے اور یہ اس کا زمانہ گزرنے سے فوت ہو جاتا ہے، لہٰذا جس بیوی کی رات گزر گئی اس کے عوض اس کے لئے کوئی رات مقرر نہیں کرے گا، اس لئے کہ اس صورت میں اس رات والی بیوی پر ظلم کرے گا جو اس کے عوض میں دے گا نیز اس لئے کہ شب باشی نفقہ سے بڑی نہیں اور مدت گزرنے سے نفقہ ساقط ہو جاتا ہے۔ (الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ)

(۱۸) دن میں باری مقرر کرنا ضروری نہیں: باری کی تقسیم کا اصل مدار رات ہے، اور اس پر فقہاء کا اتفاق ہے، اس لئے کہ انہوں نے کہا تقسیم میں جو مساوات واجب ہے وہ رات گزارنے میں ہے، اس لئے کہ رات سکون کے لئے ہے، رات میں آدمی گھر پر آتا ہے، اپنے اہل وعیال

میں آ کر اطمینان حاصل کرتا ہے، اور عادتاً اپنی زوجہ کے ساتھ اپنے بستر پر سوتا ہے۔ دن روزی کمانے کا وقت ہے۔

فتاوی میں ہے: جس شخص کی دو یا اس سے زائد بیویاں ہوں اس پر لازم ہے کہ وہ اپنی بیویوں کے درمیان رات گزارنے میں برابری کرے، تاہم یہ برابری دن کے اوقات میں ضروری نہیں، دن میں ایک کو دوسری کی مقابلے میں کم یا زیادہ وقت دیا جاسکتا ہے۔

(ويقيم عند كل واحدة منهن يوما وليلة) لكن إنما تلزمه التسوية في الليل، حتى لو جاء للأولى بعد الغروب وللثانية بعد العشاء فقد ترك القسم، ولا يجامعها في غير نوبتها، وكذا لا يدخل عليها إلا لعيادتها ولو اشتد: ففي الجوهرة: لا بأس أن يقيم عندها حتى تشفى أو تموت انتهى، يعني إذا لم يكن عندها من يؤنسها.

و في الرد: (قوله لكن إلخ) قال في الفتح: لا نعلم خلافا في أن العدل الواجب في البيتوتة والتأنيس في اليوم والليلة، وليس المراد أن يضبط زمان النهار، فبقدر ما عاشر فيه إحداهما يعاشر الأخرى بل ذلك في البيتوتة وأما النهار ففي الجملة اهـ يعني لو مكث عند واحدة أكثر النهار كفاه أن يمكث عند الثانية ولو أقل منه بخلافه في الليل ۔

(الدر المختار وحاشية ابن عابدين)

ترجمہ: (شوہر ٹھہرے گا ان بیویوں میں سے ہر ایک کے پاس دن اور رات میں)، لیکن اس پر برابری لازم دراصل رات کے معاملے میں ہے۔ یہاں تک کہ اگر وہ پہلی کے پاس غروبِ آفتاب کے بعد آئے اور دوسری کے پاس عشاء کے بعد آئے تو اس نے باری میں کوتاہی کی۔ اور وہ اپنی باری کے علاوہ کسی اور کے ساتھ جماع نہیں کرے گا۔ اسی طرح (بغیر ضرورت) اس کے پاس داخل بھی نہ ہو، سوائے عیادت کے، چاہے (حاجت) شدید ہو۔

’الجوہرۃ‘ میں ہے: اگر وہ اس (بیمار بیوی) کے پاس ٹھہرا رہے یہاں تک کہ وہ صحت یاب ہو جائے یا فوت ہو جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ یعنی جب اس کے پاس کوئی ایسا نہ ہو جو اس سے اُنس و دلجوئی کر سکے۔

اور 'رد المحتار' میں ہے: (مصنف کا قول: لکن۔۔) 'فتح القدیر' میں فرمایا: ہمیں اس بات میں کسی کا اختلاف معلوم نہیں کہ واجب عدل رات گزارنے (بیوتت) اور دن و رات میں اُنس وصحبت کے اعتبار سے ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ دن کے وقت کو بالکل گھڑیوں کے حساب سے برابر کیا جائے، کہ جتنا وقت ایک کے ساتھ گزارے اتنا ہی دوسری کے ساتھ بھی گزارنا لازم ہو؛ بلکہ یہ برابری رات گزارنے میں لازم ہے، اور دن کے وقت اجمالی طور پر ہے۔

یعنی اگر وہ دن کے اکثر حصے میں ایک بیوی کے پاس رہا تو دوسری کے پاس اس سے کم وقت رہنا بھی کافی ہے، برخلاف رات کے، (کہ اس میں پوری برابری ضروری ہے)۔"

(۱۹) چند بیویوں کو رات کے کسی حصہ میں تعلیم و تذکیر یا کسی اور مقصد سے ایک کمرہ میں جمع کرنا (باری والی بیوی کی اجازت سے)

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نو بیویاں تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب ان میں باری کرتے تھے تو پہلی بیوی کے پاس نویں دن تشریف لاتے تھے اور بیویوں کا قاعدہ تھا کہ جس کے گھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے تھے اس کے گھر جمع ہوتی تھیں۔ (مسلم: ۱۴۶۲)

بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ ایسا کرنا بیوی کی رضامندی سے جائز ہے کیونکہ اس کو اس سے تنگ دلی محسوس ہوسکتی ہے۔

(۲۰) اگر کوئی عورت اپنے شب باشی کے حقوق چھوڑنے پر آمادہ ہو تو اس صورت میں مرد کے لئے شب باشی میں عدل کرنا ضروری نہیں ہے۔ حضرت عطاء بن ربانی تابعی کہتے ہیں کہ: ہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ہمراہ مقام سرف میں ام المومنین حضرت میمونہ کے جنازہ میں شریک تھے تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ (دیکھو) یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ہیں جب تم ان کا جنازہ اٹھاؤ تو اس کو نہ زیادہ حرکت دینا اور نہ ہی جھٹکے دینا بلکہ (تعظیم و تکریم کے تمام تقاضوں کو ملحوظ رکھ کر) نہایت آہستگی سے لے کر چلنا اس لئے کہ یہ ان ازواج مطہرات میں سے ہیں جن کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باری مقرر کر رکھی تھی چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نو ازواج تھیں، آپ ان میں سے آٹھ کے لئے باری مقرر کرتے تھے اور ایک کے لئے کوئی باری مقرر نہیں فرماتے تھے۔ حضرت عطاء کہتے ہیں کہ ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس زوجہ کی باری مقرر نہیں فرماتے تھے وہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا تھیں اور انہوں نے سب سے آخر میں مدینہ

میں وفات پائی۔ اور رزین کا بیان ہے کہ عطاء کے علاوہ دوسرے ائمہ ٔحدیث سے منقول ہے کہ وہ زوجہ مطہرہ (جن کے لئے باری مقرر نہیں تھی) (حضرت صفیہ نہیں تھیں بلکہ) حضرت سودہ رضی اللہ عنہا تھیں اور یہی قول زیادہ صحیح ہے اور حضرت سودہ (کے لئے باری مقرر نہ ہونے کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے) نے اپنی باری کا دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے دیا تھا (جس کی تفصیل یہ ہے کہ) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دینے کا ارادہ فرمایا تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں اپنی باری کا دن عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیتی ہوں آپ مجھے اپنے نکاح میں رہنے دیجئے تا کہ میں جنت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں شمار کی جاؤں۔ (مشکاۃ)

نوٹ: اپنی باری چھوڑنے کا عوض لینا جائز نہیں ہے۔

(۲۱) باری کے ساقط ہونے کے اسباب: بیوی کا اپنی باری کا حق ساقط کرنے سے ساقط ہو جاتا ہے اور شوہر کی نافرمانی سے ساقط ہو جاتا ہے جیسا کہ اس سے نان و نفقہ ساقط ہو جاتا ہے۔ نشوز (نافرمانی) کی ایک صورت یہ ہے کہ بیوی شوہر کی اجازت کے بغیر نکلے یا اس کو اپنے سے مباشرت کرنے سے روکے۔ حضرات شوافع نے کہا کہ اگر چہ بوسہ وغیرہ سے روکے گو کہ اس کو مباشرت کرنے دے جب کہ اس سے گریز کرنے میں عورت کو کوئی عذر نہ ہو اور اگر اس کو کوئی عذر ہو مثلاً خاوند کے بغل سے نا قابل برداشت بدبو محسوس ہو جس سے بیوی کو ایسی تکلیف پہنچے جو اس کی برداشت سے باہر ہو تو اس صورت میں وہ ناشزہ نہیں کہلائے گی اور اس بارے میں اس کی تصدیق کی جائے گی، جب کہ اس کے جھوٹے ہونے کا کوئی مضبوط قرینہ موجود نہ ہو اور ناشزہ کے لئے باری کا حق اس لئے ساقط ہو جاتا ہے کہ اپنے خاوند کی فرمابرداری سے نکلنے اور اس سے گریز کرنے کی وجہ سے وہ اپنی باری کے حق کو ساقط کرنے پر رضامند ہے۔

ایسی چھوٹی بیوی باری کی مستحق نہیں ہے جو مباشرت کے قابل نہ ہو، اسی طرح مجنونہ بیوی جو نا قابل اطمینان ہو اور قیدی بیوی اس لئے کہ اس کے لئے باری مقرر کرنے کو خاوند پر ضروری قرار دینا اس کو نقصان پہنچانے کے مترادف ہے کیونکہ اس کو باری دینے کے لئے شوہر کو جیل جانا پڑے گا اور ایسی عورت بھی باری کی مستحق نہیں ہے جو شوہر کی اجازت سے تنہا اپنی ضرورت کے لئے سفر کرنے والی ہو۔ (الموسوعہ الفقیہ الکویتیہ)

(کسی نے معلوم کیا کہ بیوی اگر اپنے میکے جائے تو اس کی باری کا حق باقی رہے گا تو جواباً

عرض کیا:ویسے تو سوتن آنے کے بعد کوئی بھی اکیلے میکے نہیں جاتی، شوہر کو باصرار منا کر ساتھ لے جاتی ہے، کہ آپ کی آؤٹنگ بھی ہو جائے گی، میرے ابا بھی کہہ رہے تھے بہت دنوں سے داماد سے ملا نہیں، امی بھی یاد کر رہی تھیں کہ اب کی بار داماد جی کو کوفتے، قورمہ، پائے اور بریانی کھلانا ہے، شوہر عورت کی اس چال کو سمجھتا ہوا اپنا نفع دیکھ کر پھنس جاتا ہے اور ساتھ چلا جاتا ہے پھر یہی حربہ دوسری والی کرتی پھر تیسری والی کرتی اور چوتھی والی ایسا کر کے کیوں اطمینان حاصل نہ کرے۔اور اگر شوہر جانے پر آمادہ نہیں ہوا، عورت اپنی ضرورت کے لیے گئی ہے اگر چہ شوہر کی اجازت سے گئی ہے اس کا حق شب باشی ختم ہو جائے گا، قضا نہیں کی جائے گی۔)

(۲۳) نفقہ میں کیا کیا چیزیں شامل ہیں؟

الف: کھانے میں ایندھن، تیل، آٹا، سالن اور باورچی خانہ کے لوازمات مثلاً برتن وغیرہ۔

ب: جسم کو صاف ستھرا رکھنے کی اشیاء مثلاً کنگھی، شیمپو اور سر میں لگانے والا تیل وغیرہ۔

ج: گرمی یا سردی کے لئے کفایت کرنے والا لباس۔

د۔ایسی رہائش جس میں میاں بیوی بلا حائل بے تکلف رہائش اختیار کر سکیں۔(بحوالہ فتاوی ہندیہ)

(۲۴) **سوال:** والدین اگر دوسرے نکاح سے منع کریں تو کیا حکم ہے؟

جواب: ہر جائز بات میں والدین کی اطاعت لازم ہے، اور واجبات کی ادائیگی میں نہ والدین کی اطاعت ضروری ہے اور نہ ہی وہ شخص نافرمان کہلائے گا۔ لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق (مخلوق کی اطاعت اس جگہ نہیں جہاں خالق کی نافرمانی ہو)

لہٰذا اگر کوئی شخص اس حالت میں ہے کہ اس کے لیے دوسرا نکاح کرنا جواز کے درجہ میں ہے- بایں طور کہ وہ دوسرے نکاح کی استطاعت اور عدل و برابری پر قادر ہے لیکن زنا کا خوف نہیں ہے اور شہوت پر قابو ہے، محض رغبت یا سہولت کی بنا پر دوسرا نکاح کرنا چاہتا ہے- تو ایسا شخص والدین کو منائے، دوسرے نکاح کو تھوڑا موٴخر کر دے تا آں والدین راضی ہو جائیں، اگر والدین پھر بھی انکار کریں تو ان کی اطاعت لازم ہے۔

اور اگر دوسرا نکاح کرنا واجب ہے- بایں طور کہ وہ عدل و انصاف کی استطاعت رکھتا ہے اور زنا میں پڑنے کا یقین یا ظن غالب ہے- تو والدین کی اطاعت لازم نہیں ہے، بہتر یہ ہے کہ والدین کو منالے لیکن دوسرے نکاح کو موقوف نہ کرے۔

نوٹ: کبھی والدین کا حکم ارشادی اور بربنائے خیرخواہی ہوتا ہے کہ کہیں بیٹا الجھنوں اور مصائب کا شکار نہ ہوجائے اس حکم کا ماننا لازم نہیں اور کبھی حکم وجوبی اور بربنائے حکم ہوتا ہے اس حکم کی اطاعت لازم ہوتی ہے۔

مولانا شبیر احمد صاحب لکھتے ہیں: اگر کوئی شخص دوسری شادی کرنے کا ارادہ رکھتا ہے جبکہ اسے زنا میں مبتلا ہونے کا قوی اندیشہ ہے، اور اس کے ساتھ وہ انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے کا یقین بھی رکھتا ہے لیکن اس کے والدین اس کی مخالفت کرتے ہیں اور اسے حکماً دوسری شادی نہ کرنے کا کہتے ہیں کیا ایسی صورت میں اسے والدین کی بات ماننا ضروری ہے؟ اگر وہ ان کی بات نہ مان کر دوسرا نکاح کرتا ہے تو کیا وہ نافرمانی کا مرتکب ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ نافرمانی کا مرتکب نہیں ہوگا بلکہ وہ ایک ایسا کام کرنا چاہتا ہے جس سے اس کا ایمان محفوظ رہے، وہ اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچائے۔ والدین کو تو اس کی پشت پناہی کرنی چاہیے کہ وہ گناہ کرنے کی بجائے اللہ تعالی کے بتائے ہوئے حلال رستوں کا راہی بننا چاہتا ہے اور اپنی عصمت کی حفاظت کرنا چاہتا ہے لیکن افسوس کہ آج کے والدین کو اس کی سمجھ بوجھ ہی نہیں ہے۔

(۲۵) **سوال**: والدین کے کہنے پر دوسری بیوی کو طلاق دینے کا حکم؟

جواب: اگر کسی کے والدین اس کو اس کی بیوی کو طلاق دینے کا حکم دیں خواہ پہلی ہو یا دوسری تو بلا معقول عذر کے فقط ان کے کہنے پر طلاق دینا درست نہیں ہے، الا یہ کہ ان کے حکم سے خاوند کے دین و دنیا کے نقصانات سے حفاظت ہوتی ہو، تو پھر اس صورت میں والدین کے حکم کی تابعداری میں اس کو طلاق دینا جائز ہے۔

لیکن اس وجہ سے دوسری بیوی کو طلاق دینا جائز نہیں کہ بیٹے نے دوسری شادی ان کو بتائے بغیر یا پہلی بیوی کی اجازت کے بغیر کی ہے۔　　(دوسری شادی کے فضائل و احکام)

دار الافتاء دار العلوم دیوبند میں ہے: اگر شوہر طلاق دینے کی کوئی معقول وجہ نہیں سمجھتا اور والدین اُس سے بیوی کو بلا وجہ طلاق دینے کا مطالبہ کریں، تو اسے اپنے والدین کو نرمی کے ساتھ سمجھانا چاہیے کہ طلاق بالکل آخری قدم ہے جسے بغیر شدید مجبوری کے اختیار نہیں کرنا چاہئے۔ حدیث میں سرکار دوعالم ﷺ کا ارشاد منقول ہے کہ ابغض المباح الی اللہ الطلاق یعنی مباحات میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض چیز طلاق ہے، اگر پھر بھی وہ نہ سمجھیں

تو طلاق نہ دے، ایسی صورت میں طلاق دینا ضروری نہیں ہے، ہاں اگر ان کا امر کسی وجہِ شرعی کی بنا پر ہو اور طلاق دینے میں کوئی محظورِ شرعی بھی لازم نہ آتا ہو تو بیٹا والدین کی اطاعت کرتے ہوئے بیوی کو طلاق دیدے۔

(امداد الفتاوی: ۴/۴۸۰، رسالہ تعدیل حقوق الوالدین، فتاوی دار العلوم: ۱۶/۵۲۰، ۵۲۱، فتاوی عثمانی: ۱/۱۹۲)

دار الافتاء بنوریہ میں ہے: اگر والدہ کسی شرعی وجہ کے بغیر طلاق کا مطالبہ کریں تو ان کا بلاوجہ طلاق کا مطالبہ کرنا درست نہیں ہے اور بلا وجہ مطالبہ کرنے کی صورت میں بیوی کو طلاق دینا بھی درست نہیں ہے، البتہ اگر بیوی ان کے ساتھ اچھا برتاؤ نہ کرتی ہو، ان کی گستاخی کرتی ہو اور بدگوئی اور بے رخی سے پیش آتی ہو اور سمجھانے کے باوجود باز نہ آتی ہو تو پھر ان کے مطالبہ پر طلاق دینے کی گنجائش ہوگی، ور اگر بیوی میں ایسی کوئی بات نہیں تو اس صورت میں والدین کی بات ماننا لازم نہیں ہے؛ اس لیے کہ حلال کاموں میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ بات طلاق دینا ہے؛ لہٰذا حتی الامکان انتہائی سخت مجبوری کے بغیر طلاق دینے سے گریز کرنا چاہیے، نیز جس طرح اگر والدین حق پر ہوں تو والدین کی اطاعت واجب ہے، اسی طرح اگر بیوی حق پر ہو تو والدین کی اطاعت ظلم ہے۔ اور اسلام جس طرح والدین کی نافرمانی کو برداشت نہیں کرسکتا، اسی طرح ان کے حکم سے کسی پر ظلم کرنے کی اجازت بھی نہیں دیتا۔

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

سوال: والدین اگر بیٹے سے کہیں کہ اپنی بیوی کو طلاق دے دو اور بیٹے کی نظر میں اس کی بیوی صحیح ہے، حق پر ہے، طلاق دینا اس پر ظلم کرنے کے مترادف ہے، تو اس صورت میں بیٹے کو کیا کرنا چاہیے؟ کیوں کہ ایک حدیثِ پاک ہے جس کا قریب یہ مفہوم ہے کہ "والدین کی نافرمانی نہ کرو، گو وہ تمہیں بیوی کو طلاق دینے کو بھی کہیں" تو اس صورتِ حال میں بیٹے کے لیے شریعت میں کیا حکم ہے؟

جواب: حدیثِ پاک کا منشا یہ ہے کہ بیٹے کو والدین کی اطاعت و فرماں برداری میں سخت سے سخت آزمائش کے لیے بھی تیار رہنا چاہیے، حتیٰ کہ بیوی بچوں سے جدا ہونے اور گھر بار چھوڑنے کے لیے بھی۔ اس کے ساتھ ماں باپ پر بھی یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ بے انصافی اور بے جا ضد سے کام نہ لیں۔ اگر والدین اپنی اس ذمہ داری کو محسوس نہ کریں اور صریح

ظلم پر اُتر آئیں تو ان کی اطاعت واجب نہ ہوگی، بلکہ جائز بھی نہ ہوگی۔ آپ کے سوال کی یہی صورت ہے اور حدیثِ پاک اس صورت سے متعلق نہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ اگر والدین حق پر ہوں تو والدین کی اطاعت واجب ہے، اور اگر بیوی حق پر ہو تو والدین کی اطاعت ظلم ہے۔ اور اسلام جس طرح والدین کی نافرمانی کو برداشت نہیں کرسکتا، اسی طرح ان کے حکم سے کسی پر ظلم کرنے کی اجازت بھی نہیں دیتا۔" (آپ کے مسائل اور ان کا حل)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو طلاق دینے کا حکم دیا تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بیٹے کو فرمایا تھا اطع اباک یعنی اپنے والد کی فرمابرداری کریں تو اس سلسلے میں عرض ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ کا اپنے بیٹے کو طلاق دینے کا حکم دینا یقیناً کسی معقول وجہ کی بنا پر ہوگا، ورنہ ایک جلیل القدر صحابی کبھی ظلم کا حکم نہ دیتے اور خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی موافقت میں تائیدی حکم نہ فرماتے۔

وسأل رجل الإمام أحمد فقال : إن أبي يأمرني أن أطلق امرأتي .. قال: لا تطلقها . قال : أليس عمر رضى الله عنه أمر ابنه عبد الله أن يطلق امرأته؟ قال : حتى يكون أبوك مثل عمر رضى الله عنه. يعني لا تطلقها بأمره حتى يصير مثل عمر في تحريه الحق والعدل، وعدم اتباع هواه في مثل هذا الأمر۔

یعنی ایک شخص نے امام احمدؒ سے سوال کیا کہ: میرے والد مجھے میری بیوی کو طلاق دینے کا حکم دیتے ہیں۔ امام احمدؒ نے فرمایا: اسے طلاق مت دو۔ اس شخص نے کہا: کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو اپنی بیوی کو طلاق دینے کا حکم نہیں دیا تھا؟ امام احمدؒ نے فرمایا: جب تمہارا باپ بھی عمر رضی اللہ عنہ جیسا ہو (تب ہی ایسا کرنا) یعنی طلاق نہ دو تا آں کہ تمہارے والد حق اور انصاف کو چاہنے اور غور و فکر کرنے میں اور خواہشات کی پیروی نہ کرنے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہو جائیں۔

(الموسوعة الفقهية الكويتية)

(۲۶) **سوال:** کیا دوسرا نکاح خفیہ طور پر کرنا صحیح ہے؟

جواب: اگر پہلی بیوی اور اس کے متعلقین کو بے خبر رکھ کر نکاح کیا ہے، ان کے علاوہ بہت سے حضرات کو علم ہے تو وہ پوشیدہ نکاح نہیں ہے، لیکن اگر کسی کو علم نہیں صرف دو گواہ کے

سامنے نکاح کرلیا گیا تو نکاح درست ہوجائے گا، بیوی حلال ہوجائے گی لیکن یہ مسنون اور پسندیدہ طریقہ نہیں ہے، اگر دو گواہ بھی نہ ہوں تو نکاح ہی نہیں ہوگا۔

دار الافتاء بنوریہ میں ہے: جو نکاح دو مرد یا ایک مرد و دو عورتوں کی موجودگی میں کیا جائے وہ شرعاً منعقد ہوجاتا ہے، لیکن نکاح کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ غیر مخفی طور پر علی الاعلان عام مجمع میں کیا جائے، محض گواہوں کی موجودگی میں خفیہ طور پر نکاح کرنا خلافِ اولیٰ و مکروہِ تنزیہی ہے، اس لیے اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: أَعْلِنُوا هَذَا النِّكَاحَ، وَاجْعَلُوهُ فِي المَسَاجِدِ، وَاضْرِبُوا عَلَيْهِ بِالدفُوفِ ترجمہ: "اس نکاح کا اعلان کرو، اسے مسجدوں میں کرو اور اس پر دف بجاؤ۔

(۲۷) ایک بیوی کا دوسری بیوی کو طلاق دینے کا مطالبہ کرنے کا حکم: ایک بیوی کا اپنے شوہر کو شرعا اس بات پر مجبور کرنے کا کوئی حق نہیں ہے کہ وہ اپنی دوسری بیوی کو طلاق دے۔

چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: لا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تَسْأَلُ طَلَاقَ أُخْتِهَا، لِتَسْتَفْرِغَ صَحْفَتَهَا، فَإِنَّمَا لَهَا مَا قُدِّرَ لَهَا۔ (بخاری)

ترجمہ: کسی عورت کے لیے جائز نہیں کہ اپنی کسی (سوکن) بہن کی طلاق کی شرط اس لیے لگائے تا کہ اس کے حصہ کا پیالہ بھی خود انڈیل لے کیونکہ اسے وہی ملے گا جو اس کے مقدر میں ہوگا۔

(۲۸) سوکن کو جلانے کے لئے جھوٹ بولنے کا حکم: کسی عورت کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنی سوکن کو جلانے کے لئے یا جھوٹ بول کر شوہر کی طرف سے ایسی چیزوں کا دعوی کرے جو اس نے حقیقت میں اسے نہیں دی ہیں۔ مثلاً یوں کہے کہ مجھے شوہر نے دس تولہ زیور دیا ہے اور حقیقت میں اس نے نہ دیا ہو، یہ درست نہیں ہے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت گزر چکی ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ (صحیح بخاری: ۵۲۱۹)

(۲۹) دوسرا نکاح کر کے عدل نہ کرنے والے شخص کا حکم: اگر کسی شخص نے دوسری شادی کی اور بیویوں کے درمیان عدل نہ کیا تو اس صورت میں اس کے لئے بہت بڑی وعید ہے؟

چنانچہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ: مَنْ كَانَتْ لَهُ امْرَأَتَانِ فَمَالَ إِلَى إِحْدَاهُمَا، جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَشِقُّهُ مَائِلٌ۔ (سنن أبي داود: ۲۱۳۳)

ترجمہ: جس کے پاس دو بیویاں ہوں اور وہ ان دونوں میں سے کسی ایک ہی کی جانب مائل ہو گیا تو وہ بروز قیامت اس حال میں آئے گا، کہ اس کا ایک دھڑا جھکا ہوا ہو گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: إِذَا كَانَتْ عِنْدَ الرَّجُلِ امْرَأَتَانِ فَلَمْ يَعْدِلْ بَيْنَهُمَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَشِقُّهُ سَاقِطٌ۔ (سنن الترمذی: ۱۱۴۱)

ترجمہ: ”جب کسی شخص کے پاس دو بیویاں ہوں اور ان کے درمیان انصاف سے کام نہ لے تو وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کا ایک پہلو جھکا ہوا ہو گا۔

علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ: اس کا آدھا حصہ جھکا ہوا ہو گا، بعض نے کہا اس طرح ہو گا کہ اہل میدان سب اس کو دیکھ سکیں گے، تا کہ یہ اس کی سزا میں زیادتی کا باعث ہو۔

(۳۰) دوسری شادی پر پہلی بیوی کی ناراضگی کا حکم: اسلام نے معاشرے کو بدکاری سے پاک رکھنے کے لئے ایک مرد کو چار شادیوں کی اجازت دی ہے، بشرطیکہ کہ وہ محسوس کرتا ہو کہ وہ ان کے درمیان عدل کر سکے گا، لہٰذا اگر کسی مرد کو اطمینان ہو کہ وہ بیویوں کے مابین انصاف کے تقاضوں کو پورا کر سکے گا تو بیوی اپنے خاوند کو دوسری شادی سے نہ روکے، کیونکہ بعض اوقات ضرورت مند شخص کو اگر حلال رستے سے روکا جائے تو اس صورت میں گناہ اور فحاشی کے رستے کا راہی بن جائے گا۔ (اور اگر ایسا ہوتا ہے تو اس کا وبال روکنے والی عورت پر ہو گا، لہٰذا عورت کو مرد کے اس حق میں مخل نہیں بننا چاہیے۔)

(۳۱) دوسری شادی کی وجہ سے دینی کام میں رکاوٹ: دوسری شادی کے حوالے سے ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ اگر دوسرا نکاح کر لیا تو معاشی پریشانیوں، بچوں کی کثرت اور بیویوں کی لڑائی کی وجہ سے دینی خدمات معطل ہو کر رہ جائیں گی۔ لہٰذا دوسری شادی نہ کرنے میں عافیت و سلامتی ہے۔ اگر صحابہ کرام کی زندگیوں پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہو گا کہ ان میں غربت کے ساتھ ساتھ علمی مشغولیت بھی بہت تھی، اور ان دینی خدمات میں جہاد سر فہرست تھا، صحابہ اس دور میں جہاد وغیرہ میں برسر پیکار تھے، میدان کے شہسوار تھے، اور بڑی جرات و استقامت کے ساتھ بڑی طاقتوں کا مقابلہ کر رہے تھے، اور علمی میدان میں بھی ان کا کردار اپنی مثال آپ ہے۔

مگر علمی و جہادی مشغولیت اور غربت صحابہ کرام کو تعدد ازواج سے روک نہ سکی، روک بھی کیسی سکتی تھی انہوں نے اپنے محبوب جناب محمد ﷺ کی زندگی کو دیکھا تھا کہ آپ نے کیسے غربت میں وقت گزارا تھا۔

دوسری شادی: از قلم: داعی قرآن مولانا محمد اسلم شیخوپوریؒ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال اللہ تعالی : فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ.

(القرآن)(پس تم نکاح کرو ان عورتوں سے جو تمہیں پسند ہوں دو دو، تین تین اور چار چار)

۱۷ فروری بروز جمعرات لاہور میں جامعہ منظور الاسلامیہ کے استاذ حدیث اور حضرت مولانا صوفی محمد سرور صاحب زید مجدھم کے خلیفہ مجاز صوفی محمد اکرم صاحب زید لطفہ کے ہاں مقیم تھا کہ صبح ناشتے کے موقع پر دوسری شادی کے موضوع پر بات چھڑ گئی۔ اس مجلس میں مولانا محمد اکرم صاحب کے علاوہ حضرت مولانا صوفی محمد سرور مجدھم کے بڑے صاحبزادے مولانا عتیق الرحمن صاحب، سعودیہ میں بیس سال گزار کر پاکستان آئے ہوئے قاری عطاء الرحمن صاحب اور حافظ جی (صوفی محمد اکرم صاحب کے سسر) کے علاوہ چند دوسرے ساتھی بھی موجود تھے، دوسری شادی کے موضوع پر سب سے زیادہ پر جوش اور مخلص قاری عطاء الرحمن صاحب تھے جن کے اخلاص کا یہ عالم ہے کہ انہوں نے طے کر رکھا ہے کہ میں اپنی بیٹیاں صرف ان حضرات کے نکاح میں دوں گا جو دوسری شادی کرنا چاہتے ہوں گے انہیں اس بات پر حیرت تھی کہ لوگ چور اچکوں، رشوت خوروں، بے نمازوں اور گمراہوں کو اپنی بیٹیاں دے دیتے ہیں مگر انہیں نہیں دیتے جو دوسری شادی کرنا چاہتے ہیں۔

حافظ صاحب کا کہنا تھا کہ ہمارے ہاں ماحول کچھ ایسا بن گیا ہے کہ دوسری شادی گناہ صغیرہ نہیں گناہ کبیرہ شمار ہوتی ہے اس حوالے سے انہوں نے اپنا تجربہ سناتے ہوئے بتایا کہ کئی سال پہلے میں نے اپنی اہلیہ کی علالت کی وجہ سے دوسری شادی کا ارادہ کیا تو اس کے مثبت اور منفی دو نتیجے نکلے۔ مثبت نتیجہ تو یہ نکلا کہ اہلیہ بھلی چنگی ہو کر کھڑی ہوگئی کہ مجھے تو کچھ بھی نہیں اور منفی نتیجہ یہ نکلا کہ رشتہ داروں نے طعنے دے دے کر جینا دو بھر کر دیا۔ میں جب اپنے گاؤں میں گیا تو ان میں سے بعض پوری سنجیدگی سے کہتے تھے "حافظ جی! اساں تے تہانوں شریف آدمی

سمجھدے ساں'' (ہم تو آپ کو شریف آدمی سمجھتے تھے)

شور کوٹ میں ایک مدرسے کے شیخ الحدیث جو کہ مجاز بیعت بھی ہیں انہوں نے دوسری شادی کر لی تو کئی مریدوں نے بیعت توڑ دی۔ ایک مریدنی نے خط لکھا کہ پہلے میں تہجد میں آپ کے لئے دعا کیا کرتی تھی اب بد دعا کرتی ہوں ایک سلجھا ہوا اور صاحب ثروت ڈاکٹر ان کے گھر میں راشن دیا کرتا تھا، اس نے راشن بند کر دیا۔ کئی دوسرے دوستوں نے قطع تعلقی کر لی۔

یہ ایک واقعہ نہیں اس جیسے بے شمار واقعات ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ بعض لوگ جہالت اور دجالی پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر ایک سے زائد شادی کو گناہ سمجھتے ہیں حالانکہ قرآن کے نصوص، حدیث کی تصریحات، انبیاء کے حالات، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سیرت، قدیم اور جدید مشاہدات و تجربات اور عقلی و نقلی دلائل سے نہ صرف تعدد ازواج کا ثبوت ملتا ہے بلکہ اس مٹی ہوئی سنت کو زندہ کرنے کے فوائد اور اس سے اعراض کے نقصانات سامنے آتے ہیں۔ مانا کہ ہمارے ہاں اس کا رواج نہیں رہا مانا کہ ایسا کرنے سے لوگوں کی زبانیں کھلتی اور انگلیاں اٹھتی ہیں مانا کہ دوسری، تیسری اور چوتھی شادی کرنے والے کو عیاش اور شہوت پرست سمجھا جاتا ہے، مگر کیا محض رسم و رواج اور طعن و تشنیع کے ڈر سے اللہ اور رسول کے حکموں کو نظر انداز کر دیا جائے گا؟ خواہ اس کے نتیجے میں لاکھوں بیٹیاں بے نکاحی بیٹھی رہیں، بدکاری عام ہوتی رہے؟

کون نہیں جانتا کہ فطرتاً مرد تعدد پسند ہے۔ اس کے اس فطری تقاضے کو پورا کرنے کے لیے کچھ لوگ متعہ کو جائز قرار دیتے ہیں بعض عرب ممالک میں ''نکاح یسیر'' کے جواز کی بات چل رہی ہے۔ اہل مغرب نے مردوں کو کھلی چھٹی دے دی کہ وہ ہر رات نئی عورت کے ساتھ گزار سکتے ہیں اس میں شک نہیں کہ اکثر مرد ایک ہی بیوی کے ساتھ پوری زندگی گزار دیتے ہیں اور اس پر مطمئن رہتے ہیں مگر ہر مرد ایسا نہیں ہوتا۔ بے شمار ایسے بھی ہیں جو تعدد چاہتے ہیں شریعت انہیں اجازت بھی دیتی ہے مگر وہ پہلی بیوی یا اپنے خاندان اور معاشرے کے عام افراد کے طعنوں کے ڈر سے دوسری شادی نہیں کرتے پھر یا تو دل ہی دل میں کڑھتے رہتے ہیں یا پھر ناجائز تعلقات کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔ اسلام فطری اور جائز راستہ اختیار کرنے کی تلقین کرتا ہے یعنی اپنے حالات کے مطابق دو دو، تین تین اور چار چار شادیاں کرلو۔

قاری عطاء الرحمن صاحب کا کہنا یہ تھا کہ اس صورت حال کی کچھ ذمہ داری علماء پر بھی

عائد ہوتی ہے جن میں سے بعض تعدد کا جواز تو بیان کر دیتے ہیں مگر نہ تو خود دوسری شادی کرتے ہیں نہ دوسری کی خواہش رکھنے والوں کو رشتہ دیتے ہیں حالانکہ بسا اوقات ناتجربہ کار نوجوانوں کے مقابلے میں پختہ عمر والے زیادہ باوفا اور سنجیدہ ہوتے ہیں۔

قاری صاحب کی درد بھری اور معقول گفتگو سے متاثر ہو کر مولانا عتیق الرحمن صاحب نے تجویز پیش کی کہ ایسی جماعت تشکیل دی جائے جو نہ صرف تعدد ازواج جیسی مٹی ہوئی سنت کو زندہ کرنے کی تحریک چلائے بلکہ شریعت کے حکم کے مطابق وراثت کی تقسیم پر بھی مسلمانوں کو آمادہ کرے اس سلسلے میں یہ بات بھی سامنے آئی کہ اس تحریک کے علمبرداروں کو سب سے پہلے خود عملی نمونہ بن کر دکھانا چاہئے۔ چنانچہ قاری صاحب نے مجھے ترغیب دی کہ سب سے پہلے آپ دوسری شادی کریں بلکہ اسی مجلس میں اعلان کر دیں۔ رشتے کی ذمہ داری میرے اوپر ہے ایک اچھی شکل و صورت والی حافظہ عالمہ آپ کے لئے موجود ہے۔ آپ بس رضامندی ظاہر کر دیں مگر میں نے اپنی اہلیہ سے مشورہ کیے بغیر رشتہ قبول کرنے سے معذرت کر لی۔

اللہ کی قسم! یہ بھی محض قرآن کی نسبت اور خدمت کی برکت ہے کہ ایک معذور اور صاحب اولاد انسان کو اچھے اچھے رشتوں کی پیش کش ہو رہی ہے اور وہ بھی بغیر کسی تگ و دو اور سلسلہ جنبانی کے۔

الحمد للہ! میں شروع ہی سے تعدد ازواج کا قائل رہا ہوں اور اس موضوع پر لکھنے والوں کی نہ صرف میں نے حوصلہ افزائی کی بلکہ ان میں سے بعض کی کتابوں پر تقریظ لکھنے کی سعادت بھی مجھے حاصل ہوئی۔ منبر و محراب سے بھی میں نے وقتاً فوقتاً آواز اٹھائی کیونکہ میں پوری دیانت داری سے فحاشی کا راستہ روکنے اور بے نکاحی خواتین کو در بدر کی ٹھوکریں کھانے اور اپنوں اور غیروں کے طعنے سننے سے بچانے کے لیے ہر اس شخص کے لیے ایک سے زائد شادیاں مناسب سمجھتا ہوں۔

☆ جس کے گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو۔

☆ وہ سب کے حقوق ادا کر سکتا ہو۔

☆ عدل کر سکتا ہو۔

☆ کثرت اولاد کے ذریعے امت میں اضافہ کرنا چاہتا ہو اور جس کا خیال یہ ہو کہ تعدد کی

وجہ سے میرے گھر کا سکون تباہ نہیں ہو گا اور گھر کے سکون کو تباہی سے بچانے کے لیے ضروری ہے کہ پہلی بیوی کی ذہن سازی کی جائے، اسے یقین دلایا جائے کہ اس کی حق تلفی نہیں ہو گی اور اس کی تھوڑی سی قربانی سے ایک بے نکاحی کا گھر بس جائے گا۔ جب ہم قربانی کی بات کرتے ہیں تو لوگوں کی نظر صرف اس قربانی کی طرف جاتی ہے جو پہلی بیوی دیتی ہے یا جو دوسری بیوی بننا قبول کرتی ہے حالانکہ قربانی صرف عورت کی نہیں ہوتی مرد کی بھی ہوتی ہے وہ مرد قابل تعریف ہے جو حلال روزی کما کر دو گھروں کو آباد کرتا ہے اور کسی ایک کے ساتھ بھی ظلم اور زیادتی کا ارتکاب نہیں کرتا۔ عام طور پر اسے مرد کی عیاشی سے تعبیر کر دیا جاتا ہے حالانکہ عیاشی تو تب ہوتی جب وہ نکاح کے بغیر ادھر ادھر منہ مارتا اور اپنے اوپر کوئی ذمہ داری نہ لیتا۔

نکاح کی صورت میں بیوی اور پھر اس سے پیدا ہونے والے بچوں کی تربیت اور پرورش کا بوجھ اپنے ناتواں کندھوں پر اٹھانے والے کو ہم کیسے عیاش کہہ سکتے ہیں؟ اور اگر عیاشی کا طعنہ دیے بغیر کسی کو سکون نہیں ملتا تو ہم عرض کریں گے کہ اگر یہ عیاشی ہے تو شریعت کے دائرے میں ہے اور اس کی اجازت خود اللہ اور اس کے رسول نے دی ہے مگر سخت اندیشہ ہے کہ کل کلاں پہلی شادی کو بھی عیاشی یا کچھ اور قرار دے کر قابل نفرت عمل نہ بنا دیا جائے۔ دجالیت کے علمبرداروں کی یہی کوشش ہے کہ وہ نکاح جیسا مبارک عمل ختم کر کے حرام کاری کو فروغ دینا چاہتے ہیں۔ ہماری کوشش ہونی چاہیے کہ ہم نکاح کو آسان اور زنا کو مشکل تر بنا دیں۔

تعدد ازواج بھی اس سلسلے میں اہم کردار ادا کر سکتا ہے نہ صرف یہ کہ مردوں میں ''کثیر الازواجی'' عرف کو فروغ دیا جائے بلکہ ایسا ماحول بنا دیا جائے کہ کوئی بھی خاتون خواہ وہ کنواری ہو یا مطلقہ اور بیوہ، بغیر شوہر کے نہ رہے، شرط یہ ہے کہ وہ نکاح کرنا چاہتی ہو۔ میں سمجھتا ہوں اگر اپنے بچوں کا مستقبل بنانے اور سر چھپانے کا ٹھکانہ حاصل کرنے کے لیے مطلقہ اور بیوہ کو اپنے بعض حقوق سے دستبردار بھی ہونا پڑے تو ہو جانا چاہیے ورنہ ممکن ہے اسے زندگی بھر اپنوں اور غیروں کے طعنے سننا پڑیں اور زکوۃ خیرات پر گزر بسر کرنی پڑے کیونکہ عوام کے ذہنوں میں یہ بات تقریباً راسخ ہو چکی ہے کہ جو بیوہ ہوتی ہے وہ زکوۃ کی مستحق ہوتی ہے۔

میں نے جب کبھی تعدد ازواج کی حمایت میں آواز اٹھائی مجھے اس اعتراض کا سامنا کرنا پڑا کہ جب یہ اتنا اچھا بلکہ آج کے حالات میں اہم عمل ہے تو آپ خود اس کی ہمت کیوں نہیں

کرتے؟ اس اعتراض کے جواب میں ہمیشہ یہ عرض کرتا ہوں کہ الحمد للہ! میری ازدواجی زندگی بہت اچھی گزر رہی ہے اور میں دوسری بیوی کی ضرورت محسوس نہیں کرتا اور یہ ہے بھی حقیقت۔ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے مجھے جو بیوی عطا کی ہے وہ وفادار اور باحیا، صورت اور سیرت میں ممتاز ترین ہے۔ اگر میں اسے لاکھوں میں ایک کہوں تو بالکل غلط نہیں ہوگا۔ ہمارے درمیان مثالی محبت ہے مگر گزشتہ چند سالوں سے اسے کبھی کبھی سر اور جوڑوں میں ایسا شدید درد اٹھتا ہے کہ چلنا پھرنا محال ہو جاتا ہے کئی کئی راتیں نیند نہیں آتی اور بھوک بھی ختم ہو جاتی ہے اس وجہ سے ہمارے درمیان کئی بار دوسری شادی کے حوالے سے بات ہوئی تا کہ آنے والی ہم دونوں کی مشترکہ خدمت کرے۔

لاہور سے واپس آنے کے بعد میں نے ''مسجد توابین'' میں مذکورہ موضوع پر چند بیانات کیے جن کا خلاصہ یہ تھا کہ اگرچہ دوسری شادی فرض اور واجب کا درجہ نہیں رکھتی مگر ہمارے ہاں جس طرح دو تین یا چار شادیاں کرنے والے کو اچھوت بنا دیا جاتا ہے اور اسے گندی نظروں سے دیکھا جاتا ہے یہ بھی ہرگز مناسب نہیں ہے۔ میں نے خواتین کو بھی سمجھایا کہ وہ اپنے شوہروں کو بخوشی دوسری شادی کی اجازت دیں اور مردوں سے بھی گزارش کی کہ وہ اسے نہ تو عار سمجھیں اور نہ ہی گناہ۔ البتہ اقدام سے پہلے اپنے اہل و عیال کی ذہن سازی ضرور کر لیں، کیونکہ اخلاقی طور پر پہلی بیوی کے جذبات نظر انداز کر دینا ہرگز مناسب نہیں، خصوصاً ایسی خاتون جس نے زندگی کے مشکل دنوں میں ساتھ دیا ہو، اور ایسے انسان کو تو میں انتہائی گھٹیا سمجھتا ہوں جو گھر میں دوسری بیوی آنے کے بعد پہلی بیوی کے حقوق پامال کرے یا اسے تذلیل و تحقیر کا نشانہ بنائے۔ جو جوشیلے دوست پہلی بیوی کی ذہن سازی کیے بغیر سوکن گھر میں لا بٹھاتے ہیں ان میں سے اکثر بعد میں پریشان ہوتے ہیں۔ ایسی خواتین انگلیوں پر گنی جا سکتی ہیں جو سوکن کو بخوشی قبول کرنے پر آمادہ ہو جائیں ہمارے ہاں سوکن کا لفظ دشمنی، نفرت، زیادتی اور حسد کا استعارہ بن چکا ہے۔

آج کے نفرت زدہ ماحول میں شاید کسی کو یقین نہ آئے مگر حقیقت یہی ہے کہ میرے بیان سے سب سے پہلے میری اہلیہ ہی متاثر ہوئیں اور انہوں نے نہ صرف مجھے دوسری شادی کی اجازت دے دی بلکہ میرے لیے رشتے کا انتخاب بھی از خود کیا۔ دوسرا بظاہر ناقابل یقین واقعہ یہ پیش آیا کہ جس لڑکی کو میری اہلیہ نے پسند کیا خود اسے اور اس کے سگے بھائی کو ایسے خواب

دکھائی دیے جو میرے ساتھ رشتے کے حق میں تھے اور انہوں نے خود ہی رشتے کی پیش کش کر دی ۔خوب استخارہ کے بعد میں نے نکاح ثانی کا ارادہ کرلیا ہے ، جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ ہمارے ہاں اسے سخت معیوب سمجھا جاتا ہے اور ایسا کرنے والے کو گالیاں تک دی جاتی ہیں، اس لیے میں نے اس تحریر کے ذریعے سارے معاملے کی وضاحت ضروری سمجھی ہے ۔ امید ہے میرا اور میری اہلیہ کا یہ عمل بہت سوں کے لیے قابل تقلید مثال ثابت ہوگا۔ جہاں تک ہمارے رشتہ داروں ، محبت کرنے والے خواتین وحضرات اور ناقدین کا تعلق ہے ، میں ان کا معاملہ اللہ کے حوالے کرتے ہوئے زیر نظر مسئلہ کی تائید میں چند ٹھوس دلائل پیش کرنا مناسب سمجھتا ہوں ۔ یہ دلائل چند نکات کی صورت میں پیش کیے جا رہے ہیں۔ اس موضوع پر سیر حاصل مطالعہ کے لیے آخر میں چند کتابوں کے نام دیے جائیں گے وہ بھی دیکھ لی جائیں۔

☆ سورہ نساء میں ہے: ”پس نکاح کرو ان عورتوں سے جو تم کو پسند ہوں، دودو سے اور تین تین سے اور چار چار سے ، پس اگر تمہیں خوف ہو کہ تم عدل نہ کرسکو گے تو ایک ہی سے کرو۔ یا پھر ان باندیوں پر اکتفا کرو جن کے تم مالک ہو۔“ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالی نے گنتی کو ایک سے نہیں بلکہ دودو، تین تین اور چار چار شادیوں سے شروع کیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اصل حکم ایک سے زیادہ نکاح کرنے کا ہے ، البتہ اگر کوئی عدل نہ کرسکتا ہو تو وہ ایک پر ہی اکتفا کرے ۔ (روح المعانی ۴/۱۹۴)

☆ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ”نکاح کرو اس لئے کہ اس امت میں بہتر وہ ہے جس کی بیویاں زیادہ ہیں۔ (بخاری: ۴/۷۸۲)

انبیائے کرام علیہم السلام کی ازدواجی زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو تاریخ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تین، حضرت یعقوب علیہ السلام کی چار، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی چار، حضرت داؤد علیہ السلام کی نو اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی سات سو بیویوں اور تین سو حرموں کا ذکر ملتا ہے۔ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی گیارہ بیویاں تھیں۔

خلفائے راشدین اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم کی سیرت بھی تعدد کی تائید کرتی ہے ۔حضرت ابوبکر صدیق نے چار، حضرت عمر فاروق نے آٹھ ، حضرت عثمان نے آٹھ ، حضرت علی نے نو، حضرت حسن نے ستر اور حضرت زبیر بن عوام نے چار شادیاں کیں (رضی اللہ عنہم)

☆ دنیا میں عورتوں کی تعداد مردوں سے اکثر زیادہ رہتی ہیں۔ جنگوں میں بھی مرد ہی زیادہ کام آتے ہیں۔ ویسے بھی اللہ کی شان سے یہ امر بہت بعید ہے کہ وہ چار چار شادیوں کی اجازت تو دے مگر عورتیں زیادہ پیدا نہ کرے۔ کچھ عرصہ پہلے اعداد و شمار کے ماہرین کی جو رپورٹ سامنے آئی ہے اس کے مطابق مردوں کے مقابلے میں عورتوں کی تعداد برطانیہ میں چالیس لاکھ، جرمنی میں پچاسی لاکھ، روس میں ستر لاکھ، امریکہ میں اٹھہتر لاکھ اور پاکستان میں ایک کروڑ سے کچھ زائد ہے۔ (شادیوں کی شرعی حیثیت)

☆ اللہ نے مرد کی فطرت ایسی بنائی ہے کہ عام طور پر اس کے دل میں ایک سے زیادہ عورتوں کی خواہش ہوتی ہے۔ اس خواہش کو کوئی جائز طریقے سے پورا کرتا ہے اور کوئی ناجائز طریقے سے، البتہ ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جنہیں اللہ تعالی صبر عطا فرما دیتے ہیں اور وہ ناجائز طریقے کے قریب بھی نہیں پھٹکتے۔ مرد کی اس فطری خواہش کی وجہ سے اسے جنت میں ایک سے زیادہ بیویاں اور حوریں عطا کی جائیں گی۔

☆ طبی ماہرین کے اس پر متفق ہیں کہ جسمانی اور جنسی طور پر مرد عورت کے مقابلے میں مضبوط ہوتا ہے۔ حیض، حمل اور رضاعت کے مراحل بھی عورت کی صحت پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ بعض اوقات تو وہ بے چاری ادھ موئی ہو کر رہ جاتی ہے وضع حمل کے بعد تو اسے نئی زندگی ملتی ہے۔

☆ کثرت اولاد کی خواہش بھی تعدد کے جواز کا تقاضا کرتی ہے اگرچہ کثرت اولاد کو کثرت ازواج کی طرح دجالی تہذیب کے پیروکاروں نے قابل شرم عمل بنا دیا ہے مگر ہمارے آقا ﷺ کا ارشاد یہ ہے "ایسی عورت سے شادی کرو جو بہت زیادہ محبت کرنے والی اور زیادہ بچے جننے والی ہو کیونکہ قیامت کے دن میں تمہاری کثرت کی وجہ سے تم پر فخر کروں گا۔"

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "میں بسا اوقات کسی عورت سے نکاح کرتا ہوں حالانکہ مجھے نکاح کی ضرورت نہیں ہوتی اور زوجہ سے ہم بستری کرتا ہوں حالانکہ مجھے جماع کی خواہش نہیں ہوتی، کیونکہ میں یہ بات پسند کرتا ہوں کہ اللہ تعالی میرے ذریعے اتنی اولاد پیدا کرے جس کی کثرت کی وجہ سے ہمارے نبی کریم ﷺ دوسرے پیغمبروں پر فخر کر سکیں۔" (تفسیر قرطبی ۹/۳۲۸)

☆ دوسری شادی زندگی کے کسی بھی دور میں کی جا سکتی ہے ہمارے ہاں صورت یہ ہے

کہ کوئی بڑی عمر میں دوسری شادی کرے تو کہا جاتا ہے کتنی بے شرمی ہے کہ بچوں کی شادی کی بجائے اپنی شادی کی جارہی ہے ۔ اگر کوئی جوانی میں کرے تو چھوٹے چھوٹے بچوں کا طعنہ دیا جاتا ہے ۔ حالانکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر زمانہ قریب کے بزرگان دین تک عمر کے کسی بھی حصہ میں شادی کرتے رہے ہیں۔ محدث العصر حضرت بنوری رحمہ اللہ نے غالباً ۷۵ سال کی عمر میں نوجوان خاتون سے شادی کی تھی ۔ فقیہ العصر مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ کے والد نے سو سال کی عمر میں شادی کی اور اس سے بچے بھی پیدا ہوئے ۔حضرت مولانا فضل رحمن رحمہ اللہ کی عمر سو سال سے بھی زائد تھی جب انہوں نے دوسری شادی کی تھی۔

☆ یہ ضروری نہیں کہ دوسری شادی صرف اس صورت میں کی جا سکتی ہے جب پہلی بیوی سے تعلقات خراب ہو جائیں یا وہ بدصورت، لاولد یا بیمار ہو۔ ہمارے آقا ﷺ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بے پناہ محبت تھی۔ ان کی صورت و سیرت اور ذکاوت و ذہانت بھی مثالی تھی ۔ اس کے باوجود آپ نے ان سے نکاح کے بعد سات مزید عورتوں سے نکاح فرمایا۔ ☆ یہ بھی ضروری نہیں کہ دوسری شادی مطلقہ یا بیوہ ہی سے کی جائے اس لئے کہ ہمارے سینے میں دل اور دل میں جذبات رکھنے والے اللہ نے ”ما طاب لکم “فرما کر اپنی پسندیدہ عورتوں سے نکاح کرنے کا حکم دیا ہے ۔ باوجودیکہ خود ہمارے آقا ﷺ نے ایک کے سوا مطلقہ اور بیوہ عورتوں سے نکاح فرمائے مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کنواری اور جوان عورتوں سے نکاح کرنے کا مشورہ دیا۔

☆ اس حقیقت سے تو خیر کوئی مسلمان انکار نہیں کرسکتا کہ اسلام نے نہ صرف تعدد کی اجازت دی ہے بلکہ اس میں بہت سارے منافع بھی پوشیدہ ہیں البتہ اکثر خواتین کو یہ اندیشہ پریشان کرتا ہے کہ گھر میں دوسری اور نئی نویلی بیوی آجانے کی صورت میں مجھے نظر انداز کر دیا جائے گا اور یہ اندیشہ اتنا بے بنیاد بھی نہیں ہوتا کیونکہ بعض شوہر واقعتاً ایسا ہی کرتے ہیں وہ پہلی بیوی کو نظر انداز ہی نہیں کرتے بسا اوقات دوسری کی خوش رکھنے کے لئے پہلی پر ہاتھ بھی چلانے لگتے ہیں بالخصوص وہ شوہر جو کسی بے حجاب اور بے حیا عورت کے محض حسن سے متاثر ہو کر اسے اپنے عقد میں لے آتے ہیں ان کی طرف سے ایسے واقعات زیادہ پیش آتے ہیں بلکہ ایسی عورتیں خود انہیں ظلم اور زیادتی پر اکساتی ہیں۔ ایسے ظالم شوہروں کو یاد رکھنا چاہئے کہ اسلام نے تعدد کی اجازت صرف انہیں دی ہے جو عدل کر سکتے ہوں ۔ ہمارے آقا ﷺ کا

ارشاد گرامی ہے ”اگر کسی شخص کی دو بیویاں ہوں اور اس نے ان کے ساتھ عدل کا معاملہ نہ کیا تو قیامت کے دن وہ شخص اس حال میں آئے گا کہ اس کا آدھا دھڑ مفلوج ہو گا۔“ (ترمذی، مشکوۃ)

☆ دوسری شادی کی ترغیب کا مقصد صرف یہ نہیں کہ شریعت کے مطابق حقوق ادا کرنے کی سکت رکھنے والے حضرات اس مٹتی ہوئی سنت کو زندہ کرنے کے لئے آمادہ ہو جائیں بلکہ اس کا مقصد یہ بھی ہے کہ جن کی بیٹیاں اور بہنیں بے نکاحی گھر میں بیٹھی ہوئی ہیں وہ ایسے شریف اور سنجیدہ مردوں کو رشتہ دینے کے لئے تیار ہوجائیں جو دوسری شادی کرنا چاہتے ہوں۔

☆ یہ بات خاص طور پر ملحوظ رکھنی چاہئے کہ عقلی اور نقلی دلائل کی کثرت کے باوجود چونکہ ہمارے ہاں دوسری شادی کا ماحول نہیں ہے، اس لئے اس وادی پرخار میں سوچ سمجھ کر قدم رکھنا چاہئے۔ میرا مشورہ یہ ہے کہ جب تک پہلی بیوی اور بچوں (بالخصوص جبکہ بڑے ہوں) کی ذہن سازی نہ کرلی جائے، تب تک دوسری شادی نہیں کرنی چاہیے، ورنہ ایسے حالات کا سامنا کرنا پڑے گا کہ گھر کا امن اور سکون تباہ ہو کر رہ جائے گا۔ ☆ آخر میں اس موضوع پر لکھی گئی چند کتابوں کے نام دیے جارہے ہیں، امید ہے کہ ان کے مطالعہ سے بہت سارے اشکالات رفع ہو جائیں گے اور اطمینانِ مزید نصیب ہو گا۔

۱) ایک سے زائد شادیوں کی ضرورت کیوں؟ تالیف مولانا طارق مسعود صاحب۔ (اس کتاب پر بندہ نے بھی تقریظ لکھی ہے۔) (۲) اسلامی نظریہ تعدد ازواج: تالیف محمد سلیم الدین آغا رحمہ اللہ (اس کتاب پر مفتی ابولبابہ شاہ منصور زید مجدہم کی تصدیق ثبت ہے اس کتاب کے مولف کتاب شائع ہونے سے قبل محض ۲۸ سال کی عمر میں انتقال فرما گئے) (۳) فضل تعدد زوجات (شیخ خالد الجریس، ریاض) -۴ عائلی قوانین شریعت کی روشنی میں۔ (۵) اسلامی شادی۔ (۶) اسلام کا نظام عفت وعصمت۔ (۷) شادی سے شادیوں تک۔ (یہ دو امریکی خواتین، ام عبد الرحمن ہرش فیلڈ اور ام یاسمین رحمن کے قلم سے اپنی نوعیت کی بہترین تصنیف ہے) (۸) اسلام اور جنسیات۔

ہمارے مولانا اور دوسری شادی(۱)

آج میرے مخاطب میرے مولانا ہیں، جن کو میں ہمارے مولانا ہی کہتا ہوں، کئی بار ان کو مچلتا رشتہ پیش کر چکا، شوق دکھانے کے بعد ہر بار پیچھے کو ہو لیتے ہیں، آج چاہتا ہوں کہ ان کے شوق

---

(۱) عزیز اور قریبی دوست ہیں اُن کے لیے لکھی گئی ایک تحریر۔ از قلم راقم الحروف

کو جولانی ملے اور ان کے جذبات کو طغیانی اور ان کے نفسِ مطمئنہ کو شیطانی (شرارت) اور ان کی شوخ طبیعت کو من مانی (آزادی) اور ان کی دلِ بے زار کو شادمانی اور فکرِ گراں بار کو ارزانی۔
کائنات کا حسن ہی نہیں ہم قرآن و حدیث کے حسن کو بغیر تعددِ ازدواج کے نہیں سمجھ سکتے۔ بہ طور مشتے نمونہ از خروارے ایک مثال مولانا آپ سن لیں۔

أيما رجل رأى امرأة فأعجبته فليأت أهله فإن معها مثل الذي معها (الحدیث)(جو بھی مرد کسی عورت کو دیکھے وہ اسے پسند آ گئی تو وہ اپنی بیوی کے پاس آ کر (جماع کرلے) اس لیے کہ اِس کے پاس اسی کا مثل ہے جو اُس کے پاس ہے)

میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں مولانا! کیا مثلیت کا اندازہ بغیر ذواقِ عسیلۂ اُخریٰ ہو سکتا ہے۔ کیوں آپ کا کلیجہ ٹھنڈا ہے اس بات سے کہ ایک سے زیادہ بیویاں آپ کا حال پوچھے، آپ کو جان جان بول کر بے جان کر دے، کوئی میسیج کر کے یاد کرے، کوئی فون پر فریاد کرے۔

مجھے معلوم ہے مولانا آپ خندہ پیشانی، خوش مزاجی، انصاف پسندی رکھتے ہیں، آپ دوستوں سے احوال پوچھ پوچھ کر اپنی محبت ان کے دلوں میں پیدا کر لیتے ہیں، دائمی ہنستا چہرا آپ لاتے کہاں سے ہو، اتنی مسکراہٹ سجاتے کہاں سے ہو۔ کوئی نسخہ ہو تو ہمیں بھی بتائیں، دل خوش رکھنے کا ہنر ہمیں بھی سکھائیں، بات سمجھاتے ہو تو از سر نو تفصیلات لے آتے ہو، دلاسہ دیتے ہو تو ہماری فکریں خود اوڑھ لیتے ہو، مولانا آپ سے زیادہ موزوں شخص تعددِ ازدواج کے لیے میں نے نہیں دیکھا۔

آپ عالی نسب ہو، ان کے اوصاف رکھتے ہو، صاف گو ہو کھری دوٹوک آپ رائے رکھتے ہو۔ حق بات کہنے میں کسی کی رعایت نہ کرنا اور کمزوروں کی ازحد رعایت کرنا آپ کے ورثے کا ملکہ ہے، پہلی ہی ملاقات میں دلوں میں جگہ کر لینا آپ ہی کا حصہ ہے، مجلسوں ہی کی نہیں جماعتوں کی آپ جان ہیں، جہاں ہوتے ہیں صدارت آپ ہی کی ہوتی ہے، جہاں جاتے ہیں وہاں چمکتے ہیں۔

احبابِ تبلیغ آپ سے نا آشنا نہیں ہیں، جماعتوں میں جمعیتوں میں آپ مستور الحال نہیں ہیں۔ جہاں جاتے ہیں اپنے پیچھے کئی حسین یادگار دن چھوڑ جاتے ہیں، اب باری ہے مولانا حسین یادگار راتیں چھوڑیں، آپ کے جانے کے بعد ساعتیں انگلیوں پر گنی جائیں، اپنی باری کے انتظار

کا غم آپ کے حسین رات کی یاد سے غلط کریں۔

آپ شجاع و بہادر ہو، خطروں کے پرانے کھلاڑی ہو، جذبہ اور شوقِ مزاحمت رکھتے ہو، آپ کا دل مزاحمت کاروں کی محبت سے سرشار ہے اور کئی حضرات و احباب کے دلوں کو آپ نے اس سے شرابور کر رکھا ہے، انگلیاں کٹانے کی نہیں؛ بلکہ گردن اڑا دیے جانے کی تمنا رکھتے ہیں، جلوت نہیں بلکہ رات کی خلوتیں ان تمناؤں، آرزوں، خواہشوں اور دعاؤوں سے لبریز ہیں۔ اتنی دلیری کے ساتھ مولانا آپ دو نہیں چار چار بیویاں قابو کر سکتے ہیں، آپ کے ہمت کے گھوڑے کی لگام یہاں بھی گھماؤ ذرا، اس وسیع میدان کو بھی اپنے گردشوں کی جولان گاہ بناؤ ذرا، کیا میں سمجھا سمجھا کر تھک جاؤں گا اور وہ انتظار ہی میں اپنی بڑھتی محبت کا دم توڑ دے گی؟

آپ ساتھیوں میں سب سے زیادہ اپنے ساتھیوں کی خبر گیری کرنے والے ہیں، سب کے احوالِ دروں سے واقف اور ان کے سنوارنے کی فکر کرنے والے ہیں، دوسروں کے دکھ، درد، تکلیف کا احساس رکھتے ہیں۔ کیا مولانا! دکھ، درد کا احساس صرف دوستوں اور قرابت داروں تک ہی رہے گا، کیا مولانا دور بیٹھی کسی دوشیزہ کے درد کا احساس آپ کو نہیں ہے؟ کیوں اس کی مچلتی جوانی کو قرار نہیں دیتے، کیوں اس کے سیاہ بالوں میں انگلیاں پھنسا کر شرابِ لب سے جام نوش نہیں کرتے، کیا اس کے ناتواں کندھے یوں ہی قمیص کا بوجھ اٹھائیں گے، کیوں اسے سر کا کر سرشار نہیں ہوتے۔ کب تک بستر پر یوں تنہا رکھو گے، کیوں قربت بڑھا کر رام نہیں کرتے۔ دل میں امنگیں ہیں، تمنائیں، بھاونائیں ہیں۔ کب تک لیت و لعلیوں اور ترجیوں میں الجھاؤ رکھو گے۔

مولانا! بات میری مانیے اور مشورہ میرا قبول کیجیے، دیکھیے ایجاب وہاں سے ہو گیا ہے بس آپ قبول کیجیے۔ زندگی کی ایک نئی شروعات کر کے دیکھو، بھولا ہوا جوانی کا سبق یاد کر کے دیکھو، وہ مستی بھری نگاہیں وہ قربت کے بعد ہچکچاہٹ، وہ ہاتھ لگانے پر شرمانا، وہ بات بات پر مسکرانا، ابتداء نہ کرنے پر ان کا اداؤں سے اشارہ دینا، بے چینی بے صبری اور بے قراری کا پھر مشاہدہ کرنا، کیا دل نہیں کرتا مولانا کیا واقعتاً ان سب کا دل نہیں کرتا۔

مخاطب ہیں میرے دوست بہ واسطۂ یارانی
شوق بڑھاو ذرا ہمت کو دو جولانی
داستانِ حسن سن کر جذبات میں لاؤ طغیانی

کب تک صوفی صوفی! رہوں گے کرلو ذرا شیطانی
طبیعت کو آزاد چھوڑو کرلے ذرا وہ من مانی
عقل کا فیصلہ بھی یہی ہے یاروں کہ ایک میں کہاں ہے شادمانی
ایک سے آگے بڑھ تو سہی لگے گی تجھے ذرا گرانی
رفتہ رفتہ دم بہ دم ہو جائے گی یہی ارزانی
تعدد ہے وہاں بھی، جہاں ہے ہمیشہ کی زندگانی
اٹھ کھڑا ہو ارادہ میں نام لکھا یوں برباد نہ کر جوانی
تعدد ہی میں ہے لطفِ حیوانی
یوں ہی تھوڑی حکم ہے فرمانِ رحمانی

بیویوں کے پینترے

سوال: بیویوں کے حربے اور پینترے کیا ہیں جو وہ پہلی شادی یا دوسری شادی کے بعد کرتی ہیں تفصیل سے بتائیں؟

جواب: مردِ نامراد کا استحصال اور شوہر کو قابو میں کر کے بے قابو کر دینے کے طریقے:[1]

مدرسے میں پڑھنے والے طلبا یا وہ جو گھر سے باہر رہ کر تعلیم حاصل کرتے ہیں ان کو نکاح کا شوق ضرور ہوتا ہے؛ لیکن وہ نکاح کے بعد رونما ہونے والے حالات سے عموماً نابلد ہوتے ہیں۔ وہ سوچتے ہیں جس طرح میں گھر میں رہتا ہوں آنے والی راج کماری بھی اسی طرح رہے گی۔ نہ وہ مجھ پر روک ٹوک کرے گی نہ ہی اس کو میری آزاد طبیعت گراں بار خاطر ہوگی، نہ میرے بھائی، بہن، والدہ اس کی نظروں میں کھلیں گے، نہ ان کو وقت دینا، ان پر بہ وقتِ ضرورت پیسا خرچ کرنا اس کو تکلیف دے گا۔ بلکہ وہ میرے لیے ایک حسین خواب کی عمدہ تعبیر ہوگی، جو ہر کام میں میری معاونت کرے گی۔جس طرح میری والدہ میری ہمت افزائی کرتی ہیں، جس طرح بھائی بہن غلطیوں سے چشم پوشی کرتے ہیں، جس طرح والد لاابالی پن کو برداشت کر کے توجہات میں کمی نہیں کرتے۔جس طرح دوست بے ہودہ چٹکلوں پر زور دار قہقہہ لگاتے ہیں اور ہاتھ پر ہاتھ مار کے داد دیتے ہیں۔ وہ یہ سمجھتا ہے میرے گھر آنے والی جس کو میں عزت،

---

(۱) ان مضامین میں آپ بیتی کا طرز صرف تحسینِ کلام کے لیے ہے۔

مان، نام، نفقہ، سکنی سب کچھ دوں گا، وہ اس کے نتیجے میں کم از کم اس کی امیدوں پر ۵۰ رفیصد تو پوری اترے گی۔ ہمارے گھرانے کو جوڑنے اور میرا ان سے جڑے رہنے کی وہ کوشش کرے گی، کام پر جاؤں گا ''فی امان اللہ'' کہہ کر رخصت کرے گی، آؤں گا تو احسان سے اس کا دل بوجھل ہوگا اور وہ میری والدہ اور گھر والوں کی شکایت کر کے اپنی آنکھوں کو اشکوں سے اور میرے دل کو غموں سے نہیں بھرے گی۔ گھر کو اس کے افراد کے ساتھ اپنا سمجھے گی اور جنت نظیر بنانے کی کوشش کرے گی۔

کسی نے ایک پہیلی پوچھی کہ: ''وہ کونسا جانور ہے جو پہلے شکار کرتا ہے پھر آہستہ آہستہ اس کو کھاتا رہتا ہے، تڑپاتا رہتا ہے؛ لیکن مارتا نہیں؟'' تو بھولے شخص نے اپنی بیوی کا فوٹو نکال کر بتا دیا۔

یہ ضرور چٹکلا ہے، لیکن اس میں سماج کی تصویر جھلکتی ہے۔ میں کہتا ہوں شکار کرتی ہے اور احساس بھی نہیں ہونے دیتی کہ تم غیر محسوس دام کا شکار ہوگئے ہو، بلکہ ہمیشہ شکار کو اپنا مشکور بنا کر رکھتی ہے۔

کسی زمانے میں ہوتے ہوں گے مرد ظالم، میں یہ نہیں کہتا کہ اب نہیں ہیں۔ لیکن اب عورت کو ہمارے قانون اور بعض بہی خواہوں نے شکاری بنا دیا ہے اور مرد پر ظلم کرنے کا خوگر بنا دیا ہے اب وہ مردوں کے جذبات سے کھیلنے پر دلیر ہے۔

میں بھی اپنے تئیں بہت پر اعتماد تھا، یہ سوچتا تھا کہ بیوی سے سیاست!!! ہرگز نہیں، اللہ میری توبہ، توبہ توبہ۔ بیوی تو ایک اعتماد کا نام ہے، سیاست و تدبیر تو عشق کے نام پر بدنما داغ ہے، کہاں ازدواجی زندگی کی پرسکوں راہیں اور کہاں بد اعتمادی کی خار دار وادیاں۔

وجہ یہ تھی کہ میں نے ادھوری ادھوری باتیں جان رکھی تھیں، میں نے سن رکھا تھا کہ عورتوں کی اسلام میں بہت عزت ہے وہ گھر کی ملکہ ہے۔ یہ نہیں معلوم کیا کہ ان کی عزت اسلام نے کس چیز میں رکھی ہے اور ملکہ بھی صاحبِ ملکہ کے ماتحت ہی ہوتی ہے۔ میں نے جان رکھا تھا کہ عورت پر امورِ خانہ داری واجب نہیں ہے؛ لیکن یہ معلوم کرنا رہ گیا تھا کہ دیانتاً واجب ضرور ہے۔ میں نے تقریر میں سن رکھا تھا کہ عورت پر خواہ مخواہ شک نہیں کرنا چاہیے؛ لیکن یہ نہیں سنا تھا کہ پرخطر چیز پر خطرات کا خوف شک نہیں ہے۔

میں نے یہ بھی معلوم کیا تھا کہ بیوی پر زیادہ روک ٹوک نہیں ہونا چاہیے، لیکن اس کی حدود جاننا بھول گیا تھا۔ میں نے ہدایہ میں اعلی نمبرات ضرور حاصل کر لیے تھے؛ لیکن اس حدیث سے سرسری گذر گیا تھا جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "عورتوں کو پیچھے کرو کیوں کہ اللہ تعالی نے ان کو پیچھے کیا ہے" یا میں نے لفظِ "کیوں کہ" پر غور نہیں کیا تھا۔

میرے پرسانِ حال آگاہ بھی کر رہے تھے کہ دیکھنا، بیوی سے بہت سیاست سے رہا جاتا ہے، اپنے بچے سے کبھی بے حد پیار کا اظہار مت کرنا، اپنی کمزوری اس کے ہاتھ میں مت پکڑا دینا، کوئی بھی چیز منگائے تو فوراً لا کر مت دینا، تھوڑا لیت و لعل مناسب ہے۔ پیسوں کا تو خاص خیال رکھنا، اپنی مکمل آمدنی کبھی ظاہر مت کرنا۔

میں نے ان سب گزارشات اور قیمتی رہنمائیوں کو یہ سوچ کر درخورِ اعتنا نہیں سمجھا کہ میری سمجھ میں میری سمجھ اعلی تھی۔ میں اپنے اصولوں سے اپنی بیوی کو ہینڈل کرنے کا قائل تھا، قدرت نے مجھے اشارے بھی دیے، چناں چہ شادی سے پہلے جب کپڑے سلوانے گیا تھا تو ایک گھر سے ایک عورت کی چیخنے کی آواز آئی جو اپنے شوہر کو فریج میں پانی رکھنے نہ رکھنے یا باٹل بھر کر رکھنے کے بارے میں تنبیہ کر رہی تھی، میں نے یہ سوچ کر بات ان سنی کر دی کہ میری والی ایسی نہیں ہوگی یا میں اپنی نصیحتوں سے اس پر قابو کرلوں گا۔

افسوس اس کا ہے مجھے اپنے بھرم سے نکلتے نکلتے کافی وقت لگ گیا، مجھے محسوس ہی نہیں ہوا کہ میں ایک غیر محسوس جال میں جکڑا جا چکا ہوں اور نکلنے کی ساری راہیں مسدود ہیں۔ یہ سب باتیں سن کر کوئی یہ فیصلہ نہ کرے کہ میں زن گزیدہ ہوں بلکہ میں بھی آپ لوگوں کی طرح زن چشیدہ ہوں؛ البتہ تھوڑا کشیدہ ہوں۔

ذیل میں ہم ان پینترے اور طریقوں کو سمجھیں گے جن سے بیویاں مردوں کو قابو میں کر کے ان کا استحصال کرتی ہیں اور ہمارے پاس اس کا علاج کیا ہے۔

یہاں تین باتیں جان لینا چاہیے کہ:

(۱) آگے کی تحریر ان لوگوں کے لیے نہیں ہے جن کی بیویاں واقعتاً صالحہ ہیں، صرف ان کا نام صالحہ نہیں ہے اور وہ ان سے سکون و اطمینان میں ہیں، یعنی ایک قسم بیویوں کی یقیناً ایسی ہے۔

(۲) جو عورتیں ان پینتروں کو استعمال کرتی ہیں وہ یا تو کبھی بالقصد کرتی ہیں، کبھی ایسا ہوتا ہے

کہ یہ عورتیں بچپن ہی سے اپنی ماں وغیرہ کو اس طرح کے پینترے استعمال کرتے ہوئے دیکھتی ہیں تو یہ پینترے استعمال کرنا ان کی طبیعت بن جاتا ہے اور وہ بغیر اختیار کے یہ پینترے استعمال کرتی ہیں۔

(۳) اور ہم نے اپنی اس تحریر میں محمد نعمان مکی کی تحریر سے استفادہ کیا ہے۔

حاشیۂ جلالین کی ایک بات اپنے استاذ سے سنی تھی: ''لا خير في النساء، ولا صبر عنهن، يغلبن كريماً، ويغلبهن لئيمٌ'' یعنی عورتوں میں کوئی خیر نہیں ہے (لیکن) ان کے بغیر چارۂ کار بھی نہیں ہے، شریف آدمی پر غالب آجاتی ہیں اور کمینہ آدمی ان پر غالب آجاتا ہے۔

محمد نعمان لکھتے ہیں: جب مرد جابر اور ظالم ہوتا ہے تو عورت لمبے عرصے تک متحمل مزاج بن کر مظالم کو برداشت کرتی ہے اور صبر کر کے زندگی گزار دیتی ہے، لیکن وہی مرد جب نرم دل اور نرم مزاج ہوتا ہے تو عورت اس کو کنٹرول کرنا چاہتی ہے اور اس کا استحصال کرتی ہے۔ یہ بات درست ہے کہ ساری عورتیں ایسی نہیں ہوتی ہیں۔ لیکن موجودہ دور میں ہمارے لیے مظلوم شوہروں کی مثالیں شاذ و نادر نہیں رہیں۔

اس سماج میں صرف عورت مظلوم نہیں ہے، کتنے ہی مرد ہیں جو مظلوم اور عورتوں کے ستائے ہوئے، مغموم دل لیے پھرتے ہیں جن کا کوئی پرسانِ حال نہیں ہوتا ہے۔

جب کسی عورت پر اس کے شوہر کی طرف سے ظلم ہوتا ہے تو اس سے ہمدردی کرنے والے بیسیوں لوگ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ لیکن اس دنیا میں ایک ایسی مخلوق بھی ہے جس کو مردِ ناداں یا نرم دل مرد کہا جاتا ہے، جو اکثر مظلوم ہونے کے باوجود اپنی تکلیف بیان نہیں کر سکتا ہے، جس پر اس کی بیوی کا تسلط ہوتا ہے، جس کے گلے میں گویا ایک پھندا ہے جس کی رسی اس کی بیوی کے ہاتھوں میں ہے، جسے وہ جب چاہے جیسے چاہے اس کو کنٹرول کرتی ہے، وہ اس کو جذباتی بلیک میل کرتی ہے۔ وہ پریشان ہوتا ہے، لیکن اس کے اس نا آشنا درد سے آشنا بھی نا آشنا ہوتے ہیں۔ مزید یہ کہ اگر کوئی مظلوم شوہر اپنی بیوی سے پہنچنے والی تکلیفوں کو کبھی بیان بھی کر دے، تو لوگ الٹا اس کا مذاق اڑاتے ہیں اور اس سے ہمدردی کے بجائے اس کو پیٹھ پیچھے نامرد بلاتے ہیں۔ لہٰذا مظلوم شوہر حیراں و سرگرداں پھر رہے ہوتے ہیں، کیوں کہ ان کی سمجھ میں نہیں آرہا

ہوتا ہے کہ ان کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ آخر ان کی غلطی کہاں ہے؟ کیا نرم مزاج ہونا جرم ہے؟ یا بیوی کے ہر حکم پر سر کو جھکانا جرم ہے؟ انہوں نے تو سمجھا تھا کہ ایسا کرنے سے بیوی کے دل میں ان کی محبت اور عزت زیادہ ہوگی۔ لیکن یہ اس کا الٹ کیوں ہو رہا ہے؟ نرم مزاج شوہروں پر، خود پسندی کی شکار چال باز عورتوں کی طرف سے ہونے والے مظالم کے دو اہم پہلو ہیں، پہلا یہ کہ مرد اپنی فطری غیرت کی وجہ سے کسی کو کچھ بتا نہیں سکتا ہے۔ دوسرا عورتوں کی فطری نفسیات سے ناواقفیت کی بنیاد پر وہ اصل مسئلے کو ہی سمجھنے سے قاصر ہوتا ہے چہ جائیکہ وہ اس کا حل تلاش کرے گا۔ (انتھی کلامہ)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ما رأيت من ناقصات عقل ودين أذهب للب الرجل الحازم من إحداكن" میں نے کسی ناقص عاقل اور ناقص دین کا کسی ہوشیار دانا آدمی کو زیادہ بے عقل کر دینے والا (اے عورتوں) تمہاری بہ نسبت کسی کو نہیں دیکھا۔

حدیث کے اس جملے سے پہلے نبی کریم ﷺ نے فرمایا جیسا کہ بخاری شریف میں ہے "اے عورتوں! صدقہ کرو؛ اس لیے کہ میں نے تمہیں جہنم میں زیادہ دیکھا ہے۔عورتوں نے پوچھا: ایسا کیوں؟ اے اللہ کے رسول! فرمایا: کیوں کہ تم لعنت زیادہ کرتی ہو اور شوہر کی ناشکری کرتی ہو"۔

اس سے میں یہ بات سمجھا ہوں کہ ایک عورت اپنے شوہر کی ناشکری کیوں کرتی ہے؟ جب کہ شوہر اس کی بات کو پورا نہیں کرتا اور اس کی من چاہی چیز عطا نہیں کرتا، یا کوئی ایسے کام کا بوجھ ڈالتا ہے جس کو عورت کرنا نہیں چاہتی۔تو حدیث میں ایک حل کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں وہ مہارت دی ہے کہ تم دانا مرد کی عقل گم کر دو، ناشکری کرنے کی کیا ضرورت ہے، اپنی مہارت سے تم شوہر سے وہ مطلوبہ کام پیار محبت سے کروا سکتی ہو۔ لیکن اِس زمانے میں عورتیں عموماً اپنی اس مہارت کو شوہروں کو "وش" (قابو) میں کرنے کے لیے استعمال کرتی ہیں۔

قابو میں کرنے کے ابتدائی احوال: شادی کے شروع میں عورتیں مردوں کو پرکھتی ہیں یہ سوچتے ہوئے کہ ابھی "سرورِشہر" (ابتدائی مزے کے ایام) ہیں، جلدی کیا ہے۔ اس درمیان وہ شوہر کی کمزوری ٹٹولنے میں لگی رہتی ہے کہ شوہر کی کونسی رگ پکڑی جائے؟ نفسیاتی حربوں میں سے کونسا حربہ پہلے استعمال کیا جاتا ہے؟ شوہر کو یہ احساس دلانا کہ "میں تمہارے لیے ایک انمول تحفہ ہوں، میں تمہاری بہت غم گسار، خیر خواہ ہوں، میری تم سے محبت اتنی ہے کہ تمہارے بغیر

میرا جینا دشوار ہے، میرا ہر کام آپ پر ہی زِر بھَر (منحصر) ہے۔ فی الحال وہ اسی پر اکتفا کرتی ہے۔ اگر وہ دیکھتی ہے کہ اس کا شوہر اس کی باتیں مان رہا ہے، اس کا خیال کرتا ہے، اس کی بیماری میں پریشان ہوتا ہے تو وہ یہ حربہ آزمانا مناسب سمجھتی ہے کہ بیماری کا بہانا کرکے شوہر کی توجہ حاصل کرلے گی اور دوائیں نہ کھا کر نیز کھانا بند کر کے ہم دردی سمیٹنا چاہے گی۔ وہ یہ باور کرائے گی کہ میں ہر چھوٹی چیز میں شوہر (آپ) کی محتاج ہوں۔ اس نے اپنے گھر والوں کو چھوڑ کر آپ کے لیے قربانی دی ہے۔ لہٰذا اس کی ترجیحات والدین کی ترجیحات سے مقدم ہونی چاہیے۔ وہ اپنے گھر والوں کا کچھ اس طرح تذکرہ کرے گی کہ جس سے شوہر کے گھر والوں سے تقابل کی ہلکی سے بو آرہی ہوگی۔

وہ اپنے آپ کو مظلوم بنا کر پیش کرے گی، اور گھر کے کاموں سے اور گھر والوں کی باتوں سے تکلیف کا رونا روئے گی۔ وہ شوہر کو احساس دلائے گی کہ میں تمہارے لیے بہت کچھ کرتی ہوں، تم نے میرے لیے کچھ نہیں کیا، سوائے اس کمرے میں لاکر پٹخنے کے۔ میں نے اپنی پڑھائی چھوڑی یا اپنی جاب چھوڑی یا اپنی آزادی تمہارے لیے قربان کردی آج تم میرے لیے کچھ نہیں کر پا رہے ہو، وہ یہ احساس دلاکر شوہر کو ہمیشہ عورت کا مشکور بنا کر رکھنا چاہے گی۔ عورت کو یہ ڈر ہوگا کہ کہیں اس کا شوہر اپنے کو مجھ پر احسان کرنے والا یا میرے پیسوں پر پلنے والا نہ سمجھنے لگے، وہ اپنے احسانات گنا کر ان کے تلے سدا دبا رکھنے کی کوشش کرے گی۔ شریف مرد بے چارہ ہمیشہ اسی فکر میں گھٹتا رہتا ہے کہ میں نے اس (زوجہ) کے لیے کچھ کیا نہیں۔ کچھ ایسا کرنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے جس سے بیوی خوش رہے۔ اگر کوئی بڑی فرمائش پوری کر بھی دے تو حربہ ساز بیوی وقتی پُرجوش خوشی کے بعد دوبارہ کوئی مسئلہ کھڑا کر دے گی کہ یہ اصل ہے ابھی تو ایسا کرنا باقی ہے۔

ان سب کے دوران اسے لگنے لگے گا کہ شوہر کو پورا قابو میں کرنے کے لیے مانع شوہر کا اپنے گھر والوں سے؛ والدین اور بھائی بہنوں سے اچھا تال میل ہے۔ وہ مجھ سے ناراض ہو کر ان کے ساتھ دل کھول کر گفتگو کر لیتا ہے۔ اب وہ اپنوں سے شوہر کو دور کرنے کا سوچنے لگے گی، ہلکے پھلکے جملے ان کے خلاف استعمال کرے گی، تھوڑا تھوڑا عام گفتگو کے درمیان اس طرح بات گھُسیڑے گی کہ احساس بھی نہ ہونے پائے کہ باتوں میں بالقصد کیا زہر گھول دیا گیا ہے،

شوہر بیوی کی گاہے بہ گاہے کہی ہوئی باتوں سے متاثر ہونے لگتا ہے وہ اپنوں سے آہستہ آہستہ بے گانہ ہونا شروع ہوتا ہے وہ سوچتا ہے میری بیوی کتنی عقل مند اور خیر خواہ ہے، یہ اوصاف میری ماں میں نہیں، میرے سالوں جیسا ادب میرے بھائیوں میں نہیں، میری سالیوں جیسا رکھ رکھاؤ میری بہنوں میں نہیں۔

وہ (بیوی) یہ بھی دیکھتی ہے کہ شوہر خرچ کرنے میں بھی آزاد ہے، حالاں کہ اس کے گھر کا پورا نظم تو میں کرتی ہوں، لہٰذا اس کے جمیع آمدنیات میرے ہاتھ میں ہونی چاہیے یا کم از کم میرے علم میں ہونی چاہیے۔ (یہ سب ابتدائی دنوں کی بات ہوتی ہے، پھر جب ایک آدھ سال گذر جائے اور فضلِ الٰہی سے گھر میں کلکاریاں بھی گونجنے لگے تو اب آگے سنیے)

محمد نعمان لکھتے ہیں: بعض عورتیں مردوں کو شاطرانہ طور پر کنٹرول کرنے کے لیے یہ نفسیاتی حربے استعمال کرتی ہیں۔ ان میں سے کچھ واضح ہیں تو کچھ خفیہ۔ ایک لمبے عرصے تک مردوں کو پتہ ہی نہیں چلتا کہ ان کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ اس طرح ان کا ذہنی سکون غارت اور شخصیت مجروح ہو کر رہ جاتی ہے۔

کچھ عورتیں آپ کا دل نہیں توڑتیں ہیں، بلکہ وہ آپ کو اپنا دل خود توڑنے پر مجبور کر دیتی ہیں، اور اس مسئلے کی سب سے بری بات یہ ہے کہ آپ کو اس کا احساس تب تک نہیں ہوتا جب تک بہت دیر نہ ہو جائے۔ آپ سمجھ رہے ہیں کہ آپ اپنی بیوی کے ساتھ محبت میں ہیں؛ لیکن درحقیقت آپ کو کنٹرول کیا جا رہا ہے، آپ کے ساتھ چال بازی کی جا رہی ہے، آپ کے ساتھ کھیلا جا رہا ہے۔ آیئے ان حیران کن طریقوں پر بات کرتے ہیں جس کے ذریعے سے عورتیں استحصال کرتی ہیں۔ (انتھی کلامہ)

جذباتی بلیک میلنگ: جذباتی بلیک میلنگ کئی طرح کی ہوسکتی ہیں جو ایک کنٹرول کرنے والی بیوی حربے کے طور پر استعمال کرسکتی ہے تاکہ وہ اپنے شوہر کو اپنی مرضی پر چلائے اور اس پر اپنی گرفت مضبوط رکھے۔

آپ کو قصور وار ٹھہرا کر قابو کرنا: قصور وار ٹھہرانا فریب کاری کے سب سے طاقت ور ہتھیاروں میں سے ایک ہے، اور جب ایک عورت اسے استعمال کرنا جانتی ہے، تو اسے چیخنے، دھمکانے حتیٰ کہ مرد سے کچھ پوچھنے کی بھی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔ اسے صرف آپ کو احساسِ

جرم میں مبتلا کرنا ہوتا ہے، جس سے کہ آپ بلا وجہ ہی نادم ہوجاتے ہیں۔ جیسے آپ اقربا پر پیسے خرچ کر رہے ہیں، یا اپنا کچھ وقت انھیں بھی دے رہے ہیں تو وہ کہنے لگتی ہے کہ ''آپ کو میری کوئی پرواہ ہی نہیں ہے، مجھ سے محبت ہوتی تو میرے لیے وقت نکلتا، صرف اپنی ماں، بہن کی پڑی ہے''۔

یہ سب سادے سے جملے ہیں؛ لیکن بعض عورتیں ناداں مرد کو اس احساس میں غرق کر دیتی ہیں کہ میں غلط ہوں اور مرد ان جملوں کے بعد معذرت خواہانہ الفاظ بولنے لگتا ہے۔

ذاتی قربانیوں کا حوالہ دینا: اگر بیوی نے یا اس کے گھر والوں نے کسی موقع پر یا بیوی کی زچگی کے وقت کوئی قربانی دے کر خدمت کی ہو تو یہ بعد کے لیے بیوی کا بہت بڑا ہتھیار ہوتا ہے، وہ موقع بہ موقع صراحتاً و اشارتاً ان کو جتلاتی رہتی ہے؛ تا کہ شوہر کو احساس باقی رہے کہ آپ کو میرا قرض چکانا ہے۔

وہ چھوٹے چھوٹے احسانات یا کام یاد دلائے گی جو اس نے آپ کے لیے کیے ہیں، تا کہ آپ کو ان کے بدلے میں کچھ ایسا کرنے پر مجبور کیا جائے جو آپ کرنا نہیں چاہتے۔

منحصر ہونے کا دعویٰ: وہ یہ ظاہر کرسکتی ہے کہ وہ مکمل طور پر آپ پر منحصر ہے اور آپ کے بغیر کچھ بھی نہیں کرسکتی، آپ کے لیے اس نے سب کو چھوڑ دیا ہے، جس سے آپ کو یہ احساس ہو کہ آپ اسے چھوڑ نہیں سکتے ہیں یا اس کی خواہشات کو نظر انداز نہیں کر سکتے ہیں۔

دھمکیوں کا حربہ: اس کے بعد پھر دھمکیوں کی باری آتی ہے، اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو میں تمہیں چھوڑ دوں گی، اگر تم نے میری بات نہیں مانی تو میں خود کو ختم کرلوں گی یا مجھے نہیں معلوم کہ میں تمہارے بغیر کیا کروں گی، میں ڈپریشن میں چلی جاؤں گی وغیرہ۔ یہ انتہائی خطرناک حربہ ہے۔ وہ اپنے مفاد کے لیے اپنے بچوں کا بھی استعمال کرسکتی ہے خود ظالم ہو کر مظلوم بننے کی کوشش کرے گی؛ تا کہ اس کی مرضی کے مطابق چلتا رہے۔

محبت کو ہتھیار بنانا: بعض عورتیں یہ کہتی ہیں کہ مجھے نہیں لگتا کہ آپ کو مجھ سے محبت ہے اگر محبت ہوتی تو ایسا کرتے، میں تو ہوں ہی اس لائق کہ مجھ سے وفا نہ کی جائے۔ حالاں کہ میں پوری وفادار ہوں؛ لیکن مجھ کو میری حیثیت پتا ہے، میرے حصے میں بے وفائی و بے اعتنائی ہی ہے۔ وہ تو میں آپ کے ساتھ وفاداری نبھا رہی ہوں کوئی اور ہوتی تو پتا چلتا۔

یہ سب کہہ کر وہ یہی چاہے گی کہ آئندہ اس کی بات فوراً مان لی جائے ورنہ اس تیور کا دوبارہ اظہار ہوسکتا ہے۔

آپ کو آپ کی طاقت سے الگ کرنا: وہ آپ کو آہستہ آہستہ اپنوں سے علیحدہ کرنے کی کوشش کرے گی؛ تاکہ آپ پورے طور پر اسی پر منحصر ہو جاؤ، کسی سے آپ رائے نہ لے سکو، بالخصوص والدہ سے کیوں کہ والدہ ہی ہیں جو بیویوں کے پینتروں کو سمجھ سکتی ہیں اور اپنے بچے کو آگاہ کرسکتی ہیں، اگر آپ نے کبھی والدہ کا نام لے لیا کہ امی یہ بول رہی ہیں تو وہ ایسا رویہ اختیار کرے گی کہ آپ دوبارہ والدہ کا حوالہ دینے سے کتراؤ گے۔

وہ دوستوں سے ملنے، ان کے ساتھ باہر جانے پر بھی پابندی لگا سکتی ہے کہ کہیں کسی کی بات سے متاثر نہ ہوں جائیں۔ وہ یہ کوشش بھی کرتی ہے کہ آپ کی تمام باتیں اس کو معلوم ہو کوئی بات آپ کی راز نہ ہو۔ آپ کے کام کرنے کا وقت فارغ رہنے کا وقت آپ کے وابستگان، آپ کا موبائل، آپ کی جملہ کمائی درآمدات برآمدات کا اس کو علم ہو۔ بلکہ وہ تمام پیسوں کو اپنے ہاتھ میں رکھے گی، آپ خود خرچ کرنے کے لیے اس کی اجازت کے محتاج ہوں گے، اور یہ بہت خراب سچویشن ہے۔

وہ کبھی اشاروں میں بات کرے گی، کبھی مجھے کچھ پوچھنا ہے بول کر خاموش ہو جائے گی، کبھی بلاوجہ بات بند کردے گی، کبھی جنسی قربت سے منع کردے گی، کبھی زیادہ قربت طلب کر کے آپ کو یہ احساس دلائے گی کہ آپ اس لائن سے بھی اس کو مطمئن نہیں کر پارہے ہو۔

یہ سب نفسیاتی و جذباتی بلیک میلنگز ہیں۔ وہ آپ کو بار بار یہ محسوس کراتی رہے گی کہ اس کے خراب موڈ کے آپ ذمے دار ہیں۔ اور آہستہ آہستہ آپ کو یہ یقین دلائے گی کہ خود کی خوشی اور آرام کو ترجیح دینا دراصل خود غرضی ہے۔ ان سب کے بعد یہ طعنہ ضرور دے گی کہ ”آپ بدل گئے پہلے جیسے نہیں رہے“ تاکہ آپ کو اپنی من مرضی ڈھالنے میں لگائے رکھے۔

مضحکہ خیز بات یہ ہے کہ کمزور مرد کو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے اپنی ترجیحات اور خوشی کو ترک کر کے اور بیوی کی ہر بات کو مان کر وہ صحیح کام کر رہا ہے، کیوں کہ کنٹرول کرنے والی بیوی کے یہ حربے دراصل ظاہر میں چال بازی کی طرح نہیں لگتے ہیں۔ بلکہ یہ ایک ناامید محبت کی طلب کی طرح لگتے ہے، اور یہی بات اس کو زیادہ خطرناک بناتی ہے۔

حربوں کا علاج

علاج کے جاننے سے پہلے چند باتیں بغور پڑھیں:

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی، ایک لڑکے کو اٹھائے ہوئے تھی دوسرے کا ہاتھ تھامے ہوئے تھی، اس نے جو مانگا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمایا، پھر فرمایا: یہ حاملائیں، جننے والیاں اپنے بچوں پر مہربان، اگر نہ لائیں یہ وہ (ایذائیں) جو اپنے شوہروں کو دیا کرتی ہیں تو ان میں سے ہر وہ جو نماز پڑھنے والیاں ہیں جنت میں داخل ہو جائیں۔

(سنن ابن ماجہ)

اس حدیث شریف میں اشارہ ہے ان حربوں کے ذریعے سے پہنچائی جانے والی تکالیف کی طرف۔

اللہ تعالیٰ نے بیوی کو سکون کا ذریعہ بنایا ہے ﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ؕ﴾ [سورۂ روم:۲۱] (اسی کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے س نے تمہارے لیے تمہیں میں سے جوڑے (بیویاں) بنادیے تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو اور تمہارے درمیان محبت اور ہمدردی پیدا کردی۔ یقیناً اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو غور وفکر سے کام لیتے ہیں۔) کچھ تو وجہ ہوگی کہ احباب کو اپنی بیویوں سے سکون حاصل نہیں ہو پاتا۔ ایسی بیوی سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی گئی ہے جو کسی انسان کو وقت سے پہلے بوڑھا بنادے: اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ جَارِ االسُّوءِ وَمِنْ زَوْجٍ تُشَيِّبُنِي قَبْلَ الْمَشِيبِ. (طبرانی)

گھر کا سکون بڑی اہمیت کا حامل ہے بہت سے حقوق و احکام اس سے وابستہ ہیں، ہم ان حالات کو اپنے حال پر نہیں چھوڑ سکتے۔ اس لیے اس سلسلے میں توجہ کی ضرورت ہے۔

قرآن و حدیث میں اس سلسلے میں تعلیم موجود ہے۔ سب سے پہلے انسان ان حربوں کو جانیں، اپنی قدر پہچانے اور چست چوکنا رہے، بھولا اور درماندہ نہ بنے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”إن الله تعالى يلوم على العجز ولكن عليك بالكيس“ یعنی اللہ تعالیٰ ملامت فرماتے ہیں درماندگی پر لیکن تجھ پر احتیاط، بیدار مغزی، چوکنا رہنا لازم ہے۔ (مشکاۃ)

اگر شوہر یہ دیکھے کہ اس کی بیوی ان حربوں سے منزہ ہے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے (اگر

وہ ابھی نکاح کرنے والا ہے تو پہلے ہی سے چوکنا رہے) اور اگر دیکھے کہ وہ اپنی بیوی کے قابو میں بے بس ہے، جس سے بہت سے احکام وحقوق ضائع ہو رہے ہیں تو قرآنی و نبوی تعلیمات سے پہلے چند ہدایات پر عمل کرنا ضروری ہے جو بعض ماہر نفسیات نے تجویز کیے ہیں، وہ بھی قرآن و سنت ہی سے اخذ شدہ ہیں۔جن کو مختصراً پیش کیا جاتا ہے۔

حیثیت متعین کرے (کہ فیملی لائف میں مرد عورت کا سر براہ اور ذمے دار ہے)

وہ مرد جس پر عورت نے کنٹرول کرلیا ہے یا وہ جو شادی کر کے اس مخلوق سے تعلق جوڑنے والا ہے، اپنے تئیں حیثیت متعین کر دے کہ شریعت نے کس کا کیا درجہ متعین کیا ہے، اس سے وہ اپنی قدر و منزلت اور بیوی کی حدود جان پائے گا۔سب سے پہلے ہمیں شرعی حدود اور حیثیت طے کرنا پڑے گی۔

ایک مرد کے دماغ میں یہ بات رہنی چاہیے کہ اللہ تعالی نے مرد کو ''ذمے دار'' بنایا ہے (الرجل راعٍ علی أهلِ بیتِهِ) (بخاری) ﴿الرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ﴾ [سورۂ نساء: ۳۴] اسی ذمے داری کی وجہ سے وہ گھر کا حاکم ہے، جب مرد حاکم ہے تو عورت خود بخود محکوم طے ہوگئی۔ اسی حیثیت کی بنا پر مرد آمر (حکم دینے والا) مطاع (جس کی اطاعت کی جائے) ہوا۔

لٰہذا سب سے پہلے وہ اپنی قدر پہچانے کہ شریعت نے گھر میں اس کو کیا عزت اور کیا حیثیت دی ہے اور بیوی کی کیا حدود ہیں۔(اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مرد خوا مخواہ حکم چلائے اور اپنی ہر چھوٹی چھوٹی چیز میں اطاعت چاہے، تحریر کا مقصد یہ ہے کہ کوئی مرد قابو اور گرفت سے کیسے نکلے یا قابو دینے سے کیسے بچے۔)

وہ (شوہر) اپنی پوری ذمے داریاں ادا کرنے کے بعد دیکھے کوئی مجھ پر کنٹرول تو نہیں کر رہا ہے، یا اپنوں سے مجھے دور تو نہیں کر رہا ہے۔ میری اپنی حیثیت بھلا کر مجھے کولھو کا بیل تو نہیں بنا رہا، جس بیل سے جوانی میں حل چلایا جائے پھر بوڑھا ہونے پر اس کو ناکارہ سمجھ کر ذبح کر دیا جائے۔ یا کوئی میری عزت مجروح تو نہیں کر رہا ہے، اگر وہ دیکھے اس کی بیوی شریف طبیعت، حسین سیرت ہے، وہ شوہر پر قابو نہیں چاہتی تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔ بہ صورتِ دیگر آپ دیکھیں کہ حق کیا ہے، اور شریعت کا حکم کیا ہے، آپ اسی پر عمل کریں۔

کن معاملوں میں سمجھوتہ نہیں ہوسکتا: بیوی کو پیار محبت سے رکھنا چاہیے، لیکن بیوی پر

مناسب انداز میں سنجیدگی سے یہ بات واضح کر دینا ضروری ہے کہ کن معاملات میں سمجھوتہ نہیں ہوسکتا، وہ کون سے معاملات ہیں جس میں بیوی کی دخل اندازی تم نہیں چاہتے۔

آپ کی اپنی بھی کوئی پسند ہو: یہ بات بھی اہمیت رکھتی ہے کہ آپ کی اپنی بھی کوئی پسند ناپسند ہے، اس بات کا آپ کی طرف سے اظہار بھی ہو جس سے بیوی بھی آپ کی مرضیات کی فکر کرے۔ ایسا نہ ہو کہ آپ کی دوڑ دھوپ صرف آپ کی بیوی کی رضامندی ہی کے ارد گرد گھومے۔ جو مرد تمام چیزیں روا رکھتے ہیں، (اگرچہ یہ حسنِ خلق کی بات ہے) لیکن عورتیں ان کی فکر کرنا چھوڑ دیتی ہیں۔

مالیات کا نظام: بیوی کو اس کا جیب خرچ دینے کے بعد مالیات کا مکمل حساب آخری عمر تک اپنے ہی ہاتھ میں رکھنا چاہیے۔ اور نہ ہی اپنی مکمل کمائی بیوی پر ظاہر کرے۔ اگر کوئی اپنی مکمل کمائی بیوی پر ظاہر کر دے اور انتظام بیوی کے سپرد کر دے تو یہ خطرناک بات ہے، کنٹرولنگ کے خطرات بڑھ جاتے ہیں اور دوسری شادی کے امکانات کم ہوجاتے ہیں۔

جس طرح ایک کامیاب سیاسی آدمی اپنی تمام ذمے داریوں کے مکمل کرنے کے ساتھ ساتھ ہر ایک کو خوش رکھنے کی کوشش کرتا ہے اور بیدار و متیقظ رہتا ہے کہ کوئی اسے سیاست کی قیادت سے بے دخل نہ کر دے وہ کوئی حربہ اپنے اوپر کامیاب نہیں ہونے دیتا، جب مناسب سمجھتا ہے تو مناسب سختی برتتا ہے، جہاں نرمی روا دیکھتا ہے نرمی کرتا ہے، اسی طرح ایک ذمے دار شوہر اپنے گھرانے اور اس کے افراد پر توجہ دیتا ہے اور ان کی مناسب تدبیر و انتظام کرتا ہے، اس کو اگر رعایا سے تکلیف پہنچے تو کبھی فہمائش سے اور کبھی ضرورت پیش آجائے تو بہ قدرِ ضرورت تادیب سے تو کبھی صبر و تحمل سے اپنی رعایا کو ہینڈل کرتا ہے۔ وہ ان حربوں کو جانتا ہے جو اس کے ملک (منزل) کے نظام کو درہم برہم اور تہس نہس کر دیں گی، لہٰذا وہ ان کا مناسب انتظام کرتا ہے اور کرتا وہی ہے جو ملک کے لیے بہتر ہے۔

لہٰذا ہم ہر ایک کو تحفظ دینے کی کوشش کریں، تمام کو اعتماد میں لیں، گھر کے سارے افراد اس بات سے مطمئن ہو کہ ہم پر بلا وجہ کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا یا ہماری حق تلفی، عزت دری اور خفت ہوگی۔ ہر کام کو سکون و اطمینان سے کرنے کی عادت ڈالیں، شور وغوغا اور زور زبردستی سے پرہیز کریں۔ یہ دھیان رکھیں کہ جو بات آپ بہ آوازِ بلند کہہ سکتے ہیں اسی کو آہستہ پست آواز

سے بھی سمجھا سکتے ہیں۔

قرآنی اصلاحی طریقے:

اس موقع پر قرآن نے بھی بڑی جامع بات ارشاد فرمائی جو "خير الكلام قَلَّ وَدَلَّ" کا مصداق ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: "اور تم کو جن عورتوں سے نافرمانی یعنی مرد سے اوپر اٹھنے، مرد پر قابو پانے کا ("استعلاءهن على أزواجهن" از تفسیر طبری) کا اندیشہ ہو تو ان کو سمجھاؤ (اللہ کا ڈر دلاؤ) اور ان کو خواب گاہوں میں علیحدہ کرو، اور ان کو مارو، پھر اگر وہ تمہاری فرماں برداری کرنے لگیں تو ان پر کوئی راہ نہ چاہوں۔ بے شک اللہ تعالی برتر بڑے ہیں۔ اور اگر تمہیں (فریقین کو زوجین کی) باہمی ضد اضدی کا ڈر ہو تو مرد کے لوگوں میں سے ایک پنچ اور عورت کے لوگوں میں سے ایک پنچ بھیجو، اگر دونوں پنچ معاملہ سنوارنا چاہیں گے تو اللہ تعالیٰ دونوں کے درمیان ہم آہنگی پیدا کر دیں گے۔ بے شک اللہ تعالی خوب جاننے والے، ہر چیز سے باخبر ہیں"۔ (سورۂ نساء: ۳۴)

مفتی سعید احمد صاحب پالن پوریؒ لکھتے ہیں: نشوز کے درجات کے تفاوت سے اصلاح کے چار طریقے ہیں:

پہلا طریقہ: زبانی فہمائش کرنا؛ کیوں کہ اصلاح کا اصول یہ ہے کہ پہلے آسان تدبیر کی جائے۔ اس سے کام نہ چلے تو سختی کی جائے۔ نصیحت میں اللہ تعالیٰ کا ڈر دلایا جائے۔

دوسرا طریقہ: ناراضگی ظاہر کرنا اور عورت کو اپنے ساتھ نہ لٹانا، مگر عورت کو گھر سے نہ نکالے، نہ خود نکلے؛ تا کہ عورت اپنے قصور کی تلافی کرنا چاہے تو کر سکے۔

تیسرا طریقہ: تعزیر و تادیب ہے؛ مگر شرط یہ ہے کہ چہرے پر اور نازک حصوں پر نہ مارے، اور سخت مار بھی نہ مارے کہ جس سے جسم پر نشان پڑ جائیں۔ ان تین طریقوں سے معاملہ قابو میں آجائے اور عورت بات ماننے لگے تو خواہ مخواہ عورت کو پریشان نہ کرے، یاد رکھے کہ وہ مطلق بالا دست نہیں۔ اس سے اوپر بھی ایک بالا دست ہے۔

چوتھا طریقہ: اگر اختلاف سخت ہو جائے، اور مرد عورت کی نافرمانی، اور عورت مرد کے ظلم کا دعوی کرے، تو اب نزاع ختم کرنے کی صورت یہ ہے کہ دو آدمیوں کی پنچایت بٹھائی جائے، ایک پنچ مرد کے خاندان کا ہو اور ایک عورت کے خاندان کا۔ دونوں اگر اخلاص سے محنت کریں

گے تو زوجین میں اتحاد کی صورت پیدا ہو جائے گی؛ ورنہ پھر علیحدگی کا راستہ ہے۔

اورعورت کے نشوز کا یہ علاج مرد کے اختیار میں اس لیے دیا گیا ہے کہ اس کے ہاتھ میں اقتدارِ اعلی ہے اورعورت کی سیاست (نظم و انتظام) بھی اسی کے ذمے ہے۔ پس اس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ کام مرد ہی کو سپرد کیا جائے۔

اور آخری مرحلے میں پنچایت بٹھانے کا حکم اس لیے ہے کہ جو بات زوجین کے درمیان پیش آئی ہیں، ان پر قاضی کے سامنے گواہ قائم کرنا ممکن نہیں۔ اس لیے اس معاملے میں قُضات کوئی خاص رول ادا نہیں کر سکتے۔ پس بہتر یہ ہے کہ معاملہ ایسے دو شخصوں کو سونپا جائے جو زوجین کے قریبی رشتے دار اور خاندان میں دونوں پر زیادہ مہربان ہوں؛ تا کہ میاں بیوی کھل کر ان کے سامنے بات رکھ سکیں، اور وہ جو مناسب سمجھیں فیصلہ کریں۔ (ہدایت القرآن:۲/ ۴۸)

حدیث شریف میں یہ کہہ کرمرد کو صبر وتحمل کی تلقین کی گئی کہ عورت کی سرشت میں پسلی کی طرح ٹیڑھا پن ہے؛ لہٰذا ان کی طرف سے پیش آنے والی ناگوار باتوں کو برداشت کرنا چاہیے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ ذاتِ خود کچھ فرمائشیں پوری کر کے عورتوں کے ساتھ حسنِ معاشرت کی تعلیم دی ہے۔ مارنے کی اجازت نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قولاً تو دی؛ لیکن عملاً آپ نے کبھی کسی بیوی کو نہیں مارا۔ اور ان کے بارے میں –جو اپنی بیویوں کو مارتے ہیں– فرمایا: ”وہ اچھے لوگ نہیں ہیں“۔

اس موقع پر ایک لطیفہ یاد آیا: ایک شخص اپنی بیوی کو ڈنڈے سے مار رہا تھا، وہیں قریب سے ایک بزرگ گذر رہے تھے۔ تو انھوں نے مرد کو کہا: عورت کو ڈنڈے سے نہیں مارا جاتا ہے؛ بلکہ عورت کوعورت سے مارا جاتا ہے۔یعنی عورت کی سوتن لے آؤ، اس کی خوب اچھے سے تادیب ہو جائے گی۔ وہ نشوز، ترفع، تعلّیٰ و استعلاء، گرفت اور قابو پانا سب بھول بھال جائے گی۔ بس اس کو ایک ہی فکر دامن گیر ہو گی کہ مجھ سے غلطی کہاں ہوگئی، میں اپنے شوہر پر قابو کیوں نہیں کرسکی اور اب تو میں ہرگز نہیں کر پاؤں گی۔ اے اللہ! اب تو ہی میرا پرسانِ حال ہے۔ اب اس کا تعلق اللہ سے جڑنا شروع ہو جائے گا۔

دوسری شادی کے بعد بیویوں کے حربے

دوسری شادی کے بعدمرد دو حربہ سازوں کے درمیان ہو جاتا ہے، مرد کی مثال اس ڈمرو کی طرح ہوجاتی ہے جو دونوں جانب سے بجایا جاتا ہے اور اس غلّے کی طرح ہوتی ہے جو چکی

کے دو پاٹوں کے درمیان پستا رہتا ہے۔ اور وہ محسوس کرتا ہے کہ نہ گھاٹ ہی ہمارا ہے نہ گھر ٹھکانہ ہے۔ اسی وجہ سے چھپ کر نکاح کرنے کا رجحان بڑھ رہا ہے، مرد پسند کرتے ہیں کہ دوسرا نکاح ہو لیکن پہلی بیوی کو علم نہ ہو۔ وہ باقاعدہ نکاح کے بہ نسبت نہاریہ (دن والی بیویاں) رکھنا سہل اور باعثِ سکون سمجھتے ہیں۔

عورتوں کی بڑھتی تعداد نے مردوں کے لیے اس طرح کی خواتین کی تلاش کو آسان بنا دیا ہے؛ بلکہ ایسی طلب گارِ زوج اور نسبتِ حلال کی خواست گار عورتیں بھی ہیں جو صرف مرد سے جائز وابستگی چاہتی ہیں؛ لہٰذا وہ نکاحِ مسیار (بعض حقوق معاف کر کے نکاح کرنا) کر کے نہاریہ بننے پر بہ صد شکر راضی ہو جاتی ہیں۔

مرد کا دوسری شادی کرنے کے بعد ''پہلی بیوی'' (اُولیٰ) کے حربوں میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے کیوں کہ وہ سوچتی ہے ''پہلے میں بیگم تھی، اب بیگم نمبر ون ہوں''۔

پہلی بیوی کے حربے

پہلی بیوی کے حربوں میں سے ابتداءً یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے جذبات سے مغلوب ہو کر سخت ناراضگی کا اظہار کرتی ہے اور شدید غیض وغضب دکھاتی ہے۔ یہ تو اس غیرت اور جذبات کا حصہ ہیں؛ لیکن جس طرح ملک میں کوئی انہونا واقعہ پیش آجاتا ہے تو حکومت سیاست کرنے سے نہیں چوکتی، اسی طرح پہلی بیوی فطری غیض وغضب میں بھی اپنا مفاد نہیں بھولتی۔

شدید غصے کی اس حالت میں وہ شوہر پر دباؤ ڈالتی ہے کہ دوسرے نکاح سے دست بردار ہو جائے۔ اس کو طلاق دلوا کر دوبارہ اپنا پورا حق ثابت کرنا چاہتی ہے۔ اس طرح کے واقعات ہیں کہ مرد سے بہ زور طلاق لکھوا کر دستخط کرائے گئے۔ ایک خاتون کا فون آیا، روتی آواز سے کہا کہ میرے شوہر کی پہلی بیوی نے بالجبر طلاق دلوائی اور اس کی ویڈیو بنا کر اسٹیٹس پر لگادی ہے۔ ایک اور خاتون نے بھرائی ہوئی آواز میں فون پر کہا: مفتی صاحب! میرا کوئی بھی ساتھ نہیں دے رہا ہے، میری سوتن میرے شوہر کو یہاں نہیں آنے دیتی، اگر وہ آجاتے ہیں تو ایسا ہنگامہ کرتی ہے کہ الامان والحفیظ۔

یہی دوسرا حربہ ہوتا ہے پہلی بیوی کا کہ اگر وہ طلاق دلوانے میں ناکام ہو جاتی ہے تو دوسری بیوی کے پاس جانے نہیں دیتی، شوہر کے دن رات کی، گھر کے باہر گھر کے اندر کی، آن لائن

آف لائن، ہر چیز کی چانچ کی جاتی ہے۔ بدن سے آنے والی دوسرے صابن کی بو اور کپڑوں کی خوشبو پر بھی شک کر کے مرد کو اس احساس میں مبتلا کرنے کی کوشش کرتی ہے کہ دوسرے نکاح کا آپ کا فیصلہ صحیح نہیں تھا، اسلام کا حکم برحق ہے، لیکن آپ کے احوال اس کی اجازت نہیں دیتے کہ آپ دوسرا نکاح کرتے۔

یہی اس کا تیسرا حربہ ہوتا کہ مرد اس احساس تلے پشیمان ہو جائے کہ اس کا دوسرے نکاح کا فیصلہ درست نہیں تھا، اس لیے عورت گھر میں ادھم مچاتی ہے، نظامِ خانہ داری کو درہم برہم کرتی ہے، بستر الگ کرتی ہے یا جماع کی کثرت کرتی ہے اور جنسی عدمِ قدرت کا طعنہ دیتی ہے۔ میرے ایک کشمیری دوست کہنے لگے: ہمارے یہاں ایک مفتی صاحب نے دوسرا نکاح کیا، ان کی بیوی نے تماشا کھڑا کر دیا اور اس کے جنسی آلے کے غیر فربہی کی تشہیر کر دی اور کہا اس نے دوسرا نکاح کرلیا، کیا کرے گا وہ دوسرا نکاح کر کے، مجھے ہی مطمئن نہیں کر پاتا ہے۔ کبھی وہ شوہر کو عیاش ٹھرکی مشہور کر دیتی ہے کبھی غیر ذمے دار کہ بچوں کی فکر نہیں ہے خود رنگ رنگلیاں منا رہا ہے۔ ان سب سے مقصود یہی ہوتا ہے کہ مرد کو اپنے فیصلے پر ندامت ہو اور وہ دوسری بیوی کو اس کا ملزم سمجھے۔

یہی چوتھا حربہ ہوتا ہے، جب وہ دیکھتی ہے کہ نہ طلاق دے رہا ہے اور نہ جانے سے رک رہا ہے تو وہ دوسری بیوی سے اس کا دل اُچاٹ کرنے کی کوشش کرتی ہے، سکون کے غارت ہونے کا اسے ہی ملزم باور کراتی ہے، اس کے بارے میں غیر معتمد اور بدچلنی کا شبہ دل میں ڈالتی ہے، اور اپنے احسان شمار کرتے ہوئے اس سے اپنا تقابل کرتی رہتی ہے، کہ میں نے آپ کے لیے کیا کچھ نہیں کیا اور اس نے آپ کے لیے کیا کیا؟

یہی اس کا پانچواں حربہ ہوتا ہے کہ اپنے احسان شمار کر کر کے شوہر پر اپنی گرفت مضبوط کرتی رہتی ہے اور درماندہ شوہر اس کی گرفت میں جاتا رہتا ہے۔

اس کے بعد وہ آہستہ آہستہ شوہر کو بے دست و پا کرنا شروع کرتی ہے اور اپنی قربانیوں کا حوالہ دے کر اپنے مستقبل اور بچوں کے فیوچر کے متعلق اندیشہ ظاہر کرتی ہے اور اسی دباؤ میں شوہر کی جائیداد خود شوہر سے اپنے نام یا اپنے بچوں کے نام کرا دیتی ہے۔ یہ اس کا چھٹا حربہ ہوتا ہے۔

اس کو ایک فکر اور دامن گیر رہتی ہے کہ کہیں بچے باپ کا ساتھ نہ دینے لگیں، وہ اس سلسلے

میں بھی مخذول (ناپرسانِ حال) ہونا چاہیے، لہٰذا اپنی مظلومیت اور ابا کی رنگینیوں کا حوالہ دے کر اولاد کو بھی باپ سے دل برداشتہ کر دیتی ہے۔

یہ سب واقعات ہیں اور ایسے حربے رچے جاتے ہیں بلکہ اس سے زیادہ سخت دلی اور بے دینی کا مظاہرہ کرتے ہوئے قانون کا سہارا لیا جاتا ہے جس کے تحت اس کی پہلی بیوی کو لاعلم رکھ کر دوسرا نکاح کرنے کی پاداش میں بلا سماعت بلا ضمانت سات سال کی قید میں ڈلوا دیا جاتا ہے۔ ان حربوں کو اگر تفصیل سے سمجھنا ہو تو شروع کتاب کے چند واقعات پڑھیں۔

ثانیہ (دوسری بیوی) کسی سے کم نہیں ہوتی اس کے حرب الگ ہی انداز کے ہوتے ہیں۔

دوسرے نکاح کے بعد دوسری/ تیسری/ چوتھی بیوی کے حربے

ہمارے معاشرے میں دوسری شادی کرنا عیب اور اپنے آپ کو گرفتارِ بلا کرنا سمجھا جاتا ہے کہ اَلا سے تو وابستہ تھا اور بلا سے بھی ہوگیا، گھر والے بھی کہنے لگتے ہیں یہ اس نے کیا الا بلا پال لیا ہے؟ تیسری تو بالائے مصیبت اور چوتھی ”ضغث علی إبالة“ جلتی آگ پر مزید ایندھن، مصیبت بالائے مصیبت۔ یہ سب لوگوں کی سوچ ہے۔

اس لیے خال خال کوئی خاتون ہمت کرتی ہے اور دوسری بیوی بننے کے لیے تیار ہوتی ہے۔ اور دوسری بیوی کو بہ نظرِ استحسان دیکھا بھی نہیں جاتا، طرح طرح کے بہتانوں اور طعنوں سے اس کو یاد کیا جاتا ہے، جیسے: بدچلن ہوگی، پہلی بیوی اور بچوں کا حق مارنے آگئی، اس کے دل میں رحم نہیں ہے کہ ایک مسلمان بہن پر آگئی، مجبور ہوگی، معذور ہوگی، نہ اس کو شرم ہے نہ اس کے گھر والوں کو، شوہر کو بہکا کر پہلا گھر اجاڑ دیا اب اپنا بسا لیا، اس کے پیشِ نظر صرف مزے اور جنسی استمتاع ہے۔

اکثر دوسری بیوی کو ظالم یا سببِ فساد سمجھا جاتا ہے، حالاں کہ وہ بھی اپنی زندگی اور خوشی کی تلاش میں شادی کرتی ہے۔ نتیجہ یہ کہ دوسری بیوی کو نہ صرف پہلی بیوی کے غصے اور اس کے رشتے داروں کے طعنوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے بلکہ معاشرے کی سخت زبان بھی برداشت کرنی پڑتی ہے۔

اس لیے جب کوئی بیوی دوسری بن کر آتی ہے تو وہ شوہر کو اپنا گرویدہ بنانے کی کوشش کرتی ہے، اچھے اخلاق سے، عمدہ لذیذ کھانے سے، پُرلطف جنسی تسکین سے، اپنی طرف سے فل سپورٹ اور پورے اعتماد سے اور پہلی بیوی کے بارے میں نرم رویے سے۔ تاکہ زمانہ والوں

سے قطع نظر اس کا شوہر اس سے خوش اور راضی رہے اور یہ ایک اچھی بات ہے۔

وہ یہ باور کرانے کی کوشش کرے گی کہ مجھے پہلی بیوی سے کوئی خلش نہیں ہے وہ میری بہن جیسی ہے لیکن ان کو (پہلی بیوی کو) کیا ہوگیا کہ آپ کی بھی اطاعت نہیں کرتیں۔ اللہ مجھے آپ کے بچوں کی کتنی فکر ہے آپ کی پہلی بیوی کو ان کی رعایت کرنا چاہیے۔ اللہ تعالی جس کو دیتا ہے شوہر بھی دیتا ہے بچے بھی دیتا سب بنا مانگے دیتا ہے لیکن لوگوں کو قدر نہیں ہوتی۔

وہ گاہے بہ گاہے شوہر کو جانچے گی محبت، Loyalty، خلوص ہے یا نہیں اور پوچھے گی کہ آپ کو مجھ سے محبت ہے؟ میں شاید آپ کی زندگی میں ایکسٹرا آ گئی ہوں؟ آپ چاہیں تو میں آپ لوگوں کی زندگی سے دور ہوں جاؤں۔ وہ آپ کو کبھی مییسج کرے گی کچھ کہنا ہے، پھر کچھ نہیں کہے گی۔ وہ آپ کو مییسج کرے گی یہ دیکھنے کے لیے کہ میرا مییسج کب تک دیکھیں گے کب بلو ٹک آئے گا اور کب جواب آئے گا، اگر فوراً جواب آتا ہے تو سمجھ جائے گی کہ بندہ پھندے میں ہے۔

وہ آپ کی توجہات حاصل کرنے کی کوشش کرے گی؛ بیمار ہوں آجائیں، ابھی بات ضروری ہے ذرا آ جائیں، گھبراہٹ ہو رہی ہے، گھر میں کوئی ہے آجائیں، ہنگامی مدد کے لیے بلائے گی، اس طرح وہ وقت پر قبضہ کرنا چاہے گی۔

جیسے جیسے وقت کا پہیہ آگے بڑھتا جائے گا اس کو محسوس ہونے لگے گا کہ اب میری جگہ کنفرم ہوگئی ہے اور میں اس خاندان کا حصہ بن گئی ہوں، حربے بھی آگے بڑھتے جائیں گے۔ اب جذباتی دباؤ اور تقابل شروع کرے گی: تم مجھے کم چاہتے ہو، سب کچھ اسی کے لیے ہے، میری حیثیت ہی کیا ہے تمہارے نزدیک ایک شیئ زائد، جس کے لیے وقت ملا تو دان میں کچھ وقت اور رُپلّی جھولی میں ڈال دی۔

وقت وقت پر دوسری بیوی اور سسرال سے تقابل ہوگا، اور یہ یقین دلوانے کی کوشش کرے گی کہ اگر آپ کو سب نے چھوڑ بھی دیا تو میں اور میرے گھر والے بہ حکمِ خداوندی ہمیشہ کے لیے کافی وافی ہیں۔

کبھی وہ مالی دباؤ ڈال سکتی ہے اور غیر منصفانہ تقسیم کا الزام دے کر آپ پر ضرورت کے علاوہ کا بوجھ ڈال سکتی ہے، اپنے آپ کو غیر محفوظ باور کرا کے اپنے لیے گھر یا جائیداد میں سے حصہ نام کر سکتی ہے۔

حربہ ساز عورت نت نئے طریقے حربہ سازی کے لیے ڈھونڈ ہی لیتی ہے، کبھی وہ مذہب یا اخلاق کو یا دوسرے نکاح کرنے کے اقدام کو ہتھیار بنائے گی، اور شوہر کے حقوق کے نام پر غیر منصفانہ مطالبہ کرے گی یا پہلی بیوی کی تذلیل کرے گی کہ وہ ظالم اور حق مارنے والی عورت ہے اور آپ کو بھی اسی کی زیادہ پڑی ہے۔

بہت کم دوسری بیوی ایسی بھی ہوتی ہیں جو صاحبِ زور و زبر ہوتی ہیں، اور وہ اپنے حقوق بالجبر لینا جانتی ہیں، وہ نہ شوہر کی مجبوری کو سمجھتی ہیں اور نہ حالات کے تقاضے کو۔

یہ جو آپ نے پڑھا ان سب کے باوجود دوسری بیوی کے حربے پہلی کے مقابلے میں نہ تعداد میں زیادہ ہوتے ہیں اور نہ اثراندازی میں۔

بطور عبرت کے ایک واقعہ ذکر کیا جاتا ہے: ایک مولانا کا فون آیا اور ان کا فون آتا رہتا ہے، دو اہلیہ رکھتے ہیں ابھی قریب زمانے میں دوسرا نکاح کر کے عشق کے دریا میں غوطہ زن ہیں۔ اور بھولا ہوا سبق یاد کر رہے ہیں۔

اس سے پہلے بھی اپنی دوسری اہلیہ کے اشکالات لے کر بندے سے رابطہ کیا تھا میں سن رہا تھا کہ محترمہ پیچھے سے لقمہ دے رہی ہیں، وہ پوچھ رہے تھے ویسے تو میری دوسری اہلیہ بہت سمجھ دار و دیندار ہیں، کافی بااخلاق ہیں ماشاء اللہ۔ ان کا تھوڑا اشکال ہے وہ یہ کہ جب ہمارا نکاح ہو رہا تھا تو میں نے ان کو کہہ دیا تھا کہ اگر آپ فلاں شہر میں رہیں گی تو میں چار دن ادھر اور تین دن آپ کو دیا کروں گا۔ وہ اس پر راضی ہوگئی تھیں۔ اور اب کہہ رہی ہیں ان ایام ماضیہ کی قضا کریں۔

دوسرا یہ کہ وہ کہہ رہی ہیں کہ پہلی بیوی کو مالکانہ مکان میں رکھا ہے جب کہ مجھے کرائے کے مکان میں سکونت دی ہے، حالاں کہ مفتی صاحب وہ گھر والد صاحب کی ملکیت کا ہے میرا نہیں ہے۔

میں نے ان دونوں باتوں کا جواب دیا مجھے پتا نہیں بیوی صاحبہ کو اطمینان ہوا یا نہیں۔

میں نے ان سے کہا: بندے نے آپ کو پہلے ہی کہا تھا کہ باری کا نظام طے ہو رہا ہے اس کو دوسری سے لکھوا کر کے لیں۔۔۔۔ ابھی میری بات پوری بھی نہیں ہوئی تھی کہ وہ گویا ہوئے موبائل اسپیکر پر ہے اور بیوی صاحبہ سن رہی ہیں۔

خیر بات دراز ہوگئی پھر دوسری مرتبہ چند دنوں کے بعد ان کا فون آیا، کہنے لگے مفتی صاحب! تعدد ازدواج پر آپ کے مضامین پڑھتا رہتا ہوں، بہت فائدہ ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور کب چھپوا رہے ہو؟

میں نے فون کی وجہ پوچھی تو اپنا مدعی کچھ اس طرح رکھا کہ ان کی دوسری اہلیہ کے حق میں میری باتیں صادر ہوں۔

انھوں نے کہا: مفتی صاحب! میں نے جہاں دوسرا نکاح کیا ہے وہ فلاں علاقے سے تعلق رکھتے ہیں اور کثیر العلائق ہیں، ایسا ہو نہیں سکتا کہ نکاح ہو اور ان کے خاندان کا لڑکے کے گھر والوں سے تعلقات استوار نہ ہوں اور اہل خاندان کی آمد و رفت اور گفت و شنید کا رشتہ قائم نہ ہو۔ میری دوسری اہلیہ کہہ رہی ہیں اگر یہ دوریاں کم نہ ہوئیں تو ہمارا رشتہ چل نہ سکے گا۔۔۔ میں نے کوئی چپکے سے تو نکاح کیا نہیں ہے بھلا۔۔۔ کیا اگر ہماری اولاد ہوئی اور میری گود ہری ہوئی۔۔۔ تو وہ اپنے دادا دادی کو روپوش، پردہ نشیں، غار سرمن رای کا امام غائب پائیں گے۔۔۔ کیا ہم ان کو یہ کہیں گے کہ بیٹا تمہارے دادا دادی نہیں ہے۔

مفتی صاحب میرے ابا تو قدرے نرم ہیں جب کہ والدہ بڑی سختی دکھا رہی ہیں کہ میرا تو اس سے کوئی واسطہ نہیں، میں تو پہلی کو جانوں، میرا اس سے کوئی جوڑ نہیں، حالاں کہ پہلے یہی کہا کرتی تھیں کہ کسی ہندی نژاد سے دوسرا نکاح کریو، اور دوسری کے اہلِ تعلق ہمارے گھر آ کر گھرانہ دیکھ کر بھی گئے تھے، اب یہ دوریاں نہیں ہونی چاہیے۔

میں سمجھ گیا کہ دوسری بیوی ان کو کنٹرول کر رہی ہے، لیکن میں نے ابھی کچھ بولنا مناسب نہیں سمجھا، میں نے سوچا ابھی کچھ ایام اور نویلی دلہن کے زلفوں کا اسیر رہنے دو، پکڑ ابھی ڈھیلی ہے دام ذرا مضبوط اور ہونے دو۔

اگر آگے کچھ گڑ بڑ ہوئی تو صاف کہہ دوں گا کہ دوسری کی گڑ گڑاہٹ سے ذرا بچ کر رہیں۔ تعجب اس بات کی ہے کہ انھوں اپنی پہلی بیوی کے بارے میں کبھی کوئی ہنگامہ خیزی کی بات نہیں کہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اولی سمجھ دار ہے۔

بہر حال ابھی میں نے کہا: ماں کا مرتبہ بڑا بلند ہے، اور عورتوں کی فطرت ہوتی ہے وہ ذرا شروع شروع میں کھنچی کھنچی رہتی ہیں، آپ ان کو پیار محبت سے سمجھاتے رہیے، دوسری بیوی کے

نام کا گفٹ انھیں دیتے رہیے، ان کی طرف سے سلام پہنچاتے رہیے، اور دوسری کے بارے میں اگر کچھ اناپ شناپ کہیں تو برداشت کیجیے۔

انھوں نے کہا مفتی صاحب وہ خود کہتی ہیں کہ امی جان کا فون نمبر دیں میں بات کرتی ہوں۔

میں نے کہا ابھی فون پر بات نہ کرائیں اگر کچھ خلافِ توقع بات کہہ دی تو دوسری بیوی امی سے دور ہو جائیں گی۔

اور جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو دوسری سے اولاد دی تو دادا دادی کے لیے اپنے سب پوتے مساوی ہوتے ہیں، وہ ان شاءاللہ ان کو بھی اسی طرح ہاتھوں ہاتھ لیں گے جس طرح پہلے پوتا پوتیوں کو لیا ہے۔ اس کی فکر مت کریں، وہ دوسری سے تو دور رہ سکتے ہیں لیکن اپنے بچے کے بچے سے نہیں، ان میں انھیں آپ نظر آئیں گے۔

اور دوسری بیوی کو سمجھائیں کہ ابھی معاملہ ہرا ہے ذرا وقت گزر جانے دیں، ان شاءاللہ تعالیٰ والدین سے بھی خوب علیک سلیک ہوگی، اور تم سے خوب خدمت اور گھریلو کام کاج لیں گے۔

ان سے کہیں کہ جن معاہدوں کے ساتھ میں نے آپ سے نکاح کیا تھا اس پر میں قائم ہوں اب والدہ کے دل کو مائل کرنا میرے اختیار میں نہیں، میں کوشش کروں گا ان شاءاللہ، اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ دوریاں ختم ہوں گی۔ اور ہمارا سب سے بڑا سرمایہ اللہ تعالی سے امید ہی تو ہے۔

کچھ دنوں بعد ان کا دوبارہ فون آیا، کہنے لگے: میری بیوی کو کچھ اعتراض ہے، وہ آپ سے بات کرنا چاہتی ہے۔ فون اسپیکر پر ہے۔

آواز آئی کہ آپ ہی بات کریں، شوہر صاحب نے مدعی رکھا کہ ہماری پہلے مصالحت ہوئی تھی کہ میں ان کو مہینے کے بارہ دن ہی دوں گا، کیونکہ وہ اپنے فائدہ کے لیے دوسرے شہر رہنا چاہتی ہیں۔ (کہ ان کی بہن وہیں اقامت پذیر ہیں) اور میرا کاروبار اور نظامِ تعلیم سب دوسرے شہر میں ہے، میرے لیے برابری دشوار ہوگی، اس لیے بارہ دن دے سکوں گا۔ اس پر وہ راضی بھی ہوگئی تھیں۔ اور اگر کبھی سفر رہا تو میں تیس میں سے بارہ دن کے تناسب سے چالیس فیصد وقت دوں گا۔

اب میں اس مہینے اپنی پہلی بیوی کے ساتھ آٹھ دن سفر تفریح پر رہا، لہٰذا بائیس دن کے حساب سے میں دس دن ان کے پاس رہ لیا اب یہ کہہ رہی ہیں کہ بارہ دن مکمل کریں، آہ واویلا

کر رہی ہیں، بے انصافی کا رونا رو رہی ہیں۔ اور جدائیگی تک کی باتیں کر رہی ہیں کہ اگر ایسی ناانصافی چلتی رہی تو میں چلی۔

میں نے کہا باری میں برابری ضروری ہے لیکن جب مصالحت کر کے اپنا حق ساقط کر دیا ہے تو ان کو کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے، اور خواہ مخواہ بات کا بتنگڑ بنا کر گھر کا ماحول خراب نہیں کرنا چاہیے۔ میں نے مزید کہا کہ بلا وجہ شرعی طلاق کا مطالبہ کرنے والی کو منافق اور ایک حدیث میں کہا گیا کہ وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گی۔ لہٰذا آپ طلاق اور جدائیگی کی باتیں نہ کریں اور اللہ تعالیٰ سے ڈریں۔آپ کے شوہر کا فون مجھے آتا رہتا ہے اور وہ عدل کا پورا خیال رکھتے ہیں، ان جیسا شوہر قسمت ہی سے ملتا ہے۔

شوہر صاحب نے کہا: آپ نے بتایا تھا کہ بیوی جو اپنا حق ساقط کر دے تو اس کو دوبارہ بحال کرسکتی ہے، تو میں کہہ رہا ہوں کہ میرے شہر میں گھر کرائے پر لیتا ہوں وہاں رہیں بیتوتت (شب باشی) میں برابر تسویہ اور برابری کروں گا۔

میں نے کہا پھر تو آپ کو ان کے شہر چلا جانا چاہیے۔ (میں نے موقع غنیمت جانتے ہوئے یہ بات بھی ملا دیا کہ) اگر آپ اپنے فائدہ کے لیے یہاں دوسرے شہر رہنا چاہتی ہیں تو مصالحت کرنا پڑے گی اور اگر شوہر اپنے شہر اپنی سہولت کی جگہ رکھنا چاہے اور عورت نافرمانی کرتے ہوئے وہاں جانے پر آمادہ نہ ہو تو عورت ناشزہ کہلائے گی اور اس کا حقِ تسویہ ساقط ہو جائے گا۔

یہ سن کر دل میں کہا ہوگا: مفتی صاحب تو میری بالکل بھی طرف داری نہیں کر رہے ہیں اور نہ انصاف سے کام لے رہے ہیں، (عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ ایسے موقعوں پر مفتیان کرام عورت سے نرم پہلو اختیار کرتے ہیں، اور مرد ہی کو سمجھانے بجھانے لگتے ہیں، میں نے طے کرلیا تھا کہ اس خاتون کے ساتھ جو خواہ مخواہ اپنے شوہر کو پریشان کر رہی خواہ مخواہ کی نرمی، رفق و ملائمت نہیں برتنی ہے) میرے ان جوابات سے بی بی صاحبہ کی کج مزاجی چوٹی پر پہنچ گئی تھی۔ اور میں نے دیکھا ہے کہ ایسے موقع پر عورتیں شریف مرد کی گھریلو باتیں اور راز کی باتیں ظاہر کرتی ہیں تا کہ شوہر کو خفگی ہو اور آئندہ شکایت والے کام نہ کرے۔

خیر بی بی صاحبہ نیم گریاں آواز میں کہنے لگیں: انھوں نے نکاح سے پہلے مجھے کہا تھا کہ میری پہلی بیوی سے نبھتی نہیں ہے، بچوں کے خاطر اس کو جھیل رہا ہوں، اس لیے میں آپ سے

نکاح کرنا چاہتا ہوں، میری نظر کو تو تم پسند ہو اپنی نظر کا میں کیا کروں؟

مفتی صاحب اب میں دیکھ رہی ہوں تو ایسا کچھ نہیں ہے یہ اس کے ساتھ سفر پر جاتے ہیں، زیادہ وقت دیتے ہیں، دل لگی کرتے ہیں۔ مجھے دھوکا دیا گیا ہے مفتی صاحب (آواز بی بی صاحبہ کی بھر آئی، میرا دل تو اس طرح کے رونے سے اتنا بے اثر ہوگیا ہے کہ پسیجتا ہی نہیں ہے)

میں نے کہا ایسا نہیں ہے، آپ اپنے گزرے ہوئے ایام یاد کیجیے۔ کیا آپ کو وقت نہیں دیا؟ کیا آپ کو تفریح کے لیے نہیں لے گئے؟ آپ ذرا سوچیے وہاں (ان کے شہر) میں ان کا کام ہے، تعلیم ہے، والدین ہیں بچے ہیں اور تمہارے دل کی دھڑکن (چبھن) پہلی بیوی بھی ہے۔ اگر وہ وہاں وقت دیتے ہیں تو تنہا پہلی کو اس میں سے کتنا وقت دیتے ہیں؟ اور جب آپ کے پاس آتے ہیں تو یہاں فقط آپ ہیں اور وہ۔ تو بتائیے زیادہ وقت کس کو دیا جارہا ہے؟

بی بی صاحبہ کہنے لگیں: یہ ہر چیز میں ناانصافی کرتے ہیں، وہاں کھانا بنانے کے لیے، کپڑے دھونے کے لیے، گھر کی صاف صفائی کے لیے میڈ (ملازمات) ہیں۔ جب کہ یہاں نہیں ہیں۔ (اس مرتبہ بی بی صاحبہ کو پختہ امید تھی کہ مفتی صاحب یہاں برابری کرنے کا تاکیدی حکم دیں گے)

میں کہا: بہن وہاں گھر کا انتظام ان کے والد کے ہاتھ میں ہے، وہاں بچے بھی ہیں والدین بھی ہیں کام کاج زیادہ ہے، اور یہاں آپ تنہا ہیں، یہاں ملازمہ رکھنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ یہ وہ چیزیں ہیں جن میں برابری کرنا شوہر کے لیے ضروری نہیں ہے وہ حسب سہولت ایسا کر بھی سکتا ہے اور نہیں بھی۔

اتنا سننا تھا کہ بی بی صاحبہ نے جھٹکے سے فون شوہر صاحب کے ہاتھ میں دے مارا کہ کیسا مصیبت کا مارا مفتی ہے کوئی بات میرے حق میں کہتا ہی نہیں۔

شوہر صاحب نے کہا: ٹھیک ہے مفتی صاحب میں رکھتا ہوں اگر ضرورت ہوگی تو دوبارہ رابطہ کروں گا۔

حالاں کہ شوہر صاحب نے شروع میں یہ کہا تھا کہ میں پہلی بیوی کے ساتھ سفر پر گیا ہوں یہ بات دوسری بیوی کو کیسے پتا چلی اس بارے میں بھی پوچھنا ہے۔

لیکن دوسری بیوی کے آنسو پوچھنے میں وہ ایسے مشغول ہوئے کہ یہ پوچھنا ہی بھول گئے۔

بہر حال ایسے موقع پر شوہر کو یہ دیکھنا چاہیے کہ اس پر لازمی اور ضروری کیا ہے ان کو بہ

خوبی نبھائے، دوسری کو شوہر پر پیش آمدہ غیر متوقع حالات پر معاونت کرنا چاہیے اور کچھ ڈھیل دینا چاہیے۔

شوہر ہفتہ واری شیڈول تحریراً تیار رکھے جو سب کے علم میں ہو۔شوہر ایمرجنسی کی حد بندی کرے کہ کن ناگزیر حالات میں اسے اچانک بلایا جائے گا۔بے جا فون اور میسیجز کی ممانعت بھی بہتر ہے۔ کسی بیوی کے دباؤ میں یا کسی بیوی کے بہکاوے میں آ کر کسی دوسری پر ظلم نہ کرے۔

تیسری بیوی: تیسری بیوی عموماً خوشگوار حالات میں آتی ہے، مرد جب دونوں بیویوں سے قدرے سکون محسوس کرتا ہے تو اس کی فطرت میں موجود متنوعانہ مزاج پھڑکنے لگتا ہے یا کوئی بے سہارا خاتون زندگی کی کسی موڑ پر ایک ان چاہی خواہش بن کر اس کے سامنے خود آتی ہے وہ یہ محسوس کرتا ہے کہ وہ باہیں پھیلا کر مجھے بلا رہی ہے اس کی حرکتیں مجھے اشارہ دے رہی ہیں، یہ کسی ایسے خواب سے کم نہیں جو شرمندۂ تعبیر ہوا چاہتا ہے، یہ کسی متاعِ گم گشتہ سے مادون نہیں جو ملا چاہتی ہے۔

شوہر کا سکون اور ایک نئی زندگی کی شروعات اس کو (تیسری بیوی کو) کچھ وقفے تک ساز باز کرنے اور حربے بُننے کا سوچنے بھی نہیں دیتی۔ لیکن جب آہستہ آہستہ شوہر کی توجہ ماند پڑتی دیکھتی ہے اور وہ یہ دیکھتی ہے کہ پہلی دوسری کی طرح میری گود بھری نہیں ہے، میری طرف الطاف و عنایات کم ہیں تو وہ اپنے کنارے لگا دیے جانے کا اپنے اندر شدید دباؤ محسوس کرتی ہے اور یہی دباؤ اس کو مندرجۂ ذیل حربوں پر ابھارتا ہے:

معصومیت اور نیا پن: وہ اکثر اپنی محبت اور تازگی کا ہتھیار استعمال کرتی ہے تاکہ مرد زیادہ وقت اسی کے پاس گذارے۔

مقابلے کی فضا: وہ یہ دکھانے کی کوشش کرتی ہے کہ پہلی اور دوسری بیوی سے زیادہ بہتر، خوش اخلاق یا خوش پوشاک ہے۔

خواہشات کی کثرت: چوں کہ وہ نئی ہوتی ہے، اپنی جگہ مضبوط کرنے کے لیے زیادہ ناز نخرے اور مطالبے کرتی ہے۔

مظلومیت کا حربہ: کہتی ہے کہ ”سب مجھے نظر انداز کرتے ہیں، سب ضدی ہیں، آپ ہی میرا سہارا ہیں“۔

وقت پر قبضہ: زیادہ سے زیادہ دن اور رات اپنی طرف رکھنے کے لیے چالاکیاں کرتی ہے۔
جلد اولاد کی خواہش: اکثر تیسری بیوی اپنی پوزیشن مستحکم کرنے کے لیے بچے کی خواہش رکھتی ہے؛ تا کہ رشتہ مزید مضبوط ہو۔
چوتھی بیوی: عورت کی طرف ہر مرد انسیت اور میلان رکھتا ہے، بعض مرد اس سلسلے میں بڑے حساس طبیعت ہوتے ہیں، خوبصورتی کی طرف ان کا میلان زیادہ ہوتا ہے اور عورتوں کے اندر رغبت بہ کثرت ہوتی ہے۔ شریعت کی طرف سے بھی ان کو اجازت میسر ہے، عدد پورا کرنے کا ولولہ بھی دل میں موجزن ہوتا ہے۔ یہی وہ اسباب ہیں جو ایک مرد کو چوتھی شادی پر اقدام کا باعث ہوتے ہیں۔ کبھی بے سہارا لڑکی کی کفالت بھی سبب بن جاتی ہے۔

کہتے ہیں مرد کبھی بوڑھا نہیں ہوتا اور کون کہتا ہے کہ بوڑھے عشق نہیں کرتے؟ اور ہمارے زمانے میں بوڑھوں کا ٹرینڈ چلا ہے، عورتیں جوان کے بجائے بوڑھوں میں دل چسپی لے رہی ہیں، ایک تو اس وجہ سے کہ اس کے پاس مال ہوگا دوسرا اس وجہ سے کہ اس کے پاس بیوی کو خوش رکھنے کا تجربہ ہوگا، نوجوان ناتجربے کار ہوتا ہے، بیوی سے ان کی نوک جھونک زیادہ ہوتی ہیں۔ اور وہ یہ سوچنے پر مجبور ہوجاتی ہے کہ: ”تنگی میں آٹا گیلا“۔

لہٰذا اگر کسی رابعہ سے آنکھیں چار ہوجائے تو مرد چوتھی پر بھی اقدام کر گذرتا ہے۔

چوتھی کے وقت عموماً خوشگوار ماحول ہوتا ہے، بہ ظاہر کوئی تماشا نہیں کرتا سب بیویاں مرد کے فیصلے کی قدر کرتی نظر آتی ہیں۔ لیکن اندر ہی اندر تیسری اس کو اپنا سب سے بڑا حریف سمجھتی ہے کہ اس نے شوہر پر میری توجہات بانٹ لی، پہلی دل ہی دل خوش ہوتی ہے کہ مجھ پر غاصب بن کر آئیں تھیں اب مزہ چکھوں، تمہارے اوپر بھی آ گئی، اور اس لذت کوش کی ٹھرک اب تو بند ہوگی، سب سے پہلی قربانی میری تھی، میں نے اپنی بچہ دانی اس کے لیے نچوڑ دی، اپنے فِگر کو بدنما کر دیا اور آج مجھے ہی ایک طرف کر رکھا ہے، وہ وقت دور نہیں جب جلد ہی تینوں کی منہ کی کھا کر میرے پاس آئے گا۔

دوسری عموماً حسنِ تدبیر کرنے والی اور چالباز ہوتی ہے، وہ چوتھی کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کرے گی، اس کو گرویدہ کر کے اس کو اپنا خیر خواہ ظاہر کرے گی تا کہ اس کے واسطے سے شوہر کے الطاف و عنایات سمیٹ سکے، اور پہلی اور تیسری کے مقابلے اپنا ”پکش“ مضبوط کر سکے۔

چوتھی خوش خوش نظر آتی ہے کہ تین کی موجودگی کے باوجود اس نے اپنی جگہ بنالی؛ لیکن آہستہ آہستہ اس کا یہ بھرم ٹوٹنے لگتا ہے۔ چوتھی بیوی کے اپنے الگ ہی حربے اور انداز ہوتے ہیں؛ کیوں کہ وہ تین بیویوں کے بعد آتی ہے اور جانتی ہے کہ اب شوہر کے پاس وقت بھی کم ہے، برداشت بھی کم اور تجربہ زیادہ۔ اسی لیے وہ اپنی بقا اور مقام بنانے کے لیے چالاکیاں اور نرمی دونوں استعمال کرتی ہے۔

معصومیت کا حربہ: وہ ہمیشہ معصوم اور کمزور بن کر رہتی ہے؛ تاکہ شوہر کو لگے کہ یہ تو بالکل بے چاری ہے، اسے زیادہ توجہ اور سہارا چاہیے۔

آخری محبت کا تاثر: وہ شوہر کو یہ احساس دلاتی ہے کہ "آپ کی اصل محبت میں ہی ہوں، جو آپ کو سب سے اخر میں ملی، باقی تو پرانی کہانیاں ہیں"۔ یہ جملہ شوہر کو خاصا متاثر کرتا ہے۔

خوب صورتی اور نرمی: وہ جانتی ہے کہ پہلی، دوسری اور تیسری بیویوں میں کچھ نہ کچھ شکایتی مزاج آچکا ہوگا، اس لیے خود کو ہمیشہ خوش اخلاق، نرم مزاج اور دل کش بنا کر پیش کرتی ہے۔

خدمت گزاری: وہ شوہر کو خاص خدمت دے کر باور کراتی ہے کہ "آپ نے سب سے بہترین فیصلہ یہی کیا ہے کہ مجھ سے نکاح کیا" چاہے وہ خدمت کھانے پکانے میں ہو یا آرام پہنچانے میں یا فرحت بخش جنسی تسکین دینے میں۔

عورت اپنی ہوشیاری اور چالاکی کا صحیح جگہ استعمال کرے

عورت کی ہوشیاری اور چالاکی ایک قیمتی ہنر ہے جو اگر غلط سمت میں چلے تو گھر کو برباد کر سکتی ہے، لیکن صحیح جگہ استعمال ہو تو زندگی سنوار دیتی ہے۔ وہ اپنی ذہانت سے شوہر کا دل جیت سکتی ہے، بچوں کی اچھی تربیت کر سکتی ہے اور خاندان میں اتفاق قائم رکھ سکتی ہے۔ معاملہ فہمی سے جھگڑوں کو ختم کرنا، حالات کو اپنے حق میں بہتر بنانا اور مشکل وقت میں حوصلہ دینا اس کی اصل کامیابی ہے۔ عقل مندی یہ ہے کہ وہ اپنی بات منوانے کے لیے ضد یا فریب کے بجائے حکمت، محبت اور صبر کا راستہ اپنائے۔ یہی اس کی اصل طاقت اور خوب صورتی ہے، اگر وہ اپنی ہوشیاری اور چالاکی کو مثبت پہلوؤں میں استعمال کرے تو گھر جنت کا نمونہ بن سکتا ہے۔ چالاکی کو سازش یا ضد کے بجائے محبت، ایثار اور حکمت میں لگائے تو یہ گھر اور معاشرے دونوں کے

لیے باعثِ رحمت بن جاتی ہے۔

لیکن کچھ عورتیں اپنے اس ہنر کا غلط استعمال کرتی ہیں؛ حدیث میں ہے: ”ما رأیت من ناقصات عقلٍ ودین أذهب للب الرجل الحازم من إحداكن“ میں نے کسی ناقص عاقل اور ناقص دین کا کسی ہوشیار دانا آدمی کو زیادہ بے عقل کر دینے والا (اے عورتوں) تمہاری بنسبت کسی کو نہیں دیکھا۔ یہ حضرت نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے اور سو فیصد سچ ہے۔ عورت اگرچہ کم عقل ہے لیکن وہ اچھے سے اچھے دانا بینا کو بے عقل کر دیتی ہے، اسی کے دامِ زلف کے اسیر ہو کر بہت سے حکمراں اپنے دین و دیش سے غداری کر رہے ہیں۔

واقعہ (۱): حکایت نقل کرنے والے کہتے ہیں: ہماری ایک چھوٹی سی دوکان مین بازار میں مسجد کے نیچے ہے، آس پاس بلند و بالا عمارتیں ہیں، جب کہ مسجد کے دروازے کے سامنے ایک پلاٹ پر پرانا بنگلہ ہے، جس پر رنگ و روغن بھی نہیں کیا گیا ہے۔ اس درمیان کہ میں مغرب بعد دوکان پر تھا ایک دوشیزہ -۲۳/ سے ۲۷/ سالہ- سامان لینے کے بعد ”پے۔ ٹی۔ ایم“ کرنے لگی، ”پے۔ ٹی۔ ایم“ کرنے کے کچھ دیر بعد ”پے۔ ٹی۔ ایم“ مشین سے درآمد پیسوں کی آواز آتی ہے، اسی دوران اس دوشیزہ نے مجھے اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے اسی بنگلے کے بارے میں پوچھنے لگی، کہ وہ بنگلہ کس کا ہے؟ بات کرنے میں اور آواز میں ایک خوشامدانہ لچک تھی اور مخصوص کھنچاؤ لاکر بول رہی تھی، چہرہ اس نے متشوقانہ بنا رکھا تھا اور آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھتی چلی جارہی تھی ”مجھے دیکھنے جانا ہے، کیا مجھے وہ دیکھنے دیں گے؟ مجھے بہت شوق ہے ایسے گھر دیکھنے کا، کس سے بات کرنا پڑے گی؟ آپ کچھ کر سکتے ہیں کیا؟ بات کرتے کرتے۔۔ پھر وہ چلی گئی۔ اس نے اپنی آنکھوں کی جال میں، باتوں کے ڈھب و ڈھال میں، رخِ زیبا کے خد خال میں، بے مقصد سوال در سوال میں اور ناممکن خواب و خیال میں ایسا گرفتار کر دیا کہ مشین کی آواز میرے لیے سنی ان سنی ہوگئی، کافی بعد میں پتا چلا کہ مطلوبہ رقم سے کافی کم وہ ادا کر کے گئی ہے۔ جس خوبی کو وہ اپنے شوہر پر آزما کر اس کی نافرمانی اور ناشکری سے بچ سکتی تھی اس خوبی کو آج یہ زنِ ناداں حقیر چیزوں میں استعمال کر رہی ہیں۔

واقعہ (۲): ایک عورت ایک پنساری کی دکان پر جو کہ بغیر بیوی کا تھا، آ کر بیٹھ گئی، اور شام تک بیٹھی رہی جب اس نے دکان بند کرنے کا ارادہ کیا تو اس عورت نے اپنا چہرہ اس کے

سامنے کر دیا۔ دکاندار نے اس سے کہا اب شام کو کیا ہو گا۔عورت نے کہا واللہ میرے پاس کوئی مکان نہیں جس میں رات گذاروں تو اس نے عورت سے کہا کہ تو میرے ساتھ گھر پر چل۔ وہ آمادہ ہوگئی اور اس کے ساتھ اس کے گھر چلی گئیں، اس شخص نے اس کو نکاح کا پیغام دیا تو اس نے قبول کرلیا اور اس سے نکاح ہو گیا اور وہ اس کے ساتھ تین دن رہی۔ جب چوتھا دن ہوا تو ایک شخص آیا اور اس کے ساتھ چند عورتیں تھیں جو اس عورت کو تلاش کر رہے تھے۔ دکاندار نے ان کو گھر بلا لیا اور ان کی تعظیم کی اور پوچھا کہ تمہارا اس سے کیا تعلق ہے۔ انہوں نے کہا ہم اس کے رشتے دار ہیں؛ چچا کا بیٹا اور چچا کی بیٹیاں ہیں۔ جب ہم کو اس تعلق کی خبر ہوئی تو ہم خوش ہوئے۔ ہم آپ سے صرف اتنا چاہتے ہیں کہ آپ اس کو ایک شادی کی شرکت کے لیے چلنے کی اجازت دے دیں، جو ہمارے بعض عزیزوں میں ہے۔ یہ شخص اس عورت کے پاس گیا تو اس عورت نے کہا تم ان کی بات نہ ماننا اور میری طلاق کا حلف کر لینا اور مجھ سے کہہ دینا کہ اگر تو میرے گھر سے ایک مہینہ تک باہر نکلی تو تجھ پر تین طلاق تا کہ شادی کا زمانہ گذر جائے اسی میں میری بھلائی ہے اور تمہاری بھی۔ ورنہ وہ مجھے پکڑیں گے اور میرے دل کو تمہاری طرف سے خراب کرنے کی کوشش کریں گے کیوں کہ میں ان سے ناخوش تھی اور میں نے تم سے بغیر ان کے مشورہ کے نکاح کیا ہے اور میں نہیں جانتی کہ کس نے ان کو تم تک پہنچا دیا۔ اس شخص نے آ کر ان کے سامنے جس طرح اس نے سمجھایا تھا حلف کرلیا، یہ لوگ مایوس ہو کر واپس ہو گئے۔ اس نے دروازہ بند کیا اور دکان کی طرف چلا گیا۔ مگر اس کا دل اس عورت سے ہی اٹکا رہا اور وہ عورت رفو چکر ہوگئی اور اپنے ساتھ گھر میں سے کوئی چیز بھی نہیں لے گئی۔ جب وہ دکان سے آیا تو وہ اس کو نہ ملی۔ ایک پوچھنے والے نے (شیخ ابو الوفاء سے) پوچھا کہ اس عورت کا مقصد کیا تھا۔ تو ابو الوفاء نے کہا کہ غالباً اس عورت نے حلالہ کی یہ صورت نکالی تھی۔ اس وجہ سے کہ اس کے شوہر نے اس کو تین طلاق دی تھی۔

عورت کی چالاکی سے ہوشیار

عورت ایک ایسی مخلوق ہے جو غم و غصے سے بھی چال چلتی ہے، فرحت و ناز سے بھی اور حسنِ تدبیر سے بھی۔ یہ ایسا مکر و دام رچتی ہے کہ اچھے اچھے ہوش مند، حواس باختہ اور خردمند، خردہ عقل ہوجاتے ہیں، مرد اگر دو بیویوں والا ہو تو یہ حسِ فتنہ گری بے حد و حساب بڑھ جاتی ہے

اسی طرح اگر عورت کا کسی سے یارانہ ہو جائے تو وہ شوہر پر اپنی تمام تر چالاکیاں اور چال بازیاں برتنے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑتی ہے۔

کچھ ہی دنوں کی بات ہے مسلسل تین چار صاحبِ واقعہ میرے پاس آئے اور اپنی بیویوں کے کارنامے نہایت کرب کے ساتھ سنائے، ہر ایک ڈپریشن و تناؤ کا شکار تھا، میں نے ان کو تناؤ سے نکالنے کے لیے دوسری شادی کا آپشن رکھا اور رشتہ پیش کیا لیکن وہ آمادہ نہیں ہوئے۔

واقعہ (۳): نوجوان کافی رونے کے بعد بولنے کے قابل ہوا، کہا میں ''کُرلا'' رہتا ہوں، محنت و مشقت کرکے اپنی ماں اور بیوی بچوں کی کفالت کرتا ہوں، میری بیوی سے میری ''بانڈنگ'' (تال میل) اچھی تھی، اس کی طبیعت خراب ہوئی تو ڈاکٹر کے پاس لے گیا، پہلی مرتبہ میں لے گیا تھا پھر خود جاتی رہی، ڈاکٹر کے مشورے سے علی الصباح ''واکنگ'' کے لیے بھی جاتی، بعد میں پتا چلا کہ واکنگ پر ڈاکٹر بھی آتا، بسا اوقات واکنگ روڈ پر ہونے کے بجائے ڈاکٹر کے گھر پر بھی ہوتی، ایک لمبے وقت تک یہ سلسلۂ واکنگ جاری رہا۔

یہ حال ہے اس عورت کا جس پر طلاق اور دوسری شادی کی تلوار ہمیشہ لٹک رہی ہوتی ہے، عورت پر بے مطلب بھی شک درست نہیں ہے نہ ہی حد سے زیادہ پُر اعتماد اور مطمئن ہو جانا۔ ایسے ایسے حسب و نسب مال و جمال والوں کے قضیے بے لباس ہوئے ہیں جن کے بارے میں ایسا تصور نہیں کیا جا سکتا تھا۔ پھر آج کل مشترکہ خاندان سے الگ رہنے کا رواج بڑھتا جا رہا ہے جو اچھا بھی لیکن اس میں بعضے مرتبہ مفاسد بھی ہیں، خصوصاً جب کہ عورت فتنہ پرور ہو، اور اب تو شادی کے بعد بھی عورتیں اپنی پرانی یاریاں وفا کر رہی ہوتی ہیں، ماں باپ کے کہنے پر شادی اس تسلی پر کرتی ہیں کہ سابقہ یاری خفیہ طور پر جاری و ساری رکھیں گی۔

(۴) پہلے زمانے کا واقعہ ہے: ایک عورت کا ایک آشنا تھا، اس نے قسم کھائی کہ جب تک تو کوئی ایسا حیلہ نہیں کرے گی کہ میں تیرے شوہر کے رو برو تجھ سے جماع کروں میں تجھ سے بات نہ کروں گا۔ اس نے ایسا حیلہ کرنے کا وعدہ کر لیا۔ اس کا ایک دن مقرر ہو گیا، ان کے گھر میں ایک بہت لمبا کھجور کا درخت تھا۔ اس عورت نے اپنے شوہر سے کہا: میرا دل چاہتا ہے کہ اس کھجور کے درخت پر چڑھ کر کھجوریں اپنے ہاتھ سے توڑ کر کھاؤں۔ شوہر نے کہا ایسا کر لے جب وہ بالکل چوٹی پر چڑھ گئی تو اپنے شوہر کی طرف دیکھ کر بولی کہ ہائے او بے غیرت یہ تو غیر

عورت کے ساتھ کیا کر رہا ہے، بڑا افسوس ہے تجھے شرم نہیں آتی کہ میری موجودگی میں تو اس سے جماع میں مشغول ہے اور گالیاں دیتی اور چیختی رہی۔ اور وہ قسم کھاتا رہا کہ میں تو یہاں اکیلا ہوں یہاں کوئی دوسرا موجود بھی نہیں۔ پھر اتر کر اس سے جھگڑتی رہی اور وہ حلف بالطلاق کرتا رہا کہ میں بالکل اکیلا تھا۔ پھر اس نے عورت سے کہا: تو بیٹھ میں اوپر چڑھ کر دیکھتا ہوں۔ جب وہ درخت کی چوٹی پر پہنچ گیا۔ اس نے اپنے آشنا کو بلا لیا اس نے اس سے منہ کالا کرنا شروع کر دیا۔شوہر نے اوپر سے جب نیچے یہ معاملہ دیکھا تو اس نے اطمینان کی سانس لیتے ہوئے اپنی بیوی سے کہا میں تیرے قربان! اپنے دل میں اس بات کا کچھ رنج مت رکھ جو تو نے میرے بارے میں بیان کیا تھا، جو بھی اس درخت پر چڑھے گا وہ ایسا ہی دیکھے گا جیسا کہ تو نے دیکھا تھا (اور اب میں بھی تجھے اسی طرح دیکھ رہا ہوں)۔ [علمی لطائف]

واقعہ(۵): ایک عورت کا خفیہ عاشقانہ تھا، جس سے وہ اپنی بیش بہا قیمتی دولت پردۂ بکارت ضائع کر چکی تھی، اب اس کے گھر والوں نے اس کا نکاح کر کے اس کو اس کے شوہر کے پاس بھیجنا چاہا، تو یہ لڑکی ٹینشن میں کہ اب چوری پکڑی جائے گی، اور اس نے ممسوس بالجن، مخبوط الحواس ہونے کا ڈھونگ کیا، اس کے گھر والوں نے اس کو ایک ''بابا، عامل'' کو دکھایا، جب عامل وہاں گئے تو دیکھا کہ وہ پڑی ہوئی ہے، اس کے متعلقین سے کہا کہ آپ سب علیٰحدہ ہو جائیں اور مجھے تنہائی کا موقع دیں، تو وہ ہٹ گئے، انہوں نے اس سے چپکے سے کہا کہ جو دل کی بات ہو، وہ مجھ سے بالکل سچ سچ بیان کر دے اور تیری مشکل کو حل کر دینا میرے ذمّے ہوگا۔ اس نے کہا: میرا ایک شخص سے تعلق تھا اور اب ان لوگوں نے ارادہ کیا کہ مجھ کو شوہر کے پاس بھیجیں اور حقیقت یہ ہے کہ میں کنواری نہیں ہوں۔ اب مجھے رسوائی کا سخت خوف ہے تو کیا تمہارے پاس کوئی حیلہ ہے جو رسوائی سے بچالے۔ عامل نے کہا: ہاں ہے۔ پھر اس کے متعلقین (شوہر وغیرہ) سے ملے اور کہا کہ جن نے نکل جانے کو تسلیم کر لیا ہے۔ اب تم پسند کر لو کہ اس کے بدن کے کس عضو سے اس کو نکلوانا چاہتے ہو اور یہ سمجھ لو کہ جس عضو سے اس جن کو باہر کیا جائے گا وہ لازمی طور پر بیکار ہو جائے گا۔ اگر آنکھوں سے نکلا تو یہ اندھی ہو جائے گی اور اگر کان سے نکلا تو بہری ہو جائے گی اور اگر منہ سے نکلا تو گونگی ہو جائے گی اور ہاتھ سے نکلا تو لنجی ہو جائے گی اور اگر پاؤں سے نکلا تو لنگڑی ہو جائے گی اور اگر فرج سے نکلا بکارت زائل ہو جائے گی۔ اس کے

متعلقین نے کہا اس سے زیادہ ہلکی بات کوئی نہیں کہ اس کی بکارت زائل ہو جائے، تو آپ اس شیطان کو فرج سے ہی نکال دیجیے۔ تو عامل نے (کچھ جھاڑ پھونک کا دکھاوا کر کے) اس کو یقین دلا دیا کہ اس نے ایسا کر دیا۔ پھر عورت شوہر کے پاس چلی گئی۔ (علمی لطائف)

دو بیوی والوں کے لیے آگاہی:

اگر آپ دو بیویوں والے ہیں تو آپ کو فتنۂ نسا سے زیادہ بچنے کی ضرورت ہے، طلاق کے یا بربادی کے ایسے ایسے حربے استعمال کرے گی کہ آپ کو روئے زمین سے زیادہ زیرِ زمین اچھی لگنے لگے گی۔

واقعہ پرانا ہی ہے: ایک شخص صاحبِ ثروت و دولت اور بیوی والا تھا اور اہواز کا رہائشی تھا، وہ ایک مرتبہ بصرہ گیا اور وہاں ایک عورت سے نکاح کر لیا اور (یہ معمول رکھا کہ) سال میں ایک یا دو مرتبہ اس عورت کے پاس جایا کرتا تھا اس بصرہ والی بیوی کا چچا اس شخص سے خط و کتابت کیا کرتا تھا، اتفاق سے اس کا ایک خط اس اہواز والی پہلی بیوی کے ہاتھ لگ گیا، جس سے اس کو حقیقتِ حال کا علم ہو گیا۔

اس نے اپنے جذبات پر قابو رکھا، جزع فزع کرنے کے بجائے یہ چال چلی کہ اپنے ایک رشتے دار سے جو بصرہ میں تھا، اس مضمون کا خط لکھوا کر شوہر کے پاس روانہ کرایا کہ ''آپ کی (دوسری) بیوی کا انتقال ہو گیا۔ اس نے پڑھ کر سفر کی تیاری شروع کر دی۔ عین اسی وقت اہواز والی پہلی بیوی آدھمکی، کہا کہ میں دیکھتی ہوں کہ تمہارا دل کہیں اور لگا ہوا ہے اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ بصرے میں کوئی بیوی آپ کی موجود ہے۔ تو اس نے کہا معاذ اللہ! توبہ توبہ جان کیسی بات کر رہی ہو۔

عورت نے کہا میں اتنا کہنے سے مطمئن نہیں ہو سکتی، آپ یہ حلف کریں کہ میرے سوا جو بھی آپ کی بیوی ہو غائب ہو یا حاضر ہو اس پر تین طلاق ہے۔ تو اس نے یہ سمجھتے ہوئے کہ اس کا انتقال ہو ہی چکا ہے یہ حلف کر لیا۔ پھر اس نے کہا اب سفر کی ضرورت نہیں رہی، اب وہ عورت آپ سے الگ ہو چکی ہے اور وہ زندہ ہے۔ مرد گم سم ہکا بکا رہ گیا۔ (علمی لطائف)

بیویوں سے چالاکی

کہا جاتا ہے عورتیں چالاکی میں شیطان کے بھی کان کاٹتی ہیں، اچھے اچھے چترُ و شَطر باز اس

سے کنی کاٹتے ہیں، لیکن یہ بھی صحیح ہے کہ عورتیں اتنی سادا بھولی بھالی بھی ہوتی ہیں کہ جلد باتوں میں آجاتی ہیں، جھوٹے وعدوں پر یقین کر لیتی ہیں، بار بار بھروسہ ٹوٹنے کے بعد پھر اعتماد کر لیتی ہیں، بڑی آسانی سے ان کو کوئی مرتبہ دھوکا دیا جاسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ نکاح کے باب میں ان کو مستقل نہیں رکھا گیا اور طلاق کا بالکل بھی اختیار نہیں دیا گیا، نہ ملک کی حکومت کو اس کے سپرد کیا گیا نہ گھر کا راج۔ جتنا آسانی سے دھوکا دے دیتی ہیں اس سے زیادہ آسانی سے دھوکا کھا جاتی ہیں۔

کچھ واقعات

(ا) قاضی ابو الحسین بن عقبہ کہتے ہیں کہ میرے چچا کی بیٹی صاحبِ ثروت تھی، میں نے اس سے نکاح کر لیا تھا، میں نے نکاح کے لیے اس لیے ترجیح نہیں دی تھی کہ وہ خوبصورت ہوگی بلکہ مجھے صرف اس کے مال سے امداد حاصل کرنا تھی، اور ایک نکاح میں نے پوشیدہ طور پر کر رکھا تھا۔

جب وہ اس کو تاڑ گئی تو وہ مجھے چھوڑ گئی اور نگاہ پھیر لی۔ پھر مجھ کو اس نے اس پر زور ڈالنا شروع کر دیا کہ میں اپنی دوسری بیوی کو طلاق دے دوں اس کے بعد ہی وہ میرے یہاں واپس آئے گی۔ میرے ساتھ یہ معاملہ کچھ لمبا کھنچ گیا۔ میری دوسری بیوی میری طبیعت کے بالکل موافق تھی، میرے ساتھ نباہ کرنے والی تھی، ابھی وہ میرے ساتھ تھوڑا ہی عرصہ گذار نے پائی تھی کہ اس کے خلاف میرے چچا کی بیٹی نے کوشش شروع کر دی اور اس نے مجھ کو ضیق وتنگی میں مبتلا کر ڈالا۔ میرے لیے یہ آسان بات نہ تھی کہ میں اس لڑکی سے مفارقت اختیار کرلوں لہٰذا میں نے ایک تدبیر کی، میں نے اس (دوسری بیوی) سے کہا کہ پڑوسنوں سے اعلی درجے کا ایک کپڑا استعار لے کر اپنے لیے شاندار جوڑوں کا انتظام کرو اور اس کو عنبر کی دھونی دے کر میرے چچا کی بیٹی کے پاس پہنچو۔

اس کے سامنے بیٹھ کر رونا شروع کر دو اور اس کو خوب دعائیں دو، اس کے سامنے بہت گڑ گڑاؤ یہاں تک کہ وہ پگھل جائے پھر جب وہ تم سے تمہارا حال پوچھے تو تم یہ کہنا کہ میرے چچا کے بیٹے نے مجھ سے نکاح کیا تھا، اور اب میرے سر پر ایک سوکن کو لا کر بٹھا دیا، میرا روپیہ اس پر خرچ کرتا رہتا ہے۔ میں یہ چاہتی ہوں کہ آپ قاضی صاحب سے میری امداد کی سفارش کر دیں اور مجھے انصاف دلائیں، میں اس کے خلاف قاضی صاحب کے ہاں دعوی کرنا چاہتی ہوں۔

تو وہ ضرور تجھے میرے پاس لے کر آئے گی چنانچہ یہ سب کچھ کیا، جب وہ اس کے پاس جاکر مسلسل روتی رہی تو اس کو اس پر رحم آ گیا اور اس نے کہا: خود قاضی تیرے شوہر سے بھی بدتر ہے وہ بالکل یہی معاملہ میرے ساتھ کر رہا ہے اور اٹھ کر میرے پاس پہنچی جب کہ میں اپنی خاص نشست گاہ میں تھا، غصے میں بھری ہوئی اور اس لڑکی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے تھی، کہنے لگی اس بدنصیب کا حال بھی میرے ہی جیسا ہے اس کی بات سن اور اس کا انصاف کر، میں نے کہا دونوں اندر آ جاؤ تو دونوں داخل ہوگئیں۔ میں نے لڑکی سے کہا تیرا کیا معاملہ ہے تو اس نے وہی طے شدہ داستان بیان کر دی۔ میں نے اس سے کہا کیا تیرے چچا کے بیٹے نے تجھ سے اقرار کیا ہے کہ اس نے تیرے اوپر دوسری بیوی کر لی ہے؟ اس نے کہا نہیں واللہ، اور وہ کیسے اقرار کرسکتا ہے کیوں کہ وہ جانتا ہے کہ میں اس کو برداشت نہیں کرسکتی۔ میں نے کہا کیا تو نے خود اس عورت کو دیکھا ہے اور تو اس کے مکان اور اس کی صورت سے واقف ہے؟ اس نے کہا نہیں واللہ۔

میں نے کہا اے عورت خدا سے ڈر اور جو کچھ ایسی باتیں تیرے کانوں میں پڑیں ان کو قبول نہ کیا کر۔ کیوں کہ حاسد بہت ہوتے ہیں اور عورتوں کو خراب کرنے کے خواہش مند بکثرت ہیں اور حیلہ بازی اور دوسروں کو جھوٹا بنانا بہت پھیل چکا ہے۔

دیکھ یہ میری بیوی ہے اس سے کسی نے کہہ دیا کہ میں نے اس پر ایک اور بیوی کر لی ہے حالاں کہ میں کہتا ہوں کہ اگر اس دروازے سے باہر میری کوئی بیوی ہو تو اس پر بلا شرط تین طلاق (یہ سنتے ہی) میرے چچا کی بیٹی نے میرے سر کو بوسہ دیا اور کہنے لگی کہ مجھے معلوم ہوگیا کہ قاضی صاحب تمہارے اوپر تہمت لگائی گئی تھی (اس ترکیب سے) میری وہ دوسری بیوی طلاق سے بچ گئی کیوں کہ دونوں میرے سامنے موجود تھیں۔ [علمی لطائف]

(۲) ایک شادی شدہ شخص نے ایک عورت کو نکاح کا پیام دیا، لڑکی نے کہا: ہم نکاح نہیں کریں گے جب تک تم طلاق نہ دے دو، اس نے کہا: گواہ رہو میں تین طلاق دے چکا ہوں۔ اس سے نکاح ہوگیا، اور وہ اپنی پہلی بیوی کی زوجیت پر بھی بدستور قائم رہا، اس پر لڑکی والوں نے طلاق کا دعویٰ کیا، اس نے ان لوگوں سے پوچھا کہ میں نے کیا کہا تھا۔ انھوں نے پورا واقعہ بیان کیا کہ ہم نے کہا تھا کہ ہم اس وقت تک نکاح نہ کریں گے جب تک تو تین طلاق نہیں

دے دے گا۔ پھر تو نے کہا تھا گواہ رہو میں تین طلاق دے چکا ہوں۔ اس نے کہا کیا تم نہیں جانتے کہ پہلے فلاں عورت جو فلاں کی بیٹی ہے میرے نکاح میں تھی اور میں نے اس کو طلاق دی تھی۔ انہوں نے کہا: معلوم ہے پھر اس نے کہا کہ یہ بھی معلوم ہے کہ فلاں عورت جو فلاں کی بیٹی ہے وہ بھی میرے نکاح میں تھی، پھر میں نے اس کو طلاق دی تھی۔ انہوں نے کہا کہ ہاں۔ پھر اس نے کہا فلاں عورت جو فلاں کی بیٹی ہے وہ بھی میرے نکاح میں تھی اور میں نے اس کو بھی طلاق دی تھی انہوں نے یہ بھی تسلیم کیا۔ اس نے کہا: تو پھر میں تین طلاقیں دے چکا ہوں اور یہی میں نے مراد لی تھیں۔

انہوں نے کہا کہ ہماری گفتگو اس بیوی کو طلاق دینے کے بارہ میں ہو رہی تھی جو فی الحال تمہارے نکاح میں ہے۔ یہ تنازعہ شفیق بن ثور کے سامنے لایا گیا تو انہوں نے اس مرد کی نیت کو قابلِ اعتبار مانا۔ [علمی طائف]

ذهب الجمهور (الحنفية والشافعية والحنابلة) إلى أن اليمين على نية الحالف إذا كان مظلوماً، وإن كان ظالماً فعلى نية المستحلف. وفي البدائع قال والله لا أتزوج امرأة على وجه الأرض ينوي امرأة بعينها قال يصدق فيما بينه وبين الله تعالى. یعنی اگر قسم کھانے والا مظلوم ہے تو اس کی نیت کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

(۳) ایک شخص نے متعدد نکاح کیے اور اس معاملے کو چھپا کر رکھا، جب تک پہلی بیوی کو خبر نہ ہوئی وہ گھی کے چراغ جلا رہا تھا، لیکن جب عشقِ نہاں طشت از بام ہوگیا تو وہ دن لد گئے جب خلیل خاں فاختہ اڑاتے تھے، پہلی بیوی نے آسمان سر پر اٹھالیا تو مرد کے بھی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا، اس نے اسی بات پر زور دیا کہ دوسری بیویوں کو تین طلاق دے دی جائے۔ اس شخص نے بڑی دیر کے بعد کہا میں نے ان کو طلاق طلاق طلاق دی اور دل میں تاسیس کے بجائے تاکید کی نیت کی، جس کی وجہ سے ایک طلاق رجعی واقع ہوئی اور اس نے پہلی کے علم میں لائے بغیر پھر رجوع کرلیا۔

(۴) کہتے ہیں کہ ایک شخص کو ایک مرتبہ اس کی بیوی اور اس کے گھر والوں نے گھیر لیا اور اس پر زور ڈالا کہ وہ قسم کھائے کہ اپنی اس پہلی بیوی پر کبھی کسی سے نکاح نہ کروں گا، اگر کرلیا

تو نکاح کرتے ہی اس کو طلاق ہو جائے گی، جب زور انتہاء پر پہنچا تو اس شخص نے یہی قسم کھائی لیکن آخر میں ''اِن شاء اللہ'' کہہ دیا جس سے تعلیق باطل ہو جاتی ہے اور طلاق واقع نہیں ہوتی۔

کہتے ہیں کہ بیوی کی خوبی بھولا پن ہے اور اسی بھولے پن سے فائدہ اٹھانا شوہر کی خوبی ہے کہ اس کو وعدوں اور خوابوں میں رکھا جائے، دھوکا دینا بری بات ہے لیکن عورت کے شر سے بچنے کے لیے اور گھر کا ماحول پُرسکون بنے رہنے کے لیے اس کو اس دھوکے میں رکھنا (کہ میں آپ سے بہت محبت کرتا ہوں، آپ میری جان ہی نہیں جانِ جاناں ہو، آپ کے لیے ایک سوٹ کیا ستارے توڑ کر لا دوں، آپ جیسی محبت کبھی کسی سے کیسے ہوسکتی ہے؟ میں آپ کی جگہ کسی اور کو تصور بھی کیسے کرسکتا ہوں۔) برا نہیں۔

(۵) ہمارے یہاں ایک تبلیغی ساتھی ہیں، کافی عرصہ ہوا انھوں نے دوسرا نکاح کر رکھا ہے، ان کی دوسری والی اور ایک شخص کی دوسری والی کو ایک مرتبہ گفتگو کا موقع ملا، ثانیہ ثانیہ ہونے کی وجہ سے دونوں میں خوب چھن رہی تھی، گویا دونوں کا بہنوں سے بڑھ کر رشتہ ہو، ویسے تو بات مشہور ہے کہ دو عورتیں بیٹھ کر باتیں کریں تو چغل گپے، لاف زنی ولن ترانی ہی ہوتی ہیں، لیکن اس مجلس میں خوش قسمت تبلیغی ساتھی کی خوب تعریفیں کی جارہی تھیں، کہہ رہی تھیں کہ خوب خیال رکھتے ہیں میرا، میرے پہلے شوہر کے گذر جانے کے بعد اللہ کا عطیہ ہیں ہمارے شوہر، ایک مرتبہ میں نے کہا: سنو جی! مجھے بائیک دلا دو، میں بائیک چلاؤں گی، گھریلو ضرورتوں کی وجہ سے چلنا دوبھر ہو رکھا ہے۔ تو پتا ہے انھوں نے کیا کہا؟ انھوں نے کہا کہ بڑی منتوں سے، مشکلوں سے دعاؤں کے بعد تم مجھے ملی ہو، میں تمہیں کھونا نہیں چاہتا۔ ایسے چٹخارے لے کر وہ سنا رہی تھی کہ دوسری ثانیہ کی بھی آنکھیں چار ہوگئیں اور ہاتھ رخسار پر رکھ کر بھنویں چڑھا کر کہنے لگی: سچ آپا، آپ کے شوہر واقعی اللہ تعالیٰ کا عطیہ گراں مایہ ہیں۔ جی بہن میں پوری زندگی بھی اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریزی کرتی رہوں، اللہ تعالی کی اس نعمت کا حق ادا نہیں ہوسکتا، پہلی آپا نے کہا۔

یہ خواتین کی نفسیات ہے؛ لیکن ایک مرد اچھی طرح جانتا ہے کہ یہ جواب فرمائش کے ٹالنے کا اور جیب پر بوجھ نہ آنے دینے کا ایک بہترین انداز ہے، یوں بھی کہا جاسکتا تھا کہ میرے پاس پیسے نہیں ہیں تو ثانیہ کا احساس ہوتا کہ ''بھلے انسان! پھر دوسری شادی کیوں کیا'' یوں بھی کہہ سکتا تھا کہ لوگ کیا کہیں گے کہ دوسروں کو جماعت میں لے جاتا ہے اور خود کی بیوی بائیک پر

لٹکی رہتی ہے تو بیوی کا احساس ہوتا کہ ''دوسروں کی پڑی ہے میری خواہشات، میرے جذبات، میری ضرورتیں کچھ نہیں'' یوں بھی کہہ سکتا تھا کہ یہ موٹر سائیکل چلانا عورتوں کے لیے جائز نہیں ہے تو بیوی کا احساس ہوتا کہ ''یہ جائز ناجائز میرے ہی وقت میں نظر آتا ہے، اب تو زمانہ بدل گیا ہے کچھ کچھ مفتیوں نے جائز بھی کہا ہوگا'' اس کے علاوہ اور بھی بہت کچھ غصے میں کہہ سکتا تھا؛ لیکن اس جواب کا کوئی جواب نہیں۔

نوٹ: آج بھی وہ خاتون خوشی خوشی پیدل گھر کا سارا سودا سلف لے آتی ہیں، بائیک کا تصور بھی نہیں آتا۔

(٦) ممبئ ایک حوادث کا شہر ہے، ہر روز ایک نئ کہانی وجود میں آتی ہے۔ ایک شخص ہیں۔ دوسرا نکاح کرنا چاہتے تھے، وجہ اس چاہت کی کچھ بھی ہوسکتی ہے، اللہ تعالی بہتر جانتے ہیں، انھوں نے اپنی پہلی بیوی کو کہا کہ بیگم: ہماری بچی بڑی ہوگئی ہے اب وہ NIIT کا امتحان دے گی، ہمارے گھر میں یکسوئی نہیں ہے اس کو اور چھوٹے لڑکے کو لے کر آپ کچھ دنوں کے لیے میکے چلی جاؤ، درمیانی لڑکا میرے پاس ہے میں اس کی دیکھ بھال کرلوں گا اور تمہارے جملہ اخراجات وافر مقدار میں پورے ہوتے رہیں گے۔

میکے کے نام سے عورت پہلے ہی دیوانی ہو جاتی ہے پھر شوہر کی طرف سے اس طرح کھلی چھوٹ سے وہ پھولے نہیں سما رہی تھی اس کے پاؤں اس کے قابو میں نہیں تھے، سامان پیک کر کے وہ میکے کو روانہ ہوگئ، وقت گذرتا گیا چھ ماہ پورے ہوگئے فون پر گفتگو نے پرانی یادیں تازہ کر دی تھیں، وہ معصوم اپنی زندگی میں مست اپنے شوہر سے خوش اور پُر اعتماد تھی، اسی اثنا اس کو اس کی پڑوسن نے کچھ بھانپ کر سمجھایا بھی کہ ''شوہر کو اتنے دن تک اکیلے چھوڑنا مناسب نہیں ہے ورنہ وہ یہاں وہاں منہ مارتا ہے اور تجھے تو پتا ہے نا پانی کتنا ہی گندا کیوں نہ آگ بجھانے کے کام تو آہی جاتا ہے، بات مان میری بہن تو واپس آجا'' لیکن جب کسی کام کا فیصلہ ہو چکا ہو تو پھر سمجھانا کام نہیں دیتا، اس نے کہا ''بہن! تیری بات برابر ہے لیکن مجھے ان پر پورا اعتماد ہے وہ کسی اور کی طرف دیکھیں گے بھی نہیں، چہ جائے کسی کو میری جگہ میرے بستر پر لے آئیں، توبہ توبہ بہن توبہ توبہ، انھوں نے بہت اعتماد کے ساتھ اور خوشی سے مجھے یہاں بھیجا ہے جب وہ ہمارے لیے یکسوئی کے گھر کا انتظام کرلیں گے تو مجھے اور اپنے بچوں کو وہاں بلالیں گے، آپ

فکر نہ کریں"۔بات رفع دفع ہوگئی لیکن اسی درمیان ان کے شوہر نے بلڈنگ کے چند افراد کے ہمراہ ایک خوب صورت گداز اندام نرم نازک ایک خاتون سے نکاح کرلیا۔

(۷): میرے دوست نے بھی رشتہ بھیجا: واقعہ نویس کہتے ہیں: وہ (دوست) بہت پریشان تھا ۔۔۔ وقت کے چلتے اس کی عمر ڈھلتی جارہی تھی۔۔۔ چہل سال عمرِ عزیزت گزشت ۔۔۔ ولا کن لذتِ زنِ غیر واحد نہ چشید۔۔۔ اس کو غمِ خاطر تھا۔

طرح طرح کے ہتھکنڈے وہ استعمال کرچکا تھا۔۔۔قسمت نے ابھی تک یاوری نہیں کی تھی۔۔۔ بالآخر اس کے ذہن رسا کی رسائی ایک نارسا آئڈیے کی طرف ہوئی۔۔۔ اور اس نے گھر میں ان بن شروع کردی۔۔۔ کبھی بچوں کو غصہ دکھاتا۔۔۔ کبھی بیوی کے سر چڑھ جاتا۔۔۔ معجون کھا کر بیوی کو تھکاتا۔۔۔خود کو غیر مطمئن جتلاتا۔۔۔ ایک وقت تک ایسا کرنے کے بعد ۔۔۔ اس نے بیوی کو تھکا ماندہ کرنے کے مابعد۔۔۔ کہا۔۔۔ جان ما! میں دوسرا نکاح کرنا تو نہیں چاہتا۔۔۔ لیکن تیرا میرا رشتہ باقی رہے ۔۔۔ تو اور میں جنت میں بھی ساتھ رہیں۔۔۔ اس لیے ۔۔۔ میں دوسرا نکاح کرنا چاہتا ہوں۔۔۔مقصد میرا صرف ہمارے رشتہ کی حفاظت ہے جان۔۔۔! پلیز جان من، جان کو یقین بھی آ گیا۔۔ وہ اپنے جان جاناں ۔۔۔ بچوں کے پاپا کو ۔۔۔ اس عمر میں آ کر کھونا نہیں چاہتی تھی۔۔۔ اس نے پہلے سے نظر میں رکھی ہوئی ۔۔۔ اپنی بیوی کی ایک سہیلی کے بارے میں ۔۔۔مشورۂ خیر بڑے بھولے انداز میں دیا۔۔۔ کہ آپ کی کلاس فیلو ۔۔۔ آپ کی ان سے نبھتی بھی اچھی ہے۔۔۔ اور وہ ابھی تک شوہر ندیدہ ہے۔۔۔ قبول صورت ہے ۔۔۔ گھر کے ماحول میں ڈھل جائے گی۔۔۔ اس کو رشتۂ بابرکت دے دو۔۔۔ بیوی بھی شوہر کی منطق کو قبول کرچکی تھی۔۔۔ لہذا وہ اپنے شوہر کا رشتہ - اپنے رشتے کی حفاظت کے خاطر- لے کر ۔۔۔ اپنی سہیلی کے گھر پہنچی ۔۔۔ سہیلی حیران کہ ۔۔۔ وہ سہیلیاں مذاق سے اس خاتون کو ماما اور خاتون کے شوہر کو پاپا کہتی تھیں۔۔۔ وہ اس غیر متوقع رشتے سے اچنبھے میں ہے۔۔۔ کہ جس کو پاپا، پاپا کہتے تھے! ۔۔۔ کیا وہ میرے بچوں کے پاپا بننا چاہتے ہیں؟!

نانا کرتے کرتے بالآخر اس نے ناہی کردیا۔۔۔ کہا عذر خواہی قبول کیجیے گا۔۔۔ یہ جو برقعہ سے نظر، نظر آتی ہیں۔۔۔جن میں آپ کے شوہر خود کو بحیثیت محبوب دیکھنا چاہتے ہیں۔۔۔ یہ نگاہیں کسی اور کے خواب دیکھ چکی ہیں۔۔۔ اسی کی راہیں تکتی ہیں اور اسی کے انتظار میں تھکتی ہیں۔

متفرقات: چند متفرق باتیں اور مضامین

دوسری شادی کے بارے میں دانش مندوں کے مزاحیہ اور سنجیدہ اقوال: ایک حکیم نے فرمایا: ”بیٹا دوسری شادی کی تمنا ہر مرد کے دل میں ہوتی ہے، ہر شوہر گھر میں دوسرے نکاح کی بات کرتا ہے۔ چاہے اشارتاً ہی ہو، لیکن کرتا کوئی نہیں ہے“۔

ہمارے ایک بزرگ نے فرمایا: ”جو دوسری شادی کرنا چاہے اس کو تین گھروں کا انتظام کر لینا چاہیے، ایک پہلی کے لیے، دوسرا دوسری کے لیے اور تیسرا جب دونوں گھر سے نکال دیں تو خود کے لیے“۔

لوگ دوسرے نکاح کرنے کے لیے قوت کا عذر کرتے ہیں، تو ایک بزرگ ساتھی فرماتے ہیں: ”جس طرح بچہ پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ اس کا رزق ماں کے سینے میں اتار دیتا ہے اسی طرح دوسرے نکاح سے پہلے دوسری کا انتظام کر دیا جاتا ہے؛ کیوں کہ حقِ جماع بھی رزق کا ایک حصہ ہے“۔

ایک بزرگ نے کہا: ”پہلی شادی راحت دیتی ہے، دوسری شادی راحت کا جنازہ نکال دیتی ہے اور تیسری شادی سے پھر سکون آجاتا ہے اور چوتھی شادی مرد کو روزانہ دلہا بنائے رکھتی ہے“۔

کسی نے ایک دانا سے پوچھا: حضرت! دوسری شادی کی سب سے بڑی مشکل کیا ہے؟ حضرت نے فرمایا: ”پہلی بیوی کو بتانا“۔

ایک تجربہ کار کا کہنا ہے: ”پہلی بیوی سے ذائقہ آتا ہے، دوسری بیوی سے لگتا ہے ذائقے میں سب برابر ہے، تیسری بیوی سے یقین ہو جاتا ہے کہ سب اندر سے یکساں ہیں، چوتھی بیوی تعداد مکمل کرنے کے لیے ضروری ہے“۔

ایک فقیہ نے کہا: اگر دو نکاح کرنا ہو تو دونوں کو دور دور رکھو، ایک مظفر نگر میں تو دوسری کو سہارنپور میں۔ اور اگر ڈرامہ سیریل مفت دیکھنا چاہتے ہو تو ایک ساتھ ایک چھت کے نیچے رکھو“۔

حکایت ہے کہ ایک قاضی صاحب نے دوسرا نکاح کیا اور دونوں کو ایک ہی گھر میں سکونت دی۔ پہلی کو نچلے حصہ میں اور دوسری کو دو منزلہ پر۔ اوپر چڑھنے کی سیڑھی اندر سے ہی تھی۔ ایک مرتبہ باریاں گڑبڑا گئیں، قاضی صاحب کہہ رہے تھے آج رات میری اوپر باری ہے، دوسری

بھی قاضی صاحب کی منتظر تھی، پہلی بہ ضد تھی کہ آج نیچے ہی باری ہے، قاضی صاحب سیڑھیوں سے اوپر چڑھنے لگے، پہلی قاضی صاحب کے ساتھ ہی لگی رہی کہ آج میرے یہاں باری ہے۔ جب قاضی صاحب آدھی سیڑھیوں سے زیادہ بڑھ گئے تو پہلی نے پیروں کو پکڑلیا اور کہا: قاضی صاحب! ظلم مت کرو نیچے آؤ۔ دوسری ہاتھ پکڑ کر اوپر کھینچنے لگی۔ اسی لے دے اور کھینچا تانی میں پہلی کی ہاتھ میں صرف قاضی صاحب کا لاسٹک والا پاجامہ رہا۔

ایک عمر رسیدہ شخص بولے: پہلی شادی انسان کو سمجھ دار بناتی ہے، دوسری شادی سمجھداری کا امتحان لیتی ہے، تیسری شادی۔ خیر، وہ تو اللہ کی خاص آزمائش ہے''۔

ایک بزرگ سے پوچھا گیا: حضرت! آپ دوسری شادی کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا: ''پہلی بیوی کے بعد دوسری شادی ایسے ہے جیسے پہلی بار ساون میں بھیگنے کے بعد دوبارہ نہانے کی خواہش رکھنا۔ فرق یہ ہے کہ ساون خوشی دیتا ہے، دوسری شادی تجربہ!''۔

ایک بزرگ نے کہا: ''بیٹا! دوسری شادی کے خواب کو خواب ہی رہنے دو؛ اس لیے کہ یہ ایسا خواب ہے جو شرمندۂ تعبیر ہوتا ہے تو انسان شرمندہ ہوتا ہے''۔

ایک شخص اپنی بیوی کو مار رہا تھا، قریب سے ایک بزرگ گزرے تو انہوں نے کہا کہ: ''بیٹا عورت کو ہاتھوں سے نہیں مارتے بلکہ عورت کو اور عورت کے ذریعے سے مارا جاتا ہے یعنی اس کی سوتن لاکر''۔

کہتے ہیں کہ بندہ عمر کے دو مرحلوں میں دوسری شادی کا بڑا مشتاق بلکہ کہہ لیجیے ضرورت مند رہتا ہے ایک جب شروع شادی کے سال ہوں اور بیوی بار بار حاملہ ہو رہی ہو۔ وجہ یہ ہے کہ طاقت بھرپور ہوتی ہے اور ابھی تک زیادہ ذمہ داریاں ذمہ میں نہیں آتیں، نہ بچے اسکول جاتے ہیں، نہ اور کوئی حوصلہ شکن ذمہ داری ہوتی ہے۔ اور بیوی منہ کے ساتھ پیٹ بھی پھلائی ہوتی ہے۔ دوسرا جب کہ تمام بچوں کی شادی ہو چکی ہو اور اس کی بیوی سن ایاس کو پہنچ رہی ہو یا قدم رنجیدہ فرما چکی ہو۔ اس عمر میں عورت بستر میں گرم معلوم نہیں ہوتی بلکہ اگر اس کے کولہے پر سونے کی حالت میں قدم رکھ بھی دیا جائے تو اس کو لذت کے بجائے بوجھ محسوس ہوتا ہے۔ اور یہ صاحب بچوں کی ذمہ داریوں سے فارغ ہو چکے ہوتے ہیں اور والدین بھی دنیا فانی سے لافانی کی طرف منہ موڑ کر چلے جاتے ہیں اور یہ کسی رفیق کے سخت متلاشی ہوتے ہیں۔

ایک نامعلوم مضمون نگار کی ایک عمدہ تحریر نظر سے گزری مضمون کی مناسبت سے یہاں بھی ذکر کیا جاتا ہے۔ بندے کو حوالوں تک رسائی نہیں ہوئی ہے۔

ایک بیوی والوں کی خدمت میں:

یہ مزاح نہیں بہت گہرا سچ ہے:ابن عباد کہتے ہیں کہ میں کئی ایک ایسے لوگوں سے ملا ہوں جو کہ لوگوں کے حالات زندگی مرتب کرتے ہیں۔تو جب کوئی شخص فوت ہو جاتا تو وہ یوں لکھتے کہ فلاں شخص فوت ہو گیا اور اس کے نیچے فلاں فلاں تھی یعنی اس کی بیویاں "مات وكانت تحته فلانة وفلانة"لیکن جب کسی ایسے شخص کے حالات لکھتے کہ جس کی ایک ہی بیوی ہوتی تھی تو یوں لکھتے تھے کہ فلاں شخص فوت ہو گیا اور اس کے اوپر فلاں تھی یعنی بیوی "مات وترك فوقه فلانة"اس قول کا خلاصہ یہ ہے کہ جس معاشرے میں ایک بیوی عام ہو جائے وہ عورتوں کا معاشرہ ہے، مردوں کا نہیں، بنایا ہوا بھی اور چلایا ہوا بھی۔

ابن سینا کہتے ہیں کہ جس کی ایک ہی بیوی ہو، وہ جوانی میں بوڑھا ہو جاتا ہے۔ اسے ہڈیوں، کمر، گردن اور جوڑوں کے درد کی شکایت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کی مایوسی بڑھ جاتی ہے، محنت کم ہو جاتی ہے، ہنسی اڑ جاتی ہے اور وہ شکوے اور شکایات کا گڑھ بن جاتا ہے یعنی ہر وقت شکوے شکایات ہی کرتا نظر آئے گا۔

قاضی ابومسعود کہتے ہیں کہ جس کی ایک بیوی ہو، اس کے لیے لوگوں کے مابین فیصلے کرنا جائز نہیں یعنی اس کا قاضی بننا درست نہیں۔ [کہ ہر وقت غصے کی حالت میں ہو گا اور غصے میں فیصلہ جائز نہیں]

ابن خلدون کہتے ہیں کہ میں نے پچھلی قوموں کی ہلاکت پر غور وفکر کیا تو میں نے دیکھا کہ وہ ایک ہی بیوی پر قناعت کرنے والے تھے۔

ابن میسار کہتے ہیں کہ اس شخص کی عبادت اچھی نہیں ہوسکتی کہ جس کی بیوی ایک ہو۔

عباسی خلیفہ مامون الرشید سے کہا گیا کہ بصرہ میں کچھ لوگ ایسے ہیں کہ جن کی ایک ہی بیوی ہے۔ تو مامون الرشید نے کہا کہ وہ مرد نہیں ہیں۔ مرد تو وہ ہیں کہ جن کی بیویاں ہوں۔ اور یہ فطرت اور سنت دونوں کے خلاف چل رہے ہیں۔

ابن یونس سے کہا گیا کہ یہود ونصاریٰ نے تعدد ازواج یعنی ایک سے زائد بیویاں رکھنا

کیوں چھوڑ دیا۔ انہوں نے جواب دیا، اس لیے کہ اللہ عزوجل ذلت اور مسکنت کو ان کا مقدر بنانا چاہتے تھے۔

ابومعروف کرخی سے سوال ہوا کہ آپ کی ان کے بارے کیا رائے ہیں جو اپنے آپ کو زاہد سمجھتے ہیں لیکن ایک بیوی رکھنے کے قائل ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ زاہد نہیں بلکہ مجنون ہیں۔ یہ ابوبکر وعمر اور عثمان وعلی رضی اللہ عنہم کے زہد کو نہیں پہنچ سکے۔

ابن فیاض سے ایسے لوگوں کے بارے سوال ہوا کہ جن کی ایک ہی بیوی ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ وہ مردہ ہیں، بس کھاتے پیتے اور سانس لیتے ہیں۔

والی کرک ابن اسحاق نے پورے شہر میں مال تقسیم کیا لیکن ایک بیوی والوں کو کچھ نہ دیا۔ جب ان سے وجہ پوچھی گئی تو کہا کہ اللہ عزوجل نے سفہاء یعنی ذہنی نابالغوں کو مال دینے سے منع کیا ہے [کہ وہ اسے ضائع کر دیتے ہیں]

ابن عطاء اللہ نے ایک بیوی رکھنے والوں پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ ہم ان کو بڑا کیسے سمجھ لیں کہ جنہوں نے اپنے بڑوں کی سنت کو چھوڑ دیا یعنی صحابہ کی سنت کو۔

حصری کہتے ہیں کہ جب اللہ نے شادی کا حکم دیا تو دو سے شروع کیا اور کہا کہ دو دو، تین تین اور چار چار سے شادیاں کرو۔ اور ایک کی اجازت ان کو دی جو خوف میں مبتلا ہوں۔

تقی الدین مزنی سمرقند کے فقیہ بنے تو ان کو بتلایا گیا کہ یہاں کچھ لوگ ایک بیوی کے قائل ہیں۔ تو انہوں نے کہا کہ کیا وہ مسلمان ہیں؟ پھر اہل شہر کو وعظ کیا تو اگلے چاند سے پہلے تین ہزار شادیاں ہوئیں اور شہر میں کوئی کنواری، مطلقہ اور بیوہ نہ رہی۔

دو واقعے کون صحیح کون غلط؟

چند دن پہلے میرے پاس دو لڑکے اور ایک لڑکی جو مکمل پردے میں تھی تشریف لائے۔ انھوں نے آنے کا مقصد بتاتے ہوئے عرض کیا کہ یہ میری بہن ہیں، اور یہ دونوں آپس میں نکاح کرنا چاہتے ہیں، یہ صاحب ایک بیوی والے ہیں، ان کی بیوی سخت غصیل ہے، وہ اس رشتہ سے کبھی راضی نہیں ہوگی اس لیے نکاح کرکے پوشیدہ رکھنا چاہتے ہیں، مقصد ناجائز تعلقات کے بقاء کا اختتام ہے۔

میں نے خاتون کو کہا- جو خوشی سے ہوا میں ہچکولے لے رہی تھی، قریب تھا کہ وہ برابر

بول نہ سکے - جب یہ نکاح کو پوشیدہ رکھنا چاہتے ہیں تو اس کا مطلب ہے؛ آپ کو نکاح سے دوسری بیوی ہونے کی حیثیت سے جو حقوق ملنے ہیں وہ نہیں ملیں گے، نہ آپ کو باریاں رات میں دیں سکیں گے، نہ ہی دیگر ضروری معاملات میں ساتھ دے سکیں گے، آپ کو تمننا ہوگی کہ عید اپنے شوہر کے ساتھ کریں اس وقت بھی مایوسی آپ کے ہاتھ لگے گی، چوں کہ آپ کنواری ہیں وہ بسے بسائے ہیں، اکیلا پن آپ کو عذاب لگے گا۔

اس طرح کی بہت سی باتیں سمجھانے کے بعد میں نے کہا لیکن اگر کوئی عورت مصالحت کر لے اور اپنے یہ حقوق بخوشی چھوڑ دے تا کہ وہ بھی مطمئن رہے اور اس کا شوہر آخرت میں ماخوذ نہ ہو تو یہ بھی جائز ہے، اور بے شوہر رہنے کے مقابلے میں بہر حال صلح بہتر ہے "والصلح خیر" اس بچی کی طرف سے اثبات میں جواب آیا۔

پھر شوہر کی باری تھی، بندے نے شوہر کو سمجھاتے ہوئے کہا کہ دوسری شادی ایک ذمہ داری کا نام ہے، پہلی بیوی کو اطلاع دینا اور اس کی اجازت ضروری نہیں ہے لیکن اس کو اطلاع دے کر اس طرح نکاح کرے کہ اس کو معلوم ہو آگے کے مراحل میں بہت مفید ہے، کیوں کہ آپ کو اندازہ نہیں ہے کہ بعد میں کیسے مسائل پیش آسکتے ہیں۔ میں نے یہ بھی کہا: ضروری ہے کہ آپ دوسرے نکاح سے کبھی دست بردار نہ ہونا، ضرورت کا ہر جگہ استثناء ہے۔ مالی اخراجات حتی الامکان ادا کرنا اور جب حالات ساز گار ہو جائے تو شب باشی نفقہ و تبرعات میں برابری کرنا ہوگا۔

شوہر نے کہا کہ مفتی صاحب اگر میں اپنی پہلی بیوی کو اطلاع دے کر نکاح کروں تو یہ نکاح کبھی نہیں ہوگا اور اگر نکاح کے بعد اطلاع دوں تو میرے سرور و مستی کے ایام پانی میں بہہ جائیں گے۔ مفتی صاحب اگر میں اس کو اطلاع کر کے نکاح کر بھی لوں تو وہ پوری رات اس قدر اذیت میں گزارے گی کہ الامان الحفیظ اور اس کی اذیت کا تصور میرا مزہ کر کرا کر دے گا۔

دوسرا واقعہ یہ پیش آیا کہ دونوں (ایک جوڑا) نکاح کرنے پر آمادہ اور خواہشمند ہی نہیں ضرورت مند بھی تھے، یہاں دونوں کی عمریں کافی تھیں اگر چہ خاتون یہاں بھی کنواری تھی۔ قریب تھا کہ یہاں بھی ایجاب و قبول ہو جاتا لیکن مرد نے ایک شرط رکھی کہ میں اپنی زندگی میں جو آپ کو دوں گا وہ اس قدر ہوگا کہ آپ راضی ہو جائیں گی لیکن وہاں والوں (پہلے گھر والوں) میں آپ کا کوئی حصہ میراث نہیں ہوگا۔

خاتون اس شرط غیر مترقبہ پر ششدر رہی نہیں چراغ پا تھیں کہا کہ اس طرح تو لوگ "رکھیل" رکھتے ہیں، کہ ضروریات وہاں بھی پوری کی جاتی ہیں لیکن بیوی ہونے کی حیثیت سے حقوق نہیں دیے جاتے۔ اسلام میں Polygamy کی اجازت ہے لیکن تمام حقوق کے ساتھ ہے، اگر نہیں منظور ہے یہ باتیں تو گزارو زندگی پہلی بیوی کے ساتھ، جس طرح ابھی تک گزار رہے ہو۔

میں نے بہت مشکل سے یہ جملہ منہ سے نکالتے ہوئے کہا کہ میں آپ کو بڑی بہن سمجھ کر کہہ رہا ہوں ؛ شریعت میں ایسا ہے کہ اگر کوئی شخص زندگی میں جائیداد کے کسی حصہ پر مالکانہ قبضہ لے کر اس بات پر صلح کر لے کہ مرنے کے بعد ملنے والے حصہ میراث میں میرا حق نہیں ہوگا۔ یہ شریعت میں جائز ہے۔ (کتاب المسائل) اور گھر بسانے کے لیے مصالحت پر ابھارا گیا ہے. سورۂ نساء میں ہے "اور اگر عورت کو اپنے شوہر سے زیادتی یا بے رُخی کا اندیشہ ہو تو ان دونوں کے لئے اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ آپس میں کچھ صلح کر لیں اور صلح (بہر حال) بہتر ہے، اور حرص تو دلوں میں بسادی گئی ہے۔" (النساء)

میں نے کہا مرد اپنا مفاد دیکھا گا تو نکاح پر آمادہ ہو جائے گا اور جس طرح گھر بسے رہنے کے لیے مصالحت خیر ہے ، گھر بسانے کے لیے بھی خیر ہی ہوگی ان شاءاللہ ۔

میں نے مرد کو اس وجہ سے نہیں سمجھایا کہ ان کے مشترکہ مال میراث میں پہلے ہی کافی الجھن ہے، یہ خاتون اپنا سولہواں حصہ لے کر اس میں شریک بھی ہوگئی تو کچھ ملنے والا نہیں ہے سوائے کوٹ کچہری کے چکر کے۔ بہر حال خاتون دراز عمر جو ابھی تک کنواری تھی اپنی بات پر اڑی رہی، بالآخر اس نے کہا ٹھیک ہے مجھے قبول ہے لیکن مجھے اپنی مکمل سنپتی (جائیداد) بتاؤ، میں کم پر مصالحت کرنے والی نہیں ہوں۔ ان کی اس بات پر مرد زور سے ہنس پڑا اور بات آگے نہیں بڑھ سکی۔ لیکن اس کے بعد سے مجھے خاتون کے برابر فون آرہے ہیں کہ ان کا کوئی جواب آیا یا نہیں؟

سوال قارئین سے ہے بتائیں کہ کون صحیح کون غلط؟

دو بچے دو کہانیاں:

معرکۂ بالاکوٹ میں دین وملت کے لیے داد شجاعت دینے والے، بریلی سے بیاور پھر ممبئی منتقل ہونے والے نورانی خاندان کا ایک فرد فرید مناسخۂ میراث کے سلسلے میں بندہ سے ملاقی ہوئے، ویسے السراجی فی المیراث نے بندے کی دین کے ساتھ ساتھ دنیا بھی خوب سنواری ہے۔

یہ صاحب خوش مزاج، خوش اخلاق، خوش اطوار، ظریف اور لین الطبع شخص ہیں، اللہ تعالی نے صاحبِ خیر ہونے کے ساتھ ساتھ جواد و کریم بھی بنایا ہے۔ جن کے کأسِ فیاض سے بندے کو بھی حصہ ملتا رہتا ہے۔ وللأرض من كأس الكرام نصيب۔

کچھ دنوں قبل انھوں نے کہا کہ میں بھی دوسرا نکاح کرنا چاہتا ہوں، آپ مناسب رشتہ بتائیں۔

یقین مانیے جستجوئے زن میں جو مناسب شخص مذکور ہو نہایت سنجیدگی سے خوب تگ و دو کے ساتھ میں مشغول ہوگیا، وجہ اس کی یہ تھی کہ راقم اپنے شناساؤں میں دوسری شادی کا سب سے زیادہ حقدار انھیں سمجھتا ہے، یہ خوش مزاج بھی ہیں، صاحب صبر و سماحت بھی ہیں، صاحب مال و منال بھی ہیں، اپنی باتوں میں اٹل اور مستقل مزاج بھی ہیں۔ علاوہ ازیں ایک آپریشن کی وجہ سے ان کی ہم بستر ہم بستری سے ناکارہ ہوگئی تھیں۔

ان سے اچھا دوسری شادی کے لیے موزوں اور ضرورت مند ناقص النظر کی نگاہوں میں تو نہیں تھا بالآخر امید برآوری ہوگئی، اور مناسب رشتہ تلاش کیے بغیر مل گیا۔

موبائل ایک برا جلیس ہے، باتیں ظاہر کرہی دیتا ہے، ان کے بچوں نے موبائل کے ذریعہ مخطوبہ کا نمبر راقم الحروف کا نمبر اور میٹنگ کا دن سب برآمد کرلیا، بیس سے چھبیس سال کے درمیان تین بچوں میں سے لڑکے نے مجھے اور لڑکی نے مخطوبہ کو فون کیا۔

اور خوب منت سماجت کرنے لگے، please, please سے اس نے میرے کانوں کو بھر دیا، پلیز آپ یہ نکاح نہ کرائیں، پلیز کسی طرح روک دیں، ہماری امی اس نکاح کو برداشت نہیں کرپائیں گی، ہمارا گھر منتشر ہو جائے گا، میں بھی کہیں چلا جاؤں گا۔ پلیز پلیز میں نے فون کیا تھا یہ بات ابا کو نہیں بتانا۔

ان سب باتوں سے میرا دل کہاں پسیجنے والا تھا سو نہ پسیجا، نہ ارادے میں اضمحلال آیا۔ میری تمنا تھی کہ میں یہی الفاظ لکھوں لیکن واقعی بات یہ ہے کہ دل پسیج گیا تھا اور ارادہ ڈانواں ڈول ہوگیا تھا۔

لڑکی نے مخطوبہ کو فون کیا اور یہی اموشنل باتیں کیں۔ جب میں نے دیکھا کہ مخطوبہ کو فونوں کو کچھ فرق نہیں پڑھا تو اللہ کا نام لے کر بات آگے بڑھادی گئی۔

ایک دوسرا واقعہ یہ سامنے آیا کہ ایک شخص کا لڑکا- جس نے ابھی بلوغت کی دہلیز پر قدم ہی رکھا تھا کہ- اس کے ابّا نے دوسرا نکاح کرلیا، ہنگامی حالات رونما ہوگئے، اسی دوران پہلی بیوی کے بھائی یعنی اپنے ماموں کو اس وقت اس (کم سن لڑکے) نے للکار کر کہا- جب وہ (ماموں) اپنے بہنوئی پر تنا آرہا تھا- کہ ماموں ابا نے دوسرا نکاح ہی تو کیا ہے، کونسا غلط کام کیا ہے۔ مجھے صرف سمجھاؤ اس میں غلط کیا ہے؟ اور آپ کو غصہ میں آپا کھونے کی ضرورت نہیں ہے، یہ (والدہ) آپ کی آپا ہیں تو کیا ہوا۔ یہ میرے ابا ہیں۔

فیصلہ قارئین کریں کہ کون صحیح کون غلط؟

ذیل میں چار ایسی تحریریں اور مضامین درج کیے جاتے ہیں کہ جن سے معلوم ہوگا کہ ہمارا معاشرہ جنسی بے راہ روی کے کس دہانے پر کھڑا ہے اور یہ وہ بعض واقعات ہیں جو راقم عاجز کو معلوم ہوئے اور دوستانہ انداز میں انھیں قلم بند کردیا گیا تھا، اصل معاملہ اور حالات اس سے بہت زیادہ خراب اور ناگفتہ بہ ہیں۔ زمانے کی بے راہ روی کا کچھ اندازہ آگے آنے والے ان چند غیر متعلقہ مضمون سے ہوجائے گا، جو ہمیں یہ سوچنے پر مجبور کرتا ہے کہ اس حیا باختہ زمانے میں طوفانِ بے حیائی سے اپنی بہن بیٹیوں کی کس قدر حفاظت کرنا ضروری ہے، بروقت شادی کردینا کس قدر اہمیت رکھتا ہے، بے نکاحی زندگی کس قدر قابل ترک ہے اور نکاح کس قدر لابدی امر ہے چاہے وہ نکاح بیوی والے سے ہی کیوں نہ ہو۔

کیا اب بھی وہ وقت نہیں آیا ہے؟

بات نئی نہیں ہے، لیکن سنی ہوئی بات کا مشاہدہ کر لینا کلیجے پر چھری چلاتا ہے۔ میں ایک ٹرین کے پیسنجر ڈبے میں سوار ہوں، سنیچر ہونے کہ وجہ سے رش زیادہ ہے، لوگ باگ سامان رکھنے کی جگہ پر بیٹھے ہوئے ہیں اور فرشِ ٹرین پر بھی ایک دوسرے سے لڑے کھڑے ہیں۔ ٹرین وقت پر ہے، اپنے وقت پر ''عمر گام'' پہنچی، جتنی بھیڑ اپنی منزل پر اتری اتنی ہی سوار بھی ہوگئی، اوپر بیٹھے ہوئے میری نگاہیں ایک مسلمان نوجوان لڑکی پر گڑھ گئیں، جو ایسے لڑکے کے ہمراہ آگے پیچھے سوار ہوئی جس کے دونوں آنکھوں کے درمیان ماتھے پر انگوٹھے سے کھینچا ہوا لال ٹیکہ ہے، دھارمک لگ رہا ہے۔ لڑکی نے بھی بہت قرینے سے اسکارف باندھا ہے اور چہرے پر ماسک پہنا ہے، برقع بھی ڈھنگ کا ہے۔ رش ہونے کے باوجود وہ دونوں چہرے ایک دوسرے

کے سامنے کرکے فری اور بے تکلف ہو گئے ہیں، اس میں کوئی شک نہیں رہا کہ دونوں کا یارانہ گہرا ہے۔ وہ بار بار مجھے دیکھ رہا ہے، اس ڈر سے کہ میں اس کی ویڈیو نہ بنالوں۔ واپی آنے پر وہ اتر بھی گئے اب کیا لکھوں میں ان کے بارے میں؟ لیکن اس وقفہ واپی میں ذرا سوچیں کہ اس پاپی معاشرہ کا کیا بنے گا۔

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کے کسی بیٹے نے اپنے والد کو اس زمانے میں کہا تھا کہ ابا حضور! اگر ہم اپنی عورتوں کو نماز کے لیے مسجد جانے کی چھوٹ دے دیں گے تو وہ ہم سے دغل و دھوکہ کریں گیں، مسجد کے بہانے کہیں اور ہو آئیں گی۔ ہم تو ان کو مسجد میں جاکر نماز پڑھنے سے ضرور روکے گیں۔ یہ بات قرنِ ثانی میں کہی گئی تھی اور اب قرنِ ثانی عشر بھی گذر چکا ہے۔ یہ بات مسجد میں جانے کی چھوٹ کے بارے میں کہی گئی تھی، اور اب چھوٹ علی الاطلاق خروج میں ہے۔یعنی اب لڑکیوں کو بے قید باہر چھوڑ دیا گیا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں -جو نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے زیادہ مزاج شناس تھیں-کہ اگر نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ بات معلوم ہو جاتی جو آج کل خواتین نے اپنا رکھی ہیں تو ان کو اسی طرح مسجد میں آنے سے روک دیا جاتا جس طرح بنی اسرائیل کی خواتین کو روک دیا گیا تھا۔

اتنا سب دیکھنے کے بعد بھی کیا اب بھی وہ وقت نہیں آیا ہے کہ ہم ”عورتوں کے اسلام میں حقوق، عورتوں کو اسلام میں آزادی“ کے بجائے یہ بتائیں کہ عورتوں پر اسلام نے کیا پابندیاں لگائی ہیں۔عورتوں کا خروج اسلام میں کس قدر دشوار ہے۔کیا دنیوی تعلیم کے لیے ایک نوجوان لڑکی تنہا روزانہ ایک ہی وقت میں آ جا سکتی ہے؟ کیا جواز کی کوئی دلیل ہے؟ یہ ایک عمومی بگاڑ ہے، کسی ایک جگہ کی بات نہیں ہے۔

پابندی تو ہر جگہ لاگو ہوتی ہیں، کیا تبلیغی جماعت میں کوئی جوڑا یا کوئی عورت اپنے کسی محرم کے ساتھ جماعت میں جا سکتی ہے؟ کیا ساتھ میں سفر نہیں ہوتا، ایک دوسرے کا دیدار نہیں ہوتا؟ حضرت مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری رحمہ اللہ تعالی نے سبق میں فرمایا تھا کہ ”عورتیں برقعہ کے اندر سے اور مرد برقعہ کے اندر تک دیکھتے ہیں۔“

بیوی اپنے مرد کو دوسری عورت کے بارے میں بتاتی ہے، مرد دوسری عورت کے بارے میں باتیں کرتا ہے۔کیا ایسے ماحول میں غیر واجبی علم کے واسطے اقامتی غیر اقامتی مستورات کے

مدارس قائم کرنے کی بھی ضرورت انتہاء پر ہے؟ یا ہم ہی یہ چاہتے ہیں کہ ہماری بچیاں باہر رہیں اور وہ اپنا نر خود تلاش کر کے اس ذمّے داری سے ہمیں سبک دوش رکھے۔

ریپیڈو کا کرشمہ اور بستہ تکیہ

واقعہ نویس لکھتے ہیں: پنک ٹی شرٹ سیاہ جینس میں ملبوس یہ آج تیسری خاتون ہے جس کو میں نے درمیان میں بیگ رکھ کر ایک مرد کے پیچھے بائیک پر بیٹھا ہوا دیکھ رہا ہوں۔ آج کل دن کا ایک وقفۂ دراز ممبئی کی سڑکوں کی گرد اڑانے میں صرف ہو رہا ہے۔ اسکوٹر پر بیٹھا ایک دیوانہ کوچہ کوچہ در بہ در سرگرداں رہتا ہے۔ اس درمیان لب سڑک، اختتام سڑک علی رووس الاشہاد کچھ ایسے نظارے پیش نظر ہوتے ہیں جن کا کوئی پس منظر خاص ہوتا ہوگا۔ غیر مسلموں کے یہاں تو سبھی چیزیں رواں ہیں، ان کے مذہب میں حظر و کراہت کا باب ہی نہیں ہے، میری نظر مسلموں پر آ کر ٹھہر جاتی ہیں۔ اور اگر وہ مسلم خاتون ہو تو گڑ جاتی ہے۔

کوئی خاتون سڑک کے کنارے روئے چلی جارہی ہے، خاتون من سے پچھوایا کہ ماجرا کیا ہے تو جواب ملتا ہے "اپنا کام کرو"۔ کوئی برقع میں ملبوس خاتون رمضان کی صبح اپنے محبوب سے رخسار سے رخسار ملا کر اسٹیشن کے اندر بڑھتی ہے، بوسے سے احتراز احترامِ رمضان کی وجہ سے ہے، کوئی غیر مسلم کسی مکمل باپردہ خاتون کو ازدحام میں یوں حفاظت کیے چل رہا ہے جیسے اپنے ناموس (بیوی) کی حفاظت کوئی کرتا ہے۔ کہیں نوخیز لڑکیاں اپنے برقع میں اپنے یاروں کے ساتھ تعلیم گاہ سے دور پھرتی نظر آتی ہیں، کوئی فون پر اپنی بے وفائی کا رونا رو رہی ہوتی ہے، کوئی چیٹنگ کرتی جارہی ہے مسکراتی جارہی ہے۔ مسلمان ماں باپ کا بھی حال یہ ہے کہ متشرع لباس میں آ کر اپنے بچوں کو نصف اسفل متجرد چھوڑ کر انگلش میڈیم اسکول پہنچانے آرہے ہیں اور پڑھ پڑھ کر ان پر دم بھی کر رہے ہیں۔ یہ سب اور نہ جانے کیا کیا الا بلا ان گناہ گار آنکھوں کے سامنے تماشا ہوتا رہتا ہے۔

بازیچۂ اطفال ہے دنیا مرے آگے ہوتا ہے شب و روز تماشا مرے آگے

میں بھی اپنے کام مگن لیکن چوکنا رہتا ہوں۔ اس درمیان میں کہ میں بائیک چلا رہا تھا، میرے پیچھے سے ایک اسکوٹر آگے بڑھنا چاہتی تھی، جس پر ایک متشرع پنک کرتا سفید شلوار میں ملبوس، رنگ سیاہ شکم غیر متوازن شخصیت کا حامل سوار تھا، میں نے داڑھی دیکھ کر علیک سلیک کا ارادہ کیا

ہی تھا کہ وہ آگے بڑھ چکے تھے اور ان کے پیچھے ایک خاتون براجمان تھی جن کے بالائی کا چوتھائی کپڑوں سے خالی تھا۔ انھوں نے بھی درمیان میں بیگ رکھ کر پرہیز گاری کا پورا ثبوت دیا ہوا تھا۔

بات آئی گئی ہوگئی۔ اب اس مرتبہ میں شاہراہ عام پر رواں دواں تھا، خاتون من پیچھے ہی لگ کر بیٹھی ہوئی تھی، وہ متوجہ کرتے ہوئے بولی۔۔۔ دیکھتے ہو جی۔۔۔ کیا زمانہ آ گیا ہے۔۔۔ مرد نے پورے کپڑے پہنے ہیں اور عورت نے آدھے۔۔۔ خاتون کی سِر ران سے قدموں کے نیچے تک ایک بال کے برابر بھی جگہ نظر اغیار سے باپردہ نہیں تھی۔ میں نے کہا یہ ''مستورات'' نہیں ہے ''مست ہو رات'' ہے یعنی مکشوفات، کنوارے ان کو دیکھ کر اپنی راتیں رنگین کرتے ہیں۔

اسی اثناء میں میری نظر ''بستہ متکیہ'' ہر پڑ گئی۔ میں نے کہا ''بھاگیوان'' یہ عینین نہیں غیرین ہیں، ان میں نسبت تساوی کی نہیں تباین کی ہے یعنی یہ زوجین نہیں ریپیڈو کا کرشمہ، وہ بیگ کا وجود اس کا ثبوت ہے۔

یہ خاتون جو میری نگاہوں کے سامنے پنک اور بلیک کے کامینیشن میں ہچکولے کھاتی ہوئی اسکوٹر پر سوار ہے، درمیان میں بیگ رکھ کر آڑ تو کر رکھا ہے، لیکن بارش میں برباد ممبئی کی سڑکوں نے سینے کے ابھار کو خطرے میں ڈال دیا ہے، اسکوٹر کے ''موخرۃ'' کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اپنے آپ کچھ اس طرح بچا رہی ہے جیسے متقی شخص اپنے آپ کو گناہوں سے بچاتا ہے۔ میں نے دل میں کہا کہ یہ سب ریپیڈو کا کمال نہیں ہے یہ پیسوں کا کمال ہے، یہاں رکشے کی بنسبت پیسے کم خرچ ہوتے ہیں اس لیے خاتون جہاں ناگواری کے باوجود اس آپشن کو اختیار کرتی ہیں۔

یہ اپنے نہیں غیر ہیں۔۔۔۔ یہ دلاسہ کب تلک

ایک وقت تھا جب مسلم خاتون غیر مرد کے چھو لینے سے کپکپا جاتی تھی، اس کی طبیعت میں الجھن پیدا ہو جاتی تھی، راہ چلتے مرد سے مساس ان میں مارے گھن کے **جُھنجھنی** پیدا کر دیتا تھا۔ میرا ایک دوست احمد آباد سے ممبئی آیا، اندھیری اسٹیشن کے باہر کہنے لگا ان کی نسوانیت ہی ختم ہوگئی ہے راہ چلتے ایسے ٹکراتی ہیں گویا مرد کے بجائے کسی عورت ہی سے ٹکر ہوئی ہو۔ میں نے کہا غیر مسلم ہیں ان کو کیا فرق پڑتا ہے۔

قاضی صاحب برطانیہ گئے تھے تو ان کے میزبان ایک سرکاری لیڈی کو شیک ہینڈ کر کے شکر گزاری کر رہے تھے، قاضی صاحب نہی المنکر کے لیے تو گئے ہی تھے، پھر ان کا میزبان ایسا

کرے تو آنے کا مقصد ہی کیا رہ جاتا ہے؟ قاضی صاحب نے ان کو سمجھایا: بھائی اس طرح مصافحہ کرکے تھینک یو کیوں؟ انھوں نے کہا کہ اگر اس طرح نہ کیا جائے تو وہ برا مان جاتی ہیں۔

خیر رہن سہن کی بات ہے، ریت و رواج ہر ایک کی جدا جدا ہے۔ ایک عرب ہندوستان آیا تو جگہ جگہ ساڑھی پہنی دوشیزاؤں کو دیکھ کر اپنے ہندی مسلمان دوست سے کہا یہ پشت وشکم دیکھ کر آپ لوگوں میں انتشاری کیفیت طاری نہیں ہوتی؟ کہا گیا کہ عادت پڑ گئی ہے۔ ہمارے ایک بزرگ دوست انڈر ویئر کے اشتہار پر بنی نوجوان مرد کی بڑی سی آویزاں تصویر دیکھ کر کہنے لگے۔ جس تصویر میں نوجوان امرد نے کسرت کرکے اپنے سینے بکثرت بڑھا رکھے تھے۔ ’’جب ہمیں ہی دیکھ کر کچھ کچھ ہونے لگتا ہے تو عورتوں کو دیکھ کر ان میں کیا ہیجانی کیفیت رونما ہوتی ہوگی!‘‘ لیکن یہ سب دیکھتے جھیلتے ٹکراتے بلکھاتے مرد عورت دونوں کی حساسیت ماند پڑ گئی ہے۔ ٹرین میں رکوب و نزول کے وقت غیر عورت کا ہاتھ تھامنا معاونت کہا جانے لگا ہے۔

میں نے اپنے دوست کو سمجھاتے ہوئے کہا یہ سب غیروں میں رائج ہے۔ غیر مرد کے پیچھے بائیک پر بیٹھنے کی تمنا لیے ہوئے جوانی کی آخری حد کو پہنچنے والی زنان غیر محترم اپنی تمام تر تمناؤں کے ساتھ پورے آب و تاب سے ریپیڈو کے سہارے مرد نا محرم کے پیچھے جلوہ افروز ہو رہی ہیں۔ میں نے کہا یہ بھی غیر مسلم ہیں۔

لیکن آج میری آنکھوں کو کیا ہوگیا جو یہ دیکھ رہی ہیں کہ برقع پوش، نقاب افگن خاتون ایک مرد کے پیچھے بستہ تکیہ گود میں لیے، ایک ہاتھ سے۔ بستہ تھامے اور دوسرے ہاتھ سے اسکوٹر کا پچھلا حصہ پکڑے سوار ہے۔ کوئی قرینہ نہیں ہے کہ دونوں کو میاں بیوی قرار دیا جائے۔ یقینا وہ ملازمت پیشہ خاتون تھی، یہ علاقہ اس وقت ملازموں ہی سے خالی ہوتا ہے۔ اربابِ دانش وبینش کیا جواب دیں گے؟ کیا ہماری خواتین کو نکاح چھوڑ کر ملازمت اختیار کرنا چاہیے؟ کیا مناسب رشتہ کنواروں میں نہیں ملتا تو اسے شادی شداوں میں تلاش نہیں کرنا چاہیے؟

جب طبیب معالج ہی قتیل مہالک ہو جائے

آج ایک چہرے بشرے سے ہوش مند سخن و کلام سے دانش مند اور لب و لہجہ میں سلیقہ مند شخص حکم شرعی کا خواہش مند اور مفید صلاح ومشوروں کا آرزومند بن کر بندے کے پاس آیا۔ انھوں نے اپنی سرگزشت یوں سنائی کہ میرا میری بیوی سے خلع ہو چکا ہے، وجہ یہ ہوئی کہ

اس کے دوسرے مرد کے ساتھ جسمانی تعلق تھے، سب ثبوت میں نے اکٹھا کیے اور اس کو علحدہ کر دیا، میرے دو بچے ۱۵/ سالہ اور ۱۳/ سالہ اس بیوی سے میری ۲۲/ سالہ رفاقت تھی۔

اور مفتی صاحب میں جس ڈاکٹر (دماغ کا ڈاکٹر) سے علاج کراتا تھا اسی کے ساتھ یہ ملوث ہوئی، وہ میری بیوی کو کیبن میں بلا کر میرے متعلق مشورے دیتا، علاج بتلاتا، کیوں کہ مہنگا ڈاکٹر اور اپنے فن میں اسپیسلشٹ تھا تو وقت زیادہ دیتا، ایک مرتبہ اس نے میری بیوی سے جب وہ سامنے کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی اور ڈاکٹر چلتے ہوئے مشورے دے رہا تھا، درمیانِ مشورہ کہا کہ "اس حالت میں تو آپ کے شوہر آپ پر توجہ نہیں دیتے ہوں گے" اور یہ کہتے ہوئے اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھا اور دلاسہ دیا، عورت کی طرف سے ناگواری نہ دیکھتے ہوئے اس کی ہمت بڑھ گئی پھر وہ اپنی مراد میں زیادہ آزاد ہوگیا عورت بھی مراد سمجھ چکی تھی اس کو بھی اس سلسلے میں کچھ آپتّی (اعتراض) نہیں تھی، اب کیبن کا دروازہ بند ہو کر مشورے نہیں ہوتے تھے مفتی صاحب! آنے والے سنجیدہ شخص نے اپنے جذبات پر قابو رکھتے ہوئے کہا۔

(بہر حال اب شخص مذکور کا دوسری کنواری لڑکی سے نکاح ہو چکا ہے اور سابقہ بیوی سے ڈاکٹر (ڈاکوتر) بھی اکتا گیا ہے اور اپنا دھندا مندہ، نام گند، حالات پراگندہ اور خود شرمندہ ہونے سے بچنے کے لیے کوسوں دوری بنائے ہوئے ہے)

اگر ڈاکوتروں کا یہ پہلا واقعہ ہوتا تو میں زیرِ ذکر نہ لاتا، چوں کہ کہا جاتا ہے کہ ایک مرشد سے اور دوسرا ڈاکٹر سے کوئی بات پوشیدہ نہیں رکھنا چاہیے تمام احوال طشت از بام کر دینے چاہیے اس لیے ناداں عورتیں ایسا کرتی ہیں اور معالج کی شکل میں مُعالج اس کو اپنا شکار کرتے ہیں۔

یہ واقعہ گزر چکا ہے کہ ایک شخص کا فون آیا اس نے روتے ہوئے کہا: جب سے میں نے اپنی بیوی کو اس کے ڈاکٹر کے ساتھ مشغول دیکھا ہے مجھے اس کے پاس ہونے کی خواہش نہیں ہوتی، میرے چھوٹے بچے ہیں، میں اس کو چھوڑنا نہیں چاہتا۔

کہا کہ وہ ڈاکٹر میرا دوست تھا بھائی جیسا سمجھتا تھا، اس پر اعتماد کرتے ہوئے میں اپنی بیوی کو کبھی اس کے پاس لے جاتا کبھی بھیج دیتا، اس نے میری بیوی کو مشورہ دیا کہ فلاں گارڈن میں روزانہ سویرے واک (چہل قدمی) کیا کرو اور بڑی تاکید سے کہا، میری بیوی چہل قدمی پر جانے لگی تو وہ بھی اسی گارڈن میں چہل قدمی کے لیے آنے لگا اور میری بیوی کو کہا: "ارے

تم یہاں کیسے“ علیک سلیک کے بعد بلا چوں و چرا معاشقانہ گٹر گوں چالو ہوگئی، چائے ناشتہ کے بہانے گھر لے جاتا اور مفتی صاحب وہاں چائے ناشتہ نہیں ہوتا تھا۔۔ اس رونے والے شخص نے جو عقل سے ناپختہ لگ رہا تھا اور مارے غم کے حواس باختہ ہوگیا تھا، سسکیاں لیتے ہوئے کہا۔

میں نے اس کی ہمت بڑھاتے ہوئے کہا کہ چھوڑ نہیں سکتے ہو تو دوسرا نکاح کرلو۔

بہر حال یہ حال ہوتا اس وقت کہ جب کسی پر لوگ اعتماد کریں اور وہی اعتماد کو سبوتاژ کر دے، اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرنے کو اکبر الکبائر قرار دیا ہے۔(مشکاۃ) کیونکہ پڑوسی پر اعتماد کیا جاتا ہے کہ وہ مشکل وقت میں کام ائے گا لیکن وہی مشکل کھڑی کر دے تو یہ ایک بڑی خیانت اور سخت گناہ کی بات ہوتی ہے۔

———————

تمت بحمد اللہ